3

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ
تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا o
اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا o

الحمُد للّٰہ رب المشرقین والمغربین کہ رسالہ ھدایت مقالہ المسمی بہ

ہدیۃ الشیعتین
۱۲۹۰ھ

مع ترجمہ اُردو الملقب بہ

منقبت چار یار مع حسنین رضی اللہ عنہم
۱۲۹۵ھ

-: **تالیف** :-

اَضعف عباد اللہ القدیر الفقیر غلام دستگیر الہاشمی القصوری۔کان اللہ لہ۔

در مطبع محمدی واقع لاہور شد

[تائید دین اسلام کے لیے: الوقف للہ الغفور]

تقریظ

از: مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب، مدرس مدرسہ اسلامیہ دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمدے کہ سزاے بارگاہ کبریاے جل وعلا شانہ باشد، قلم زبان از تمیق آں عاجز و درماندۂ، ثناے کہ شایان شان علاے گردعم سلطانہ وجل برہانہ، زبان قلم ازاں معذور و پرافشاندہ، لا احصی گفتن ودرما عرفنا سفتن، کمالِ کمل است کہ سردفتر کون ووجود وگل سرسبد اِدراک وشہودانہ جملہ عالم سرکلادہ بنی آدمی مظہر صفت علم سفہ جلوہ کل مجمع اشتاب کمال مظہر جلال و جمال خلاصہ کائنات مقصود مطلوب مطلوب محمود حضرت سیدنا ومولانا وشفیعنا حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ اجمعین۔

رمزے ازیں راز ونبذی ازیں سرآغاز فرمودہ اندو جملہ آل کرام واصحاب عظام رضی اللہ عنہم اجمعین وتمامی اولیاے عالی شان وکبراے حقائق شان رحمہم اللہ تعالیٰ ازہمیں دادے خردادند و پا بیروں ازیں دائرہ تہادند باز بان بندہ حقیر چہ گوید وقلم عاجز شکست۔۔۔ چہ پوید بالجملہ تبرکا فی ازاں گفتہ بل اظہار عجز ازاں کردہ۔

مقصود معروض خدمت ناظران ست کارکنان قضا وقدر بندہ رابکوٹلہ مالیرمن جملہ ملک پنجاب آوردہند واز حسن اتفاق با مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری اتفاق دیدنہا شد حضرت موصوف رسالہ در جواب شیعہ وخوارج تحریر فرمودہ اند بدیدنش نورافزائے دیدہ شدم از انصاف گذشتن نشاید در نیز نازفترت علم کہ آخریں دورے نماید کاپری از ہرکس نتواں بظوراند مضامین عالی و

تقریات برجستہ فراہم ست بہ مضمون مدلل براہین و برجحت منتج علم الیقین گمرہاں را ہادی بے اجرست وضالین را راوع از بیراہ بلیں بے زجر چہ مناط آں بر آیات قرآنیست دلیل ومحط آں بر تفاسیر کلام رحمانیست فقط۔

سبحان اللہ بایں صغر حجم ضروریات ایں طریق راحاویست وباقلت وسعت ہمہ ضروریات ایں بحث دراں مطوی ذرہ ایست کہ کوزہائے علم را در جنبگرفتہ وقطرہ ایست کہ دریاہائے فن رافروبردہ اگر دیدہ لنادارے حاجت گفتم چیست بیار ببیں واحسان من بندہ برخود مگزیں شک ست خود میبوید از چہ ضرورت کہ عطار بگوید بہ نیت الدال علی الخیر کفاعلہ حرفے گفتم ودرے سفتم اجراز حد میخواہم وازیں ہفوہ وذلہ باُو پناہ میجویم، واخردعونا ان الحمدللہ رب العالمین۔

واگراز من پرسی حقیر مستہام: محمد یعقوب گمنام ندوبوذ دیوبند ضلع سہارن پور شغل خدمت طلبہ علم ومدرسہ دیوبند عفی اللہ عنہ وعن جمیع المسلمین۔ آمین

تقریظ

از: مولانا مولوی خلیفہ حمید الدین صاحب مدرس وقاضی لاہور۔

ہدیۃ الشیعتین مصنفہ مولوی غلام دستگیر صاحب ہاشمی کہ در ردّ شیعہ وخوارج تحریر فرمودہ اند بنظرم درآمد وسراسرور ودیدہ رانور بخشید- جزاہم اللہ تعالیٰ خیرالجزاء- الحق دراثبات محامد وردمثال صحابہ کبار واہل بیت اظہار بآیات قرآن مجید ومحکمات فرقان حمید تمسک فرمودن معاندین ضالین را بالکلیہ ساکت نمودنست۔

خلیفہ حمید الدین عفی عنہ

◆

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِهٖ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالْمِنَّةُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْبَشَرِ وَالْمَلَکِ وَالْجِنَّةِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ حُبُّهُمْ وَاتِّبَاعُهُمْ مِنَ السَّعِيْرِ جُنَّةٌ وَعَلٰى قُلُوْبِ اَعدائِهِمْ مِّنَ الْقَسَاوَةِ اَكِنَّةٌ وَعَلٰى مَشَاعِرِهِمْ مِنَ الْغُبَاوَةِ اَضِنَّةٌ . اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَآيَةً مِّنْکَ وَارْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ .

اس میں شک نہیں کہ قرآن وحدیث سے جیسا کہ حقیت اہل سنت کی متحقق ہے ویسا ہی گمراہی دوسرے فرقوں کی ثابت ہے بلکہ مالک حقیقی نے اپنے سعادت مند بندوں کو گمراہوں کی مماثلت سے ممانعت فرمائی ہے، چنانچہ سورۃ آل عمران میں آیت مبارک آئی ہے :

> وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ هُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاُولٰئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ . يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ . (آل عمران:۳/۱۰۵تا۱۰۶)
>
> یعنی اور مت ہواُن کی طرح جو پھوٹ گئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اس کے پہنچ چکے ان کو حکم صاف اور ان کو بڑا عذاب ہے جس دن سفید ہوں گے بعض منہ اور سیاہ ہوں گے بعض منہ۔

معتبر تفسیروں میں مثل تفسیر ابوالسعود ومعالم التنزیل وتفسیر کبیر وبیضاوی وغیرہا میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ اس امت کے بدعتیوں جیسے مشبہ، قدریہ، حشویہ کی طرح نہ ہوں کہ اُصول دین میں اِختلاف حرام ہے(۱)۔ اور فتح الرحمٰن میں ہے :

---

(۱) صحیح بخاری وغیرہ میں بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سرور عالم ﷺ سے آیا ہے :

لا يأتي عليكم زمان إلا الذى بعده شر منه .

(یعنی تم پر جو بھی زمانہ آئے اس کے بعد والا دور بد سے بدتر ہوگا)

حافظ علیہ الرحمۃ نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔

مردمان روز بہی می طلبند از ایام ☆ مشکلے آن ست کہ ہر روز بتر می بینم

یعنی تفرق در اُصول دین حرام است کہ جمع معتزلے باشند و جمع شیعہ علی وہذا القیاس۔

اور 'موضح القرآن' میں اس کے فائدے میں لکھا ہے :

معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں فرض ہے کہ ایک جماعت قائم رہے دین کا تقید رکھنے کو، تا خلاف دین کوئی نہ کرے اور یہ کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرے، موسیٰ بدین خود عیسیٰ بدین خود، یہ راہ مسلمانوں کی نہیں۔

اور تفسیر معالم وغیرہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ اہل سنت کے منہ قیامت کے دن سفید ہوں گے اور بدعتیوں کے منہ کالے، اور یہی معالم التنزیل میں اس آیت کے ذیل میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے :

ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال من سره أن یسکن یحبوحة الجنة فعلیه بالجماعة فإن الشیطان مع الفرد .(۱)

(یعنی فرمانِ رسالت مآب علیہ السلام ہے کہ جو شخص وسط جنت میں رہائش پذیر رہنا چاہے تو اسے چاہیے کہ جماعت سے چمٹا رہے کیوں کہ تنہا شخص کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔)

اور صحیح بخاری وغیرہ میں بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے :

من فارق الجماعة شبرا فمات إلا مات میتة جاهلیة . (۲)

(یعنی جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی ہٹا جاہلیت کی موت مرے گا)

نیز صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوزخ کے دروازوں پر جانے والے کھڑے ہیں جو ان کی مانے گا دوزخ میں لے جائیں گے۔

---

(۱) تفسیر بغوی: ۸۶/۲......تفسیر خازن: ۴۳۵/۱۔

(۲) صحیح بخاری: ۴۴۳/۲۱ حدیث: ۶۵۳۱......صحیح مسلم: ۳۹۰/۹ حدیث: ۳۴۳۸۔

میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وہ کون ہیں؟ ان کا حال بیان فرمایئے۔ فرمایا: وہ لوگ ہماری قوم اور ملت سے ہوں گے اور ہماری زبان سے کلام کریں گے۔ میں نے عرض کی اگر ان کا زمانہ پاؤں تو کیا کروں؟ فرمایا :

تلزم جماعة المسلمين وإمامهم . الحديث (۱)

(یعنی مسلمانوں اوران کے ائمہ کی جماعت کو لازم پکڑلو۔)

اور یہ بھی صحیح بخاری میں ہے :

ذكر النبی صلى الله عليه وسلم وحض على اتفاق أهل العلم وما أجمع عليه الحرمان مكة والمدينة .(۲)

(یعنی اس باب کا بیان جس میں نبی کریم ﷺ نے اہل علم کے اِتفاق اور حرمین شریفین مکہ ومدینہ کے اجماع کی تاکید فرمائی ہے۔)

اور یہ بھی بخاری میں ہے :

أمر النبی ﷺ بلزوم الجماعة وهم أهل العلم .(۳)

(یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت سے چمٹے رہنے کا حکم دیا اور مراد اَہل علم ہیں۔)

قسطلانی میں ہے کہ اہل علم مجتہدین ہیں۔

سنن ترمذی میں بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے آیا ہے :

يد الله على الجماعة من شذ شذ فی النار . (۴)

(یعنی اللہ کا دست قدرت جماعت پر ہے جو اس سے الگ ہوا وہ جہنم میں گرا۔)

---

(۱) صحیح بخاری: ۴۳۹/۱۱ حدیث: ۳۳۳۸...... صحیح مسلم: ۳۸۶/۹ حدیث: ۳۴۳۴۔

(۲) صحیح بخاری: ۳۰۱/۲۲۔

(۳) صحیح بخاری: ۳۳۰/۲۲۔

(۴) مستدرک حاکم: ۱۱۵/۱ حدیث: ۳۹۲۔

اور ابن ماجہ میں بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ آں حضرت ﷺ سے آیا ہے:

اتبعوا السواد الأعظم فإنه من شذ شذ فی النار .(۱)

(یعنی سوادِ اعظم کی پیروی کرو؛ کیوں کہ اس سے الگ ہونے والا جہنمی ہے۔)

اور مجمع بحار الانوار میں ’سواد اعظم‘ کے معنی جماعت کثیرہ لکھ کر پھر تحریر کیا ہے :

انظروا إلی ما علیه أکثر علماء المسلمین من الاعتقاد والقول والفعل فاتبعوهم فیه فانه هو الحق و ما عداه الباطل .

(یعنی جن اِعتقاد اور قول وفعل پر علماے مسلمین کثرت سے پائے جائیں تو ان کی اتباع کرو، کیوں کہ وہی حق ہے اور اس کے علاوہ باطل.)

اور حدیث ”**من فارق الجماعة**“ کے نیچے مجمع البحار میں شرح جامع الاصول سے لکھا ہے :

أی کل جماعة عقدت عقدا یوافق الکتاب والسنة فلا یجوز لأحد أن یفارقهم فی ذلک العقد فیستحق الوعید .

(یعنی اس سے مراد وہ جماعت ہے جس کا خمیر کتاب وسنت پر اُٹھایا گیا ہو، جس سے اِنحراف واِفتراق کسی کے لیے جائز نہیں، ورنہ مستحق وعید ہوگا.)

پس ان سارے منقولاتِ حقہ سے متحقق ہوا کہ حق وہ ہے جس پر بہت علماے اُمت مرحومہ خصوص اہل حرمین شریفین ہوں۔ سو بحمد اللہ تعالیٰ اہل سنت چاروں مذہب والے عرب وعجم میں صد ہا سال سے سواد اعظم ہیں جن کی اتباع واجماع میں نجات ہے اور ان کے خلاف میں عذاب درکات۔ پس سخت محروم ہیں جو خلاف اہل سنت پر قائم ہوئے، خصوص وہ لوگ جو اس آخر دور شیوع ہزار گونہ شرارت وخسارت میں برائے نام موحد پیدا ہوئے جیسے معتزلہ اصحاب التوحید کہلاتے تھے یہ بھی اتباع سلف صالح اور تقلید اماماں مجتہد کو جو دراصل عمل قرآن وحدیث ہے- شرک بتاتے اور سواد اعظم سے اعتقاداً وعملاً نکلے جاتے ہیں اور عوام اہل سنت کے ہزار ہا علما و فضلا، اتقیا اولیا صلحا کو بدعتی اور گمراہ سناتے اور رسالوں میں چھپواتے ہیں۔ دین اسلام کی تائید کے واسطے دو تین شخصوں کا نام لکھ دیتا ہوں۔

---

(۱) مستدرک حاکم: ۱/۱۱۵ حدیث: ۳۹۱۔

دیکھو سید احمد خان صاحب بہادر بانی مدرسۃ العلوم علی گڑھ اوّل موحد تھے، تقلید کو بُرا جانتے اور تحقیق کو مانتے مانتے نیچریت کے موجد بن گئے۔ فرشتے اور وحی آسمانی، بہشت اور دوزخ وغیرہ سے (جن کا وجود اور ثبوت نصوص قرآنی سے متحقق ہے اور ان پر ایمان لانا فرض اور واجب ہے) منکر بنے اور اپنے اخبار 'تہذیب الاخلاق' اور 'تفسیر القرآن' میں ان سارے الحادیات کے مشتہر ہوئے۔

سب اسلامی مفسروں (۱) کو بُھولے ہوئے بتایا، اپنے خام خیالات کو تحقیقات بنایا، اسلام کے نام سے الحاد پھیلایا، بہت سے مقررات اور محققات شرعیہ کو اپنی زبان سے نیست و نابود کر دکھایا، کئی دنیا و آرام طلب ان کی غیر مقیدی کے مقلد ہو کر حدیثوں کے نام سے ناراض ہو گئے اور نیچریت کے مرتاض۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

ہر چند یہ فساد دن بدن انتشار پر ہے اور موحدوں کے گلے کا ہار، مگر الحمدللہ رب العالمین کہ علمائے ربانیین نے ان کے ردو طرد میں قلم فرسائی فرمائی اور حق تعالیٰ سے دین کی تائید کے صلہ میں جزائے خیر پائی۔

اس باب میں تھوڑا سا نقل کر دیتا ہوں تاکہ اہل اسلام اس بلا میں مبتلا نہ ہوں۔ مولانا سید ابوالمنصو ر صاحب دہلوی تنقیح البیان کے صفحہ ۶۴ میں لکھتے ہیں :

> انہیں ابتر خیالات کی وجہ سے علمائے اسلام نے خان صاحب بہادر کے کفر پر بالاتفاق فتوی دیا تھا چنانچہ اس سب فتاوی تکفیر خان صاحب بہادر کو مولوی سید امداد علی صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر کانپور نے جمع کر کے ایک رسالہ ۸۸ صفحوں کا جس کا نام 'امداد الآفاق برجم اہل النفاق بجواب پرچہ تہذیب الاخلاق' ہے-- ۱۲۹۰ ہجری میں مطبع نظامی کانپور میں چھپوایا اور تمام ہندوستان میں اس کی جلدیں مشتہر کیں۔

اور پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۲۲ میں ہے :

---

(۱) صحیح مسلم وغیرہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب کوئی کہے کہ لوگ برباد ہو گئے تو وہ سب سے زیادہ تر ستیاناس ہوا یعنی اس لیے کہ غرور سے اپنے آپ کو اچھا جانتا ہے۔ ۱۲ منہ کان اللہ لہ

اس کے علاوہ مولانا محمد یعقوب صاحب کا مکاشفہ مشعر اس کے کہ سید احمد خان صاحب بہادر دجال ہیں۔ مشہور ہے (۱) چنانچہ کسی پرچہ تہذیب الاخلاق میں ہے اس کا ذکر درج ہو چکا ہے۔ انتہیٰ بلفظہ

دوسرے مولوی سید محمد صدیق حسن خان صاحب جو نواب (بھوپال ہیں) بہادر بنے تو اس کا شکریہ یوں ادا کیا کہ مقتدایان اہل سنت پر نہایت زبان درازیاں کیں بخلاف سلف و خلف نرالے عقائد نکالے۔ مشتے نمونہ خروار یہ ہے کہ تفسیر فتح البیان کی دوسری جلد صفحہ ۳۸، ۳۹ میں لکھا ہے :

قال النسفی و تفسیر العرش بالسریر و الاستواء بالاستقرار کما تقوله المشبهة باطل. انتهی

وأقول یا مسکین! أما شعرت أن العرش فی اللغة هو السریر والاستواء هو الاستقرار و به فسره حبر الأمة و ترجمان القرآن ابن عباس کما فی البخاري .

حال یہ ہے کہ نواب صاحب بہادر کے عقائد کا اس پر مدار ہے کہ حق تعالیٰ کو عرش پر قرار ہے۔ ذات پاک رحمانی کو گویا مشبہ کی طرح جانتے ہیں اور اہل سنت کے ہزارہا دینی کتابیں ہیں قرآن مجید کی تفسیریں حدیثوں کی شرحیں عقائد اور فقہ کی کتابیں سب میں بالاتفاق لکھا ہوا ہے کہ حق تعالیٰ مکانی زمانی نہیں ہے۔ صحابہ کبار سے لے کر آج تک اہل سنت کا اس پر اجماع ہے اور جو حق سبحانہ کو جسمانی مکانی کہے وہ مشبہ مجسمہ ہے بلکہ کافر توحید سے نافر ہے، چنانچہ مولانا قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں :

من قال بأنه سبحانه جسم و له مکان و یمر علیه زمان و نحو ذلک فإنه کافر حیث لم یثبت له حقیقة الایمان .

(یعنی جو شخص یہ کہے کہ اللہ کا جسم ہے، اس کے لیے مکان ہے اور اس پر زمانہ گزرتا ہے وغیرہ تو وہ یقیناً کافر ہے، کیوں کہ اس نے حقیقت ایمان کو سمجھا ہی نہیں۔)

---

(۱) ستکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یأتونکم من الاحادیث مالم تسمعوا أی جماعة مزورون یقولون نحن علماء و مشائخ ندعوکم إلی الدین و هم کاذبون فیه و یتحدثون بأکاذیب و سیدعون أحکاما باطلة و اعتقادات فاسدة فإیاکم وإیاهم، أی احذروهم . ۱۲ منه

پس مطابق اس کے شیخ الاسلام والمسلمین وارث علوم سید المرسلین مولانا ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی اپنی تفسیر ’مدارک التنزیل‘ میں ذیل میں ثم استوی علی العرش کے جو آیات متشابہات سے ہے‘ لکھتے ہیں کہ عرش کے معنی تخت اور استوا کے معنی قرار پکڑنا جیسا کہ مشبہ کہتے ہیں جھوٹ ہے۔ اور یہ تفسیر مدارک التنزیل اہل سنت کے معتبرات سے ہے، بڑے بڑے معتبر مصنف اپنی کتابوں میں اس کی سند لاتے ہیں۔

مجمع بحارالانوار میں جو صحاح ستہ وغیرہ کی مقبول العرب والعجم شرح ہے اس کی سندیں موجود ہیں چنانچہ اس کے مقدمہ میں مدارک کی علامت ’مد‘ لکھی ہے، پس صاحب تفسیر مدارک کا مشبہ کے مذہب کو باطل کرنا نواب صاحب بہادر کو ناگوار ہوا، اس پر اس معتبر مفسر کو یوں کہا کہ او مسکین! کیا تو نہیں جانتا کہ عرش لغت میں تخت کو کہتے ہیں اور استوا سے قرار پکڑنا ہی مراد ہے۔ حضرت ابن عباس نے جو اس امت میں بڑا عالم اور مفسر قرآن کا ہے یہی معنی کیے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں لکھا ہے۔ یہ ترجمہ ہے نواب صاحب بہادر کی عبارت کا۔

اب بتائید دین متین فقیر غلام دستگیر - کان اللہ لہ - بتوفیق الحافظ النصیر کہتا ہے کہ نواب صاحب بہادر نے اس ایک سطر عبارت میں بہت ہی فاحش غلطیاں کی ہیں۔

پہلی غلطی یہ ہے کہ اس واجب التعظیم مفسر کو مسکین کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور حقیقی معنی مسکین کے تو ان کے حق میں راست نہیں آتے کیونکہ صاحب مدارک نہ تو نادار فقیر تھے اور نہ نواب صاحب بہادر سے کچھ مانگنے کو دامن گیر تھے، پس نواب صاحب بہادر نے مجازی معنی مسکین کے مراد رکھ کر اپنا غضب اور غیظ پورا پورا نکالا اور بروے مجاز مسکین سے یہودی مراد ہوتا ہے، اس لیے کہ حق تعالیٰ نے فقر اور مسکنت کو یہود مردود سے لازم فرمایا ہے جیسا کہ سورہ بقر میں آیا ہے :

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآؤُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللّٰهِ . (سورۂ بقرہ:۲/۶۱)

نیز سورۂ اٰل عمران میں عیاں ہے :

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ .

(سورۂ آل عمران:۳/۱۱۲)

اور معتبر تفسیروں میں مثل تفسیر ابوالسعود و مدارک و بیضاوی و جلالین و تفسیر کبیر وغیرہا کے لکھا ہے کہ کفر اور قتل انبیا کے سبب سے مسکینی یہود سے لازم کی گئی ہے۔

پس نواب صاحب بہادر نے صاحب مدارک کو مسکین کہہ کر بہ علاقہ لزوم مجاز مرسل کے طور پر یہودی جو کافر ہے مراد رکھا ہے اور ایسے مفسر معتبر کو در پردہ کافر کہنا مؤمنوں کا کام نہیں ہے، اس لیے کہ صحیح بخاری وغیرہ میں بروایت ابوذر رضی اللہ عنہ آیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے :

لا يرمى رجل رجلا بالفسوق و لا يرميه بالكفر إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك . (۱)

(یعنی کوئی شخص کسی پر فسق اور کفر کا تیر نہ پھینکے، ورنہ ایسا نہ ہونے کی صورت میں وہ واپس اسی پھینکنے والے پر لوٹ آئے گا۔)

صاحب قاموس نے حدیث صحیحین وغیرہ **لا ترجعوا بعدي كفارا** کے معنی یوں بھی کیے ہیں: **لا تكفروا الناس فتكفروا** یعنی مسلمانوں کو کفر کی نسبت نہ دو کہ خود کافر ہو جاؤ گے۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ متوفی غائب کو صدہا کوس سے بحرفِ ندا خطاب کر کے پکارا ہے اور ان موحدوں کے رسالوں تقویۃ الایمان وغیرہ میں لکھا ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے اور میت تو ان کے نزدیک قابل خطاب ہی نہیں۔

تیسری غلطی **أما شَعُرْتَ** سے پھر حضرت مفسر نسفی کو بعد الموت صدہا کوس سے پکارا ہے! کیا نواب صاحب کے نزدیک صاحب تفسیر مدارک غیب دان ہیں جو اتنی دُور سے ان سے بات چیت کر رہے ہیں۔ مسلمانوں سے اگر کوئی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم و یا شیخ عبدالقادر قدس سرہ کہتا ہے تو یہ لوگ ہمہ تن اس کی تکفیر پر مستعد ہو کر کہتے ہیں کہ سوا خدا تعالیٰ کے کوئی غیب دان نہیں ہے، پس اب **یا مسکین أما شعرت** میں بار بار خطاب اور پکار کیوں کر جائز ہوگئی۔ آیت **كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ** اس جگہ بخوبی صادق ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری: ۸/۱۵ حدیث: ۶۰۴۵ ......مسند احمد بن حنبل: ۳۵/۴۵۱ حدیث: ۲۱۵۷۲۔

چوتھی غلطی عرش کو باعتبار لغت کے سریر میں خاص (۱) اور حصر کر دیا ہے حالانکہ قاموس وغیرہ لغت کی کتابوں میں عرش کے کئی معنی لکھے ہیں جیسا کہ [۱] عرش اللہ [۲] تخت [۳] عزت [۴] قوام [۵] امر رکن [۶] جاہ [۷] سقف [۸] خیمہ وغیرہ۔

پانچویں غلطی استوا کو بھی استقرار سے اختصاص دیا ہے اور انہیں لغت کی کتابوں کی رو سے استوا کے بھی کئی معنی ثابت ہیں، چنانچہ [۱] اعتدال [۲] قصد [۳] عمد [۴] اقبال [۵] استیلا [۶] انتہا [۷] صعود [۸] استقرار وغیرہ۔ ان دونوں غلطیوں سے متحقق ہے کہ نواب صاحب بہادر یا تو علم لغت سے ناواقف ہیں یا عربی میں مبتدا خبر بنانے کا ڈھب نہیں جانتے۔ سبحان اللہ تفسیریں بنانا اور کوس لمن الملک بجانا کیسی کھیل (۲) ہو رہی ہے!۔

حق تو یہ ہے کہ خاں صاحب بہادر کی تفسیر القرآن اور نواب صاحب بہادر کی فتح البیان تیرہویں صدی کی عمدہ یادگاری ہے۔

چھٹی غلطی استوا کو اس آیت میں استقرار جاننا اور خدا سبحانہ کا عرش پر قرار ماننا ہرگز اہل سنت کا عقیدہ نہیں ہے بلکہ مکانیت لازمہ جسمیت مشبہ اور یہود مردود کا اِعتقاد ہے اور حق تعالیٰ کا سورۂ ق میں ارشاد ہے :

> وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوَاتِ وَالاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِى سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ . (سورۂ ق:۳۸/۵۰)
>
> یعنی ہم نے بنائے آسمان اور زمین اور جو اُن کے بیچ میں ہے چھ دن میں اور نہ آئی کچھ ماندگی۔

---

(۱) و منہ ح: لیس الفقیر الذی لا مال لہ انما الفقیر الاخلق الکسب ای فقیر من الثواب . ۱۲ مجمع البحار مطول وغیرہ علم معانی اور بیان کی کتابوں میں تصریح ہے کہ ضمیر فصل حصر اور اختصاص کے لیے ہے۔ کما فی الاتقان ۱۲ منہ کان اللّٰہ لہ .

(۲) ان نواب صاحب بہادر کے شاگردوں کی بھی تصنیفات چھپی ہیں جب کہ رسالہ ردمقلدین مولوی بدیع الزمان ان کے شاگرد کا لاہور میں چھپا ہے علما خود دیکھ لیں گے۔ ۱۲ منہ کان اللہ تعالیٰ لہ

تفاسیر معتبرہ میں مثل تفسیر ابوالسعو دو مدارک وجلالین ومعالم التزیل و بیضاوی وتفسیر کبیر وغیرہ نے لکھا ہے :

نزلت ردا علی الیهود فی قولهم إن اللّٰه استراح یوم السبت و استلقی علی العرش .

یعنی جب یہود نے کہا کہ خدا نے زمین اور آسمان سارا جہان چھ دن میں پیدا کر کے شنبہ کو آرام کیا اور عرش پر لیٹا تو حق تعالیٰ نے ان کے رد میں فرمایا کہ ہم کو کچھ ماندگی نہیں لگی تھی کہ آرام اور لیٹنے کی حاجت ہوتی کہ یہ سب صفات مخلوقات ہیں، خالق ان سے منزہ ہے۔ **لیس کمثله شیئ وهو السمیع البصیر .**

مفسرین کے اِتفاق سے ثابت ہوا کہ یہود نے استوی علی العرش سے مکان ٹھہرایا اور حق سبحانہ نے قرآن میں ان کا رد فرمایا۔

تفسیر (۱) فتح العزیز میں وَالَّذِیْنَ هَادُوْا کے ذیل میں یہودیوں کی قباحتوں میں لکھتے ہیں :

سر کفر ایشاں نیست کہ حق تعالیٰ جسمانی بر صورت انسان اعتقادی کنند الی قولہ و استوا بعرش بمعنی تمکن و استقرار الی قولہ برآنجناب تجویز و اطلاق می کنند۔ انتہی بقدر الحاجہ

اور صحیحین وغیرہما میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لائے ہیں کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ تو اہل کتاب کی طرف جاتا ہے :

فلیکن اوّل ما تدعوهم إلی أن یوحدوا اللّٰه فإذا عرفوا ذلک .

الحدیث .

یعنی اول اہل کتاب کو حق تعالیٰ کی توحید کی طرف بلانا پس جب ان کو معرفت الٰہی حاصل ہو جائے تو پھر فرائض شرعیہ سنانا۔

---

(۱) شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے ترجمہ میں جو مستقر شد لکھا ہے تو یہ بین السطور مخالف ہے۔ تصریح ازالۃ الخفا سے کہ وہاں پر اس کو متشابہ لکھتے ہیں۔ ۱۲ منہ کان اللہ لہ

امام نووی صحیح مسلم کی شرح میں قاضی عیاض شارح صحیحین سے لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب جوحق سبحانہ کی جسمیت مکانیت وغیرہ کے قائل ہیں ان کو معرفت الٰہی حاصل نہیں اور نہ وہ خدا پاک کی عبادت کرتے ہیں اگرچہ نام اسی کا لیتے ہیں کیونکہ ان کا معبود جسمانی مکانی ہے اور حق تعالیٰ ان صفتوں سے موصوف نہیں اور یہی عقیدہ ہے اہل سنت کا۔ یہ ترجمہ ہے ضروری عبارت امام نووی کا۔

اب قرآن اور حدیث کی دلالت اور اکابر اہل سنت کی صراحت سے ثابت ہوا کہ استوا کو استقرار پر حمل کرنے والے یہود سے ہم اِعتقاد ہیں نہ اِستقرار کو باطل کرنے والے۔ پس استقرار کو ثابت کرنے والے مسکین مجازی ٹھہرے اور اِستقرار کو باطل کرنے والے وہ مسکین جن کی فضیلت حدیث سے ثابت ہے۔

ساتویں غلطی نواب صاحب بہادر تنہا صاحب مدارک سے ہی کیوں دست بگریبان ہیں یہاں تو سارے اہل سنت اِستقرار کی گردن مار رہے ہیں اور بیخ اکھاڑ رہے ہیں۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں پہلی جگہ سورۂ اعراف میں استقرار برعرش کو سولہ (۱٦) دلائل عقلی اور آٹھ حجج نقلی سے باطل کیا ہے اور پیچھے بھی ہر موقع پر استقرار کو بہت وجوہ سے رد کر دیا ہے۔ اور محی السنۃ بغوی نے بھی تفسیر معالم میں کلبی اور مقاتل سے استقرار اور دوسروں سے ایسے ہی معانی بے اعتبار نقل کر کے پھر اہل سنت کا قول متشابہ ہونے استوا کا بیان کیا ہے اور استقرار وغیرہ کا اہل سنت کے برخلاف ہونا جتا دیا ہے۔

آٹھویں غلطی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا استقرار کا مفسر ماننا سراسر خلافِ تحقیق اور نری بے ہودہ تقلید ہے، کیونکہ راوی اس کے کلبی اور مقاتل مشہور ہیں اور مجمع البحار میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے مذکور ہے :

فی تفسیر الکلبی من أوله إلى آخره کذب لا یحل النظر فیه .

اور زبدہ شرح شفا سے مسطور ہے کہ کلبی کو بعض ضعیف جانتے ہیں اور اکثر اس کو کاذب مانتے ہیں۔ اور تفسیر اتقان سے لکھا ہے کہ بہت ضعیف روایت ہے جو کلبی بتوسط ابی صالح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لائے اور جھوٹی حکایت ہے جب اس میں سدی صغیر منضم ہو جائے اور بعد اس کے مقاتل ہے اور باوصف ضعف اور کذب کے مقاتل میں مذاہب ردیہ ہیں۔ یہ ترجمہ ہے خلاصہ

عبارت مجمع البحار کا۔

پس سخت افسوس ہے ان حدوں سے جو کلبی اور مقاتل کے مقلد بنے اور ابن تیمیہ کے رسالے کے جو جسمیت حق سبحانہ میں مشہور ومعروف ہے پیرو ہوئے اور اس تقلید میں جو اہل سنت کے برخلاف ہے اپنی نجات جانتے ہیں جیسا کہ مولوی غلام علی انبرسری رسالہ تحقیق الکلام کے صفحہ ۴ میں لکھتا ہے۔ نعوذ باللّٰہ من الحور بعد الکور .

نویں غلطی تفسیر استقرار کو صحیح بخاری کی طرف منسوب کرنا بہتان عظیم ہے۔ بخاری کی کتاب التفسیر میں اس کا نام ونشان نہیں ہے بلکہ بخاری کے باب قولہ و کان عرشہ علی الماء میں استوی علی العرش کی تفسیر مجاہد سے علا علی العرش لکھی ہے۔ قسطلانی شرح بخاری میں ہے کہ اس علو مرتبت پر اہل سنت کا مدار ہے اور استقرار و اِرتفاع مجسمہ کا قول مردود اور بے اعتبار ہے۔

دسویں غلطی اپنی زعمی مطلب کی تائید کے واسطے اس عبارت میں نواب صاحب بہادر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تعریف کی ہے اور دراصل وہ اس سے زیادہ تعریف کے لائق ہیں پھر بھی نواب صاحب بہادر اسی تفسیر فتح البیان جلد اول صفحہ ۲۵۸ میں ایک بلا سند قول کے رو سے انہیں حضرت کے حق میں لکھتے ہیں :

واقول رحم اللّٰہ ابن عباس ما أقل جدوی ھذا الکلام المنقول عنہ .

یہاں پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو تقصیروار (۱) ٹھہرایا اور ان کی بیہودہ گوئی سے تعجب فرمایا حالانکہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو آں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی چھاتی سے لگایا اور فرمایا خدایا اس کو قرآن کی تفسیر میں ماہر بنا۔

فتح الباری میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کی تفسیر میں اعلم الصحابہ تھے پس جب یہ لوگ وہمی باتوں پر صحابۂ کبار سے طعن وطنز سے پیش آتے ہیں تو اور علما و اولیاے اہل سنت کی کیا حقیقت جانتے ہیں! نعوذ باللّٰہ من ھذا الغرور والشرور .

---

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوۃ میں لکھتے ہیں: عرب ترحم در جاے می کنند کہ از کسے تقصیرے واقع شود و چیزے کند کہ نباید۔ وہکذا فی مجمع البحار۔ ۱۲ منہ کان اللہ لہ

تحفہ اِثنا عشریہ میں حدیث دار قطنی سے آیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سلف پر طعن کرنے والوں کو مشرک فرمایا ہے اور ایسا ہی تمہید ابوشکور اور مجمع البحار میں بتایا ہے۔ اب تھوڑا سا حد سے بڑھنا مولوی غلام علی صاحب انبرسری کا سنو کہ اس نے ساری امت مرحومہ کے پیشواؤں کو بدعتی مشرک بنا دیا ہے جیسا کہ پہلے صفحے رسالہ تحقیق الکلام میں چشتی قادری نقشبندی سہروردی وحنفی شافعی مالکی حنبلی (جو اہل سنت ہی ہیں) سب کو بدعتی۔ پھر صفحہ ۹ میں ان کو شرک فی الرسالۃ اور مشرک فی الالوہیۃ۔ پھر صفحہ ۳۸ میں نقشبندیہ وغیرہ کو کافر لکھا ہے اگرچہ ان شاء اللہ الموفق اس کا رد مفصل بہ شہادت علماے حرمین شریفین لکھا جائے گا، مگر بالفعل اتنا ہی طرف کافی ہے کہ اس شخص نے آیاتِ نازلہ بحق کفار کو مؤمنوں پر لگا کر سب کی تکفیر کی ہے اور خارجیوں کی جا گیر لی۔

صحیح بخاری کے باب قتال الخوارج والملحدین میں لکھا ہے :

و کان ابن عمر یراھم شرار خلق اللّٰہ و قال إنھم انطلقوا إلی آیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین .

(یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایسوں کو بدترین مخلوق سمجھتے ہوئے فرماتے تھے کہ ان لوگوں نے کافروں کے حق میں اُتری ہوئی آیتوں کو مومنوں پر چسپاں کر دیا۔)

اور مجمع البحار میں ہے :

وکان ابن عمر یراھم شرار خلق اللّٰہ لأنھم یتعمدون إلی آیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین .

(یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان لوگوں کو بدترین خلق خدا جانتے، کیوں کہ یہ لوگ کافروں کے حق میں اُتری ہوئی آیتوں کو قصداً مومنوں پر چسپاں کر دیا کرتے ہیں۔)

پھر مجمع البحار میں لکھا ہے :

وفی الخوارج ھم شر الخلق والخلیقۃ الخلق الناس والخلیقۃ البھائم .

یعنی حدیث شریف میں ہے کہ خارجی جو کافروں کے حق کی آیتیں مسلمانوں پر لگاتے ہیں وہ چوپایوں سے بھی بدتر ہیں۔ یہ ترجمہ ہے صحیح بخاری اور مجمع البحار کی حدیثوں کا۔ پھر صفحہ ۴۴ میں لکھا ہے پس کیونکر مشرک نہ ہوگا وہ شخص جو کہے گا گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود۔

فقیر کہتا ہے کہ حدیث صحیح بخاری میں واقع ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ نفلیں پڑھتا پڑھتا

میرا نزدیکی بن جاتا ہے تا کہ میں اس کو اپنا پیارا بنالیتا ہوں، پس جب وہ میرا پیارا ٹھہرا تو اس کے کان میں ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں جس سے وہ چلتا ہے۔

اور شیخ عبدالحق شرح اور ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ بعض روایتوں میں آیا ہے و لسانه الذی یتکلمه به یعنی اور میں اس کی زبان ہوتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔

شیخ عبدالحق لکھتے ہیں کہ اِبتدا اس مرتبہ کا عمل خالص ہے اور انتہا اس کا فنا در توحید ہے۔ مجمع البحار میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے :

أی لا یتحرک جارحة من جوارح إلا فی اللّٰه و باللّٰه و للّٰه .

(یعنی ایسے شخص کے بدن کا کوئی بھی عضو نہیں حرکت کرتا مگر اللہ کی طاعت میں، اللہ کے واسطے اور اللہ کی رضا کی خاطر۔)

پس ثابت ہوا کہ سخت ملحد ہے وہ شخص جو گفتہ او گفتہ اللہ بود کو شرک کہتا ہے۔ نیز اس حدیث سے درجہ فنا فی اللہ کا ثابت ہوا جس کو صفحہ ۱۲۸ اسی رسالہ میں صریح کفر لکھا ہے۔ پھر صفحہ ۵۵، ۵۶ میں اقتباس آیات قرآنی کو کفر کہہ کر سعدی علیہ الرحمہ (اور جامی و حافظ علیہما الرحمۃ کو بھی کافر لکھا ہے۔ ۱۲) کو بہ سبب اِس شعر کے۔

زینہا از قرین بد زنہار ☆ وقنا ربنا عذاب النار

جو لکھا ہے ''یہ سارے قرآن میں کوئی آیت نہیں ہے البتہ قرآن میں و قنا عذاب النار اور فقنا عذاب النار ہے''۔ پس ایسے انجان (۱) جو قرآن کے لفظوں سے نادان ہیں وہ اپنے آپ کو

---

(۱) ان دنوں میں غیر مقلدوں نے اس آبادی کے مسلمانوں کو فاتحہ خلف الامام کے واسطے بہت ستایا۔ انہوں نے فقیر کو بلایا چار مولوی غیر مقلد آئے ایک منتخب ان کا فقیر سے مقابل ہوا، بد خلقی سے پیش آیا، صبر کیا۔ اس کی دلیل حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرء الخ کے جواب میں فقیر نے آیت سورۂ اعراف اور حدیث صحیح سکوت مقتدی میں پیش کی۔ آیت اور حدیث میں فقیر نے وَ اَنْصِتُوْا پڑھا۔ مولوی غیر مقلد بولے فَانْصِتُوْا ہے، غلط مت پڑھو۔ فقیر نے روکا اس نے اس پر اصرار کیا اخیر ان کی جانب سے مولوی علاء الدین ساکن گوجرانوالہ نے اس کی تکذیب کی، صدہا آدمیوں میں ملزم ہوا۔ دانش مندوں نے کہا کہ ان کا کہنا ہم لوگ کبھی نہ مانیں گے جبکہ الفاظ قرآنی غلط پڑھیں تو معانی ضرور ہی اغلاط کرتے ہوں گے۔ بہت سے مسلمان ان کے پھندے سے بچے۔ الحمدللہ علی ذلک۔ ۱۲ منہ کان اللہ لہ

مجتہد جانتے ہیں جیسا کہ اس نے تحقیق الکلام کے صفحہ ۲ میں لکھا ہے۔ اور بعض نومسلم لاہوری مجتہدین دین پر طعن کرتے اور رسالے چھپواتے ہیں جیسا کہ بلاغ مبین وغیرہ فقیر کے دل میں تھا کہ ان کا رد کیا جاوے مگر الحمدللہ کہ لکھنؤ میں ان کے رد بلیغ مرتب ہوکر چھپ رہے ہیں۔

اب بعمل فأما بنعمة ربک فحدث لکھا جاتا ہے کہ فقیر نے تائید دین متین کے واسطے رسالے لکھے جن کو علماے عرب وعجم نے پسند فرمایا ہے، ان میں سے تحفہ دستگیر یہ جواب اثنا عشریہ اور عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان جو بمنزلہ جواب معیار الحق کے ہے، چودہ برس سے چھپ کر مشتہر ہوئے۔ پھر رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل (۱۲۸۹ھ نام تاریخی) ردّ مقلدین ابن تیمیہ اور تحقیق صلوٰۃ الجمعہ (۱۲۸۸ھ نام تاریخی) جواب تذکرۃ الجمعہ اور جواب اعتراضات بر تحفہ رسولیہ یہ تینوں بھی چندسال سے منطبع ہوکر وقف تقسیم ہوئے، مگر یہ رسالے علما پسند ہیں۔

اوراب اُردو کا رواج ہے اس لیے یہ آرزو تھی کہ رسالہ ہدیۃ الشیعتین (۱۲۹۰ھ نام تاریخی) کو جس میں فقیر نے فارسی زبان میں قرآن مجید سے شیعہ اور خوارج کا جواب لکھا ہے اردو میں ترجمہ کر کے فارسی واردو میں یک جا چھپوایا جائے تا کہ سب کو مفید آئے، ابھی یہ ارادہ پورا نہیں ہوا تھا کہ فقیر نے رسالہ مخرج عقائد نوری (۱۲۹۴ھ نام تاریخی) پادری عماد الدین کی نغمہ طنبوری کے رد میں لکھ کر رام پور کا عزم کیا کہ وہاں کے نواب صاحب بہادر کی اِمداد سے وہ رسالہ چھپوا کر وقف تقسیم کیا جائے چنانچہ شعبان ۱۲۹۴ھ میں فقیر رام پور گیا ہنوز اِرادہ کسی سے ظاہر ہی نہیں کیا تھا کہ جذب باطن بانس بریلی کو کھینچ لایا بسبب خشک سالی اور گرانی کے لوگ سخت پریشان تھے، بریلی کے علماے نامدار کی تجویز سے بامامت خاکسار نماز استسقاء اَدا ہوئی، ارحم الراحمین نے رحم فرمایا بہت سا پانی برسایا، عمائد بریلی کا احقر کی نسبت حسن اعتقاد بڑھایا۔

مولوی محمد بشیرالدین صاحب وکیل کی اطلاع سے محمد الطاف علی خان صاحب رئیس بریلی نے اپنے مقدمہ کی دعا حسن اسلوبی کے لیے فقیر کو اپنے باغیچے میں لے گئے، فقیر ختم خواجگان وغیرہ کے بعد دست بدعا رہا مجیب الدعوات نے اس مقدمہ کو جس میں خان صاحب پچپن ہزار روپیہ نقصان ہو

گیا تھا آپ کی حسب مراد کر دیا اور اس اثنا میں رسالہ موصوفہ کی ایک ہزار جلدیں عمائد بریلی (۱) کی سعی سے چھپ کر مفت تقسیم ہوئیں۔

وہ رسالہ جب نواب صاحب محمد ابراہیم علی خان صاحب بہادر والی کوٹلہ مالیر کی نظر سے گذرا تو فقیر کو انہوں نے کوٹلہ میں بلوایا چنانچہ فقیر جمادی الاوّل ۱۲۹۵ھ میں ان کے پاس آیا اور آپ کے حسن اخلاق سے وہاں پر چندے قیام رہا۔ اس اثنا میں ہدیۃ الشیعتین کا اردو ترجمہ مرتب ہوا۔ پھر ۱۲۹۸ھ میں فقیر نے بدیں غرض سفر کیا کہ اس کی فتوح سے یہ رسالہ چھپوا کر مفت بانٹا جائے تا کہ اَجر نشر علوم حقہ ہاتھ آئے، پس گوجرانوالہ وزیر آباد سیالکوٹ جموں سے ہو کر ڈیرہ اسمٰعیل خان بنوں عیسیٰ خیل میں جانا ہوا، حق تعالیٰ ان دینی بھائیوں کو جزائے خیر عطا فرمائے جن کی اِمداد سے یہ رسالہ گیارہ سو جلد چھپ کر تیار ہو گیا، اب مسلمان بھائیوں کو بلا قیمت دیے جائیں گے۔

اللّٰھمَّ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ .

وصلى الله على البشير النذير

وعلى عترته وسلم

انه بالإجابة جدير .

---

(۱) اللہ تعالیٰ فقیر اور عمائد بریلی کی سعی کو مشکور فرمائے اور دارین میں جزائے خیر کرامت کرے۔ آمین ۱۲

ہدیۃ الشیعتین ۱۲۹۰ھ

منقبت چار یار مع حسنین ۱۲۹۵ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی .

اللّٰھم صل وسلم و بارک علی سیدنا و نبینا و مولانا محمد و عترته
عدد ما فی علم اللّٰه صلوٰة و سلاما و برکة دائما بدوام ملک اللّٰه .
اللّٰھم ربنا اغفرلنا و لإخواننا الذین سبقونا بالإیمان ولا تجعل
في قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا إنک رؤف رحیم .

حمد اور صلوٰۃ کے بعد فقیر محمد ابو عبد الرحمٰن غلام دستگیر ہاشمی حنفی قادری احمدی قصوری۔ کان اللّٰہ لہ۔ منعم حقیقی کے اس عطیہ کا شکر یہ کس زبان سے بیان کرے کہ اوّل اس ناچیز کو اِقرار اور تصدیق کلمہ طیبہ لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ کی توفیق رفیق کر کے پھر محبت خاندان رسالت اعنی اہل بیت اطہار اور مودّت ناصران ومحبّانِ معدنِ نبوت اعنی اَصحابِ کبار کی اس کمینہ کے سینۂ بے کینہ میں دفینہ فرمائی۔

واہ واہ بخت کہ مجھ سے نالائق کو کیسی اچھی خلعت پہنائی، اس لیے ان حضرات کے محبوں اور ثنا خوان سے دوستی جانی ہے اور اُن کے مخالفوں اور بد گوؤں سے دشمنی اور عداوت روحانی ہے۔ چونکہ اِس اخیر دَورۂ زمان میں جو قرب قیامت اور شیوع کفر وغرامت ہے شیعہ نے برقع تقیہ کا (جو اُن کے مذہب میں فرض الوقت تھا) چہرۂ حال سے اُٹھا کر کلماتِ ناشائستہ سے قطع نظر حضرت رسول کریم علیہ وعلی عترتہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دوستوں اور جان نثاروں کی تکفیر اور تفسیق میں رسالے چھپواتے اور اس بات کو پناہ بخدا اپنی نجاتِ اُخروی کا وسیلہ جمیلہ خیال کرتے اور سُناتے ہیں، اہل

سنت نے (خدا اُن کی نصرت فرمائے اور شوکت بڑھائے) ہر موقع پر شیعہ کے شبہوں کا ردو جواب شافی لکھ کر ہم پس ماندوں کو فارغ کر دیا ہے۔

لیکن سُنّی اور شیعہ ایک دوسرے کی روایات کو نہیں مانتے اور بناوٹ جانتے ہیں تو اس صورت میں مناسب ہوا کہ یہ خاکسار گو کہ علمائے نامدار اور فضلاے باوقار میں شمار نہیں مگر اس نسبت وہبی کی رعایت کر کے بتائید الٰہی آیات قرآنی سے کہ مدار ایمان سُنّی و شیعہ اسی پر ہے خلوص ایمان اور بلندی شان اور قطعی الجنۃ ہونا خلفاے راشدین وغیرہ اکابر صحابہ علیہم الرضوان کا بیان کر کے اور بعض معتبر کتب شیعہ سے بھی اس باب میں کسی قدر نقل لائے تا کہ اُن پر بخوبی حجت قائم ہو جائے۔ نیز قرآن مجید و اَحادیث صحیحہ سے بقدر ضروری اہل بیت کے مناقب بھی ظاہر کرے تا کہ خارجیوں سے بھی بیزاری ہو جائے، بنا بر آں یہ چند اوراق لکھ کر ہدیۃ الشیعتین [۱۲۹۰ھ] (جو اُس کی تالیف کی تاریخ بھی ہے) نام رکھا کیونکہ دونوں گروہ شیعہ و خوارج کے الزام کے تحفے اس میں موجود ہیں اور اس درمیان میں اس ناتواں کو اپنی دینی کتابوں سے ہی مدد ملی ہے ؎

تمتع زہر گوشۂ یافتم ☆ زہر خرمنے خوشۂ یافتم

اور یہ رسالہ مقدمہ اور تین باب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مقدمہ میں بیان ہے عقیدہ محققین شیعہ کا جو قرآن کے ساتھ رکھتے ہیں۔

پہلے باب میں ذکر ہے سُنّی اور شیعہ کے عقیدہ کا اصحابوں کے حق میں اور بیان اس امر کا کہ عقیدہ شیعہ کا بے شک مخالف ہے عقل اور نقل کے۔

دوسرے باب میں چند آیات قرآنی جو صحابہ کبار کی شان میں وارد ہیں، لکھی گئی ہیں جن سے حقیت مذہب اہل سنت کی اور باطل ہونا مذہب شیعہ کا صاف ظاہر ہے۔

تیسرے باب میں جواب ہے اُن اعتراضات کا جو شیعہ ظاہراً قرآن کی آیتوں سے تمسّک کر کے صحابۂ کبار کی کسر شان کرتے ہیں اور اسی باب میں بعض روایاتِ قویہ کتب معتبرہ شیعہ سے بھی منقول ہوئی ہیں جن سے بخوبی متحقق ہوتا ہے کہ شیعہ کا عقیدہ جیسا کہ قرآن کے مخالف ہے ویسا ہی مخالف ہے اقوال اپنے ائمہ معصومین کے۔ اور مسئلہ تقیہ اور اس کے متعلقات کی تحقیق اسی باب میں لکھی گئی ہے۔

خاتمہ(۱) میں ذکر ہے مناقب اہل بیت کا قرآن اور حدیث سے۔

مقدمہ:

واضح رہے کہ قرآن شریف مطابق عقیدہ اہل سنت کے جمہور علماے شیعہ کے نزدیک بھی تغیر و تبدیل و کمی وبیشی سے محفوظ ہے اور یہی تیس (۳۰) سیپارے جو مسلمانوں میں مروج ہیں خدا کی طرف سے نازل ہوئے ہیں۔ اور جو شخص شیعہ سے کہتا ہے کہ قرآن سے کچھ کم کیا گیا ہے تو محققین شیعہ اس کے قول کو مردود جانتے ہیں۔ اب مسئلہ کی سند شیعہ کی معتبر کتابوں سے لکھی جاتی ہے۔

رسالہ اعتقادیہ شیخ صدوق میں (جو شیعہ کے اجلہ علما سے ہے) لکھا ہے کہ قرآن خدا کی طرف سے یہی اُترا ہے جو مسلمانوں کے پاس موجود ہے اور جو کوئی قرآن کے نقصان کا قول ہماری طرف (یعنی شیعہ کی طرف) منسوب کرتا ہے تو اس کا اِفترا ہے۔ (یہ ترجمہ ہے کلام شیخ صدوق کا)

شیخ ابو علی طبرسی (جو اکابر مفسرین شیعہ سے ہے) تفسیر مجمع البیان میں (جو شیعہ کے یہاں نہایت ہی معتبر ہے) سید مرتضٰی سے (جو اُن کا بڑا پیشوا اور ثقہ ہے) لکھتا ہے کہ قرآن کی صحت پر ایسا علم بدیہی حاصل ہے جیسا کہ مشہور شہروں پر تواتر سے علم یقینی متواصل ہے بلکہ قرآن کی صحت کا علم اس سے بڑھ کر ہے کیونکہ قرآن معجزہ ہے نبوت کا اور ماخذ ہے علوم و احکام شریعت کا، علماے اسلام نے اس کی یادداشت میں بدرجۂ کمال کوشش فرمائی ہے حتیٰ کہ اعراب اور قراءت اور حروف اور آیات تک بیان کر دیا ہے، پس اس حالت میں ہرگز متصور نہیں ہوسکتا ہے کہ قرآن میں تغیر و نقصان ہوگیا ہو۔ (یہ ترجمہ ہے ملخص کلام شیخ طبرسی کا)

قاضی نور الٰہی شوستری (کہ مشاہیر و اکابر فضلا و مجتہدین امامیہ سے ہے مصائب النواصب میں لکھتا ہے) کہ قرآن میں تغیر واقع ہونے کا قول جو اِمامیہ کی جانب منسوب کرتے ہیں یہ جمہور امامیہ کا مقولہ نہیں ہے بلکہ بعض نامعتبر و غیر معتدبہ شیعہ اس کے قائل ہیں۔ (یہ ترجمہ ہے عبارت مصائب النواصب کا)

---

(۱) الٰہی! بحق بنی فاطمہ ☆ کہ برقولِ ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم ردکنی در قبول ☆ من ودست ودامانِ آل رسول

محمد بن حسن عاملی (کہ کبار محدثین امامیہ میں سے ہے رسالہ رد معاصرین میں لکھتا ہے) جس نے احادیث وآثار وتواریخ کی جستجو کی تو اُس کو علم یقینی ہوا اس پر کہ قرآن اعلیٰ درجہ تواتر میں تھا اور ہزار ہا صحابہ اس کو حفظ اور نقل کرتے تھے، اور آنحضرت ﷺ کے زمانے میں مجموع تھا۔ (یہ ترجمہ ہے عبارت محدث عاقلی کا تفسیر صراط مستقیم سے کہ شیعہ کے یہاں از بس معتبر ہے)

ملا حسن کہ معتمدین متاخرین شیعہ سے ہے اپنی تفسیر صافی میں بذیل آیت اِنّا نَحْنُ نَزَّ لْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَه' لَحٰفِظُونَ (۱) لایا ہے کہ قرآن بموجب حکم تاکیدی خداے تعالیٰ کے تحریف اور تغیر زیادت اور نقصان سے محفوظ ہے۔ انتھی

اس باب میں ہر چند سندیں بہت ہیں مگر بنظر اختصار اِن پانچ سندوں پر برعایت پنجتن پاک اِکتفا کیا گیا۔ باقی رہا ایک سوالِ جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ کافی کا مصنف محمد یعقوب کلینی جس کو شیعہ ثقۃ الاسلام جانتے اور اس کا استاد علی قمی اور شیخ بن ابی طالب طبرسی کہ یہ بھی علماے اعلام شیعہ سے ہیں اپنی تصانیف میں تحریف اور نقصان قرآن کی روایات لائے ہیں اور اس کو اپنا معتقد فیہ جانا ہے جیسا کہ تفسیر صافی کے مقدمات میں لکھا ہے، پس کیونکر صادق آئے کہ قرآن کی تحریف ونقصان کا قول محققین شیعہ کا مقولہ نہیں ہے؟ سو جواب اس کا اُسی تفسیر صافی سے بچند وجوہ دیا جاتا ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ تفسیر مجمع البیان میں شیخ ابو علی طبرسی (کہ شیعہ کے یہاں بڑا افاضل مستند اور اس کی تفسیر بہت بھاری سند ہے) لکھتا ہے کہ بعض امامیہ قرآن میں تغیر اور نقصان واقع ہونے کے قائل ہیں۔ پھر اُس کے دفعیہ میں یہ لکھتا ہے کہ صحیح مذہب ہمارا اس کے برخلاف ہے۔ یہ ترجمہ ہے اُس کی عبارت کا۔

پس بخوبی متحقق ہوا کہ محققین واعیانِ شیعہ کے نزدیک قول تغیر ونقصان قرآن کا مذہب صحیح کے برخلاف اور غلط ہے، خواہ راوی اُس کا کلینی ہو یا قمّی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی کہ شیعہ کے یہاں اکابر مجتہدین اور علماے اعیان سے ہے، تبیان میں لکھتا ہے کہ قرآن میں زیادتی اور نقصان کا قائل ہونا بھاری نالائق ہے

---

(۱) خدا تعالیٰ فرماتا ہے بے شک ہم نے اتارا قرآن اور بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

کیونکہ قرآن میں زیادتی باتفاق سُنّی وشیعہ جھوٹ اور باطل ہے اور نقصان ہونا قرآن سے یہ بھی مسلمانوں کا مذہب نہیں ہے اور صحیح مذہب امامیہ کا بھی یہی ہے کہ قرآن میں نقصان نہیں ہوا، اور شیخ صدوق نے اِسی مذہب کو منصور کہا ہے اور ظاہر میں ائمہ معصومین کی روایات سے ایسا ہی منظور ہوا ہے، لیکن وہ روایات آحاد کہ جن سے نقصان قرآن پایا جاتا ہے اُن سے علم یقینی حاصل نہیں ہوتا ہے اس لیے اُن روایات سے مشغول ہونا بے جا ہے بلکہ اُن کو رد کرنا سزا ہے کیونکہ اول تو وہ روایات صحیح نہیں اور بالفرض اگر صحیح ہوں تو ان میں تاویل ممکن ہے پس ایسی روایات موجب طعن قرآن (کہ جو ہمارے پاس دفتین میں موجود ہے۔ اور ہم کو اس کی صحت پر علم یقینی حاصل ہے) ہرگز نہیں ہوسکتی ہیں۔ اور بھی آنحضرت وائمہ صلوٰۃ اللہ علیہم نے اس قرآن کے پڑھنے اور اسی سے تمسک کرنے کا حکم دیا ہے بلکہ حدیث میں آیا ہے کہ جو کچھ اس قرآن کے مطابق ہو اُس پر عمل کرو اور جو اس کے برخلاف ہو اُس کے نزدیک نہ جاؤ اور بھی شارع معصوم علیہ الصلوٰۃ من القیوم نے حدیث ثقلین میں اِس قرآن کے تمسک کرنے کا ارشاد فرمایا ہے، پس اگر یہ قرآن محرف اور ناقص تھا تو کیا شارع نے جو نہایت مہربان تھا تکلیف مالا یطاق کا اَمر کیا۔ الکل مترجم من مقدمات التفسیر الصافی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ملا صادق (جو نہ فقط امامیہ کے نزدیک بلکہ اس قول میں سارے فرقوں اسلامیہ کے نزدیک صادق ہے) کلینی کی شرح میں لکھتا ہے کہ بارہویں امام کے ظہور کے ایام میں یہ قرآن اسی ترتیب سے ظاہر اور مشہور ہوگا۔ انتھی

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اِمامیہ کے اُصول میں یوں مقرر ہے کہ جو چیز روایت آحاد سے ثابت ہو اگر وہ مخالف ہو اَدلۂ قطعیہ کے تو واجب الرد سمجھی جائے گی، چنانچہ ابن المطہر اُصولی (جو کہ شیعہ کے یہاں بڑا معتبر ہے) مبادیٔ الوصول میں لکھتا ہے کہ اور قرآن کا زیادت ونقصان سے محفوظ ومصوٗن ہونا آیاتِ قطعیہ سے ثابت ہے جیسا کہ اِنّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور وَ اِنَّهٗ لَکِتَابٌ عَزِیْزٌ لا یَاْتِیهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ (۱) اور وہ روایات آحاد جن سے کلینی اور قمی اور طبرسی نقصان قرآن کے معتقد ہوئے ہیں امامیہ کے

---

(۱) اور تحقیق وہ کتاب عزیز ہے، نہیں آتا ہے جھوٹ اس کے آگے سے اور نہ پیچھے سے، اتارنا ہے صاحب حکمت اور صاحب تعریف کی طرف سے۔ ۱۲

یہاں بھی اُن روایات کے ثبوت اور صحت میں شک ہے اور صریح حکم قرآن کے برخلاف دلالت کر رہے ہیں پس واجب ہے ان کا رد کرنا اور قرآن کے حکم کو ماننا جیسا کہ تفسیر صافی کے مقدمات میں مذکور ہے۔

پس بخوبی ثابت و متحقق ہوا کہ صحیح اور منصور مذہب امامیہ کا یہی ہے کہ قرآن میں ہرگز ہرگز تغیر و زیادت و نقصان نہیں ہے جیسا کہ مقدمہ کے ابتدا میں لکھا گیا۔

اب خلاصہ مطلب تمہید اس مقدمہ سے یہ نکلا کہ جب قرآن شریف منزل من عنداللہ شیعہ کے نزدیک بھی یہی ہے جو مسلمانوں کے پاس موجود ہے پس بیشک جو کچھ اس قرآن سے ثابت و متحقق ہوگا اُس پر ایمان لانا اور اُس کا معتقد ہو جانا سارے مسلمانوں کو عموماً اور فرقہ شیعہ کو خصوصاً واجب ہے، ورنہ بلاشبہہ انکارِ قرآنی اور ارشادِ الٰہی سے بے فرمانی اور اسلام کو سلام خوانی لازم آئے گی۔

پہلا باب ہے بیان اعتقادِ سُنّی و شیعہ میں جو اصحاب کبار کے حق میں رکھتے ہیں نیز بیان اس کا کہ عقیدہ اہلسنّت کا مطابق ہے عقل و نقل کے بخلاف عقیدہ شیعہ کے کہ وہ سراسر مخالف ہے عقل اور نقل کے۔

واضح رہے کہ لفظ ’اَصحاب‘ جمع الجمع ہے ’صاحب‘ کی، جس کے معنی ’یار‘ ہیں اور محدثین اور بعض اُصولیین کے نزدیک ’اصحاب‘ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے ملاقات کی اور اسلام پر ہی اِنتقال ہوا اور جو نبوت سے پہلے آنحضرت ﷺ کا مصاحب رہا اور پھر نبوت سے پہلے ہی مرگیا تو وہ بھی ’اصحاب‘ سے ہے۔

اور مذہب مختار جمہور اُصولیین کا یہ ہے کہ جس نے بہت مدت تک صحبت شریف حضور سرور عالم ﷺ سے منافع اُٹھایا ہے اور راہِ متابعت میں قدم بڑھائے تو وہ اصحابوں میں سے ہے، کیونکہ عرفِ یمن میں ایسے ہی شخص کو ’صاحب‘ اور ’یار‘ کہا جاتا ہے۔

اب جاننا چاہیے کہ اہل سنت کے عقائد کی بنا اس پر ہے کہ حضرات خلفاے راشدین اور دوسرے انصار اور مہاجرین وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین مؤمنین کاملین اور متقین وصدیقین سے تھے کہ اِن سب نے ایمان لاکر دو جہاں کے بادشاہ علیہ الصلوٰۃ والثناء کے ہمرکاب اپنا مال وجان نثار کیا اور خدا ہی کے واسطے خدا کی راہ میں شرک وکفر کے دفع کرنے کو جہاد کیا اور اقامت نماز وادائے روزہ واجرائے دیگر احکام شریعہ میں جیسا کہ چاہیے تھا ویسا ہی سرگرم رہے، اور کوئی دقیقہ حمایت ونصرت دین اسلام کا خواہ آنحضرت ﷺ کی حیات میں یا بعد وفات فروگزار نہ چھوڑا۔

خصوصاً خلفاے ثلثہ یعنی حضرات ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم اپنی سچی خلافتوں میں نہایت عدل اور انصاف فرما کر اہل بیت نبوت کے حقوق بخوبی ادا کرتے رہے اور حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بھی اصحاب ثلثہ کے مصاحب رہے اور ان کی رفاقت ومدد میں کفار کے ساتھ جہاد کرتے اور خدا کی راہ میں لڑتے رہے اور انہی کے پیچھے پانچ وقتی نماز اور جمعہ وعیدین پڑھتے اور ان کی خلافتوں کے ایام میں ساری عمر ایسا ہی کرتے رہے اور پھر اپنی خلافت میں اصحاب ثلثہ کے حق میں دعائیں اور بہت مدح وثنا میں فرماتے تھے اور کبھی دین حق اور احکام شرعیہ کے اظہار میں نہ کسی سے ڈرتے اور نہ شرماتے تھے اور شیعہ کے مذہب کا مدار اس بات پر ہے کہ اصحابِ ثلثہ اور دوسرے ہزارہا اصحاب (پناہ بخدا) ایمانِ منافقانہ رکھتے تھے اور ہجرت وجہاد، نماز وروزہ اور سارے شعائر اسلام ریاست دُنیوی کی طمع اور ریا کے واسطے کرتے تھے۔

اور بعض شیعہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر اصحاب ثلثہ کا ایمان اخلاص سے تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اہل بیت کو ایذا دینے سے مرتد ہو گئے تھے اور شیر خدا کا حق جبر کر کے چھینا اور اُن کی مدد نہ کی اور حضرت اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈرتے ان کی متابعت کرتے اور ان کے پیچھے نماز پڑھتے رہے یہاں تک تقیہ کیا کہ اپنی پاک بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہ کا عمر (رضی اللہ عنہ) سے نکاح کر دیا۔

اور متاخرین شیعہ اصحاب ثلثہ کو فاسق جانتے، مرتکب گناہ مانتے ہیں پھر سارے شیعہ کا یہ قول ہے کہ خالص مومن صحابہ بیس (۲۰) نفر سے بھی کم تھے اور اہل بیت نبوت جو اُمت کو قرآن اور دین پہنچانے والے تھے ہمیشہ خوف وخطر میں رہے بلکہ گویا دنیا میں نہ ہوں اور یہ لوگ مثل علم دین کے مظلوم

ومکتوم رہے یعنی اہل بیت دین کے پہنچانے والے بھی پوشیدہ رہے اور علم دین بھی چھپا رہا۔ یہ گفتگو ہے سنی اور شیعہ کی اصحابوں کے باب میں۔

اب یہاں پر اگر اُن آیات قرآنی کا لحاظ نہ کیا جائے جو اہل سنت کے دعوی کی تصدیق اور اُن کے عقائد کی سندیں ہیں تاہم یہ امر اظہر من الشّمس ہے کہ اہل سنت کا عقیدہ اصحاب ثلثہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کے حق میں ایسا درست اور راست ہے کہ جس کو عقل سلیم تسلیم کرتی ہے اور ہر شخص عاقل خواہ اسلامیہ فریق سے یا کسی اور طریق سے ہے اس مذہب کو حق جانتا ہے کیونکہ یہ مشہورات ومتواترات سے ہے (چنانچہ قریب مذکور ہوگا) بخلاف عقیدہ شیعہ کے کہ اس میں بدیہی اور یقینی باتوں کا انکار ہے۔

انصاف کرنا چاہیے کہ حضرت ختم الانبیاء سرور خاصگانِ خدا محبوب ومطلوب جناب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام والثناء تیئس (۲۳) برس دعوی نبوت کی مدت میں ان تین بزرگوار کو اپنا وزیر ومشیر بنائیں اور ان میں سے دو صاحبوں کو منصب خسری اور ایک حضرت کو دوبارہ رتبہ دامادی پر فائز فرمائیں اور ہر رنج وراحت میں شریک رکھ کر کبھی ان کو دُور اور مہجور نہ کریں۔

پھر باوجود اس لطف برمزید کے کیا ممکن ہے کہ ان کو تربیت خاصہ نبوت سے کچھ اثر نہ ہو اور عنایت رسالت (کہ بجان ودل ان پر مصروف تھے حالانکہ اس نے ایک زمانہ کو غرقاب کفیر سے نکال کر ساحل ایمان تک پہنچایا) تو اِن کی بابت فضیلتیں اور کمالات سے قطع نظر اصل ایمان تک مدد نہ فرمائی اور حمایت وحفاظت الٰہی جو دین اسلام کے شامل ہے، کیا وہ یہی تھی کہ بعد وفات آنحضرت ﷺ کے ایسے خواص اصحاب تربیت عمدہ کے فیض یاب مرتد ہو جائیں یا اپنا سالہا سال کا تقوی اور ورع چھوڑ کر فاسق وفاجر بن جائیں اور پھر آنحضرت ﷺ کی مسند خلافت پر بیٹھ کر خلیفہ رسول اللہ کہلائیں، ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا۔

دیکھو صحبت کی تاثیر عموماً اور نیکوں کی صحبت کے اَثر سے بدوں کا نیک بن جانا خصوصاً تصانیف حکما میں ایسا مذکور ہے کہ جس کے دیکھنے سے شکوک زائل اور یقین کامل ہو جاتا ہے۔ اگر دوسری کتابوں پر دسترس نہیں تو حضرت بلبل شیراز کی گلستان ہمیشہ بہار سے سن لیجیے اور تردّد کو رفع کیجیے ؎

پسر نوح بابدان بہ نشست ☆ خاندان نبوتش گم شد
سگِ اصحابِ کہف روزے چند ☆ پئے نیکان گرفت مردم شد

یہاں پر ایک بات مناسب حال یاد آئی ہے چونکہ معاملہ اپنی آنکھوں کا دیکھا ہوا ہے، اس لیے ذکر اس کا بہت مستحسن اور پسندیدہ معلوم ہوا اور وہ یہ ہے:

حکایت: ایک شخص لوگوں کی نظروں میں خواص سے نہ تھا بلکہ عامی قصور کا رہنے والا میاں عبدالخالق نامی من جملہ مریدان حضرت قطب الوقت جناب میاں صاحب مولانا بالفضل اولانا جناب میاں صاحب(۱) غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری خلیفہ حضرت غوث الوقت جناب شاہ صاحب شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہما سے۔ ایام وبا میں سخت بیمار ہو کر تھوڑے دنوں میں عوارض کی شدت سے بے ہوش ہو گیا۔ یہاں تک کہ عالم بے خبری میں بستر پر اِسہال جاری ہو گئے۔ اس حالت میں حقیر بمع عالم ربانی حافظ کلام حقانی متقی رحمانی مولانا حاجی حافظ غلام مصطفیٰ خان صاحب قصوری اس کی عیادت کے واسطے گیا، دیکھا کہ طاقت مقال نہیں اور حال سے بے حال ہے، بے ہوشی طاری اور نزع جاری ہے۔ میں نے بلند آواز سے پوچھا کیا خبر ہے؟۔

---

(۱) یہ حضرت (کہ حقیر کو ان کی جناب میں سوائے رابطہ شاگردی و مریدی کے نسبت ہمشیرہ زادگی و فرزندگی کے متحقق ہے) صاحب نہایت استقامت و کرامت تھے۔ اول اپنے خاندان سے کسب علوم ظاہر و باطن کر کے پھر حضرت شاہ صاحب دہلوی قدس سرہ سے بیعت کی۔ حضرت شاہ صاحب کو ان پر نہایت عنایت تھی، بیعت کے وقت اُن کے دونوں ہاتھ اونچے کر کے فرمایا کہ تمہارا ایک ہاتھ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور دوسرا ہاتھ خواجہ خواجگان نقشبند قدس سرہ کے ہاتھ میں دیا گیا، اِن دونوں پیروں کی توجہ تم پر مبذول رہے گی۔ وعلیٰ ہذا القیاس اور بشارتیں بھی فرمائیں اور ایسا ہی ہوا کہ یہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ جب بعد ایک سال کے خلعت خلافت لے کر وارِدِ وطن مالوفہ ہوئے تو ان کے فیض سے پہلے ایک عالم فیض یاب ہوا۔ علوم ظاہر سے بدعتیوں کے رد فرماتے رہے، فقہ اور علم سیر میں رسالے لکھے اور وہ مقبول علما و صلحا ہوئے اور بہت علمائے نامدار ڈیرہ جات و بھیرہ و میانی وللہ وغیرہ اطراف کے درجہ تکمیل و خلافت سے فائز ہوئے۔ پھر ان سے صدہا لوگ واصل بحق ہوئے۔ ان حضرت کی استقامت تو شہرۂ آفاق ہے۔ تھوڑی سی کرامتیں دینی بھائیوں کی دل خوشی کے واسطے لکھتا ہوں۔

کرامت نمبر ا: حکیم خیر الدین صاحب امرتسری اور رمداس کے دوسرے محبوں کی زبانی دریافت ہوا کہ آپ بمقام 'رمداس' حکیم محمد بخش صاحب مرحوم کے گھر بتقریب دعوت تشریف لے گئے تھے، حکیم صاحب نے ہاتھ دُھلانے کے وقت عرض کی کہ یہ لڑکا جوان ہماری قوم سے اس بلا میں مبتلا ہے کہ جب نقارہ کی آواز سنتا ہے بے اختیار ناچنے کودنے لگ جاتا ہے، کیسا ہی مضبوط باندھا ہوا ہو پھر بھی ہاتھ پاؤں کھلوا کر رقص میں آتا ہے، بہت سے حیلے کرائے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔

............آپ نے فرمایا کہ یہ پانی فقیر کے ہاتھوں کا اور غرغرہ کا غسالہ اس کو پلا دو اور ابھی ایک نقارچی کو بلاؤ کہ اس کے پاس آ کر بجائے۔ دہل نواز آیا اور اس نے بڑی کیفیت سے نقارہ بجایا اُس جوان کو کچھ بھی تاثیر نہ ہوئی، صحیح وسالم بیٹھا رہا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ اس کو دبرونکل میں (جہاں نقارچیوں کا اژدھام اور شیطنیت کی دُھوم دھام ہوتی ہے) پہنچانا، جب وہاں کے نقاروں کی چوٹ سے لوٹ پوٹ نہ ہوا تب جانا کہ کلی صحت ہوگئی ہے۔ پس وہ مقام دبرونکل پر بھی گیا اور مداخلت شیطانی سے محفوظ رہا۔ سبحان اللہ! تصرف سنت اور قمع بدعت اس کا نام ہے۔

کرامت نمبر۲: مولوی غلام مرتضٰی صاحب بیربل والوں نے زبانی حضرت مولوی صاحب للہ والوں کے ذکر فرمایا کہ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں ایک شخص دیوانہ کتے کاٹے ہوئے کو (جو ایسی حالت جنون میں تھا جس پر کوئی دم اور عزیمت اثر نہیں کرسکتا ہے) لے آئے آپ نے اُس پر تین دفعہ پھونکا وہ فوراً اچھا بھلا ہو کر ہوش میں آ گیا۔ مولوی صاحب نے عرض کی کہ قبلہ! یہ کیا کلام دم کی گئی تھی؟۔ فرمایا: کچھ بھی نہیں پڑھا، یونہی پھونک دیا تھا۔ العظمۃ للہ! یہی معنی ہیں اِس کے ؎ گفتہ او گفتۂ اللہ بود = گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

کرامت نمبر۳: حاجی امام بخش صاحب ساکن اچھرہ نے بیان فرمایا کہ ایک روز لاہور کے ایک ہندو نے موضع مزنگاں میں آپ کے حضور میں عرض کی کہ میری عورت بہت مدت سے آسیب جن میں گرفتار ہے اور بے ہوش وحواس و ننگی بیٹھی رہتی ہے، جو صاحب عزیمت آتا ہے اُس کا علم کچھ تاثیر نہیں دکھاتا ہے بلکہ خفیف ہو کر واپس جاتا ہے۔ سو اِس کے بہت جگہ اور مشہور مکانوں پر خود بھی جا کر حیلے کر آئے کچھ فائدہ نہیں ہوا ہے، اب آپ کی خدمت میں سب سے مایوس ہو کر حاضر ہوا ہوں، رب کے نام پر کچھ دستگیری فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ تو فقیر کا پس خوردہ پانی اپنی عورت کو پلا دے گا؟ اُس نے عرض کی ضرور پلا دوں گا۔ فرمایا: جلد پانی لے آ، وہ پانی لے آیا آپ نے سوا اس کے کہ پانی کو ہاتھ لگایا ہو، دُور سے فرمایا کہ اب یہ پانی پس خوردہ ہوگیا۔ عورت کو پلا دے اور پھر خبر جلد لا۔ وہ شخص تخمیناً بعد ایک پہر کے خوش خوش واپس آیا اور بولا کہ پانی کے لے جاتے ہی وہ جن جو کبھی حاضر نہیں ہوا تھا، حاضر آ کر قسمیں دے کر بولا کہ میں جاتا ہوں۔ یہ پانی مجھے نہ پلائیو، میں نے زور سے عورت کو پکڑ کر وہ پانی پلا دیا، فوراً وہ ہوش میں آ گئی اور کپڑے پہن کر چنگی بھلی ہو بیٹھی ہے۔

کرامت نمبر۴: حضرت مولوی صاحب للہ والے اور بہت سے بھیرہ وغیرہ کے محبوں سے سنا گیا ہے کہ بارہا آپ کی دعاے برکت سے چالیس پچاس آدمی کے کھانے نے دو دو سو آدمی کو سیر کر دیا بلکہ ایک دفعہ آپ کے ایک مخلص نورباف نے بھیرہ میں حضرت کی دعوت کے واسطے ساٹھ ستر (۷۰/۶۰) آدمی کا کھانا تیار کیا تھا، بروقت تناول کے آپ کی خدمت میں دوسو آدمی جمع ہو گئے، میزبان کو مارے فکر کے غش ہو گیا اور بے ہوش ہو گیا۔ آپ کو جونہی خبر ہوئی فرمایا: فکر نہ کرو طعام کو اپنے ہاتھ مبارک سے برتنوں میں ڈالا اور کھلانا شروع کیا۔ سارے مہمان شکم سیر ہو کر رخصت ہوئے اور اہل محلّہ کو بھی طعام تقسیم کرایا اور گھر والوں نے بھی بڑی فراغت سے کھانا کھایا۔ الغرض! اس قسم کی کرامت حضرت کی اُس دیار میں متواتر مشہور ہے۔ آنحضرت ﷺ کی خلافت اور نیابت (جن کی شان والا میں راست ہے کہ ’فراخی بدو دعوت تنگ را گواہے بر اعجاز اورنگ را‘) اسی کا نام ہے۔

کرامت نمبر۵: حافظ عبدالرحمٰن خاں صاحب قصوری وغیرہ ڈیرہ اسمٰعیل خان کے دوستوں کی زبانی سنا گیا کہ ایک دفعہ ایک دینی مسئلہ کے اظہار پر ڈیرہ کے نوابوں اور افغانوں کی طرف سے آپ کی تعظیم وتکریم میں فرق ہوا، آپ نے بنظر اعزازِ علم کئی برس تک ڈیرہ کا سفر موقوف کر دیا۔ اُن لوگوں پر سخت تکلیفیں عائد ہوئیں، وہ اکثر لاہور میں وارد تھے کہ آپ بھی قصور سے مزنگاں میں رونق افروز ہوئے، نواب غلام حسن خان ودیگر عمائد ڈیرہ نے حاضر ہو کر اپنی تقصیر کی معافی چاہی اور اپنی بہبودی کے واسطے دعاے خیر کرائی اور ڈیرہ میں آپ کی تشریف بری کے لیے بہت التجا اور تمنا کی۔ آپ نے فاتحہ خیر کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو پیشتر سے بھی زیادہ عزیز فرمائے اور بھلے دن دکھلائے۔ بعضوں نے اپنے دل میں کہا کہ پہلے سے زیادہ عزیز ہونا تو ناممکن ہے۔ آپ نے کچھ شیرینی دے کر سب کو رخصت فرمایا، آتے ہی حاکم لاہور کی طرف سے ایک خدمت پر مامور ہو کر کسی فوج کے تعاقب میں متعین ہوئے، اس فوج کا ساز وسامان گھوڑے وغیرہ ان کے ہاتھ لگے، حاکم نے سب کچھ اُن کو بخشا، ہوتے ہواتے ڈیرہ تک پہنچتے نہال اور مالا مال ہو گئے۔

کرامت نمبر۶: نیز حافظ عبدالرحمٰن خان صاحب وغیرہ کی زبانی دریافت ہوا کہ ایک مولوی صاحب حضرت سنگھر والوں کے مریدوں سے مزنگاں میں حضرت رحمہ اللہ کے خدمت میں آ کر ملتجی ہوئے کہ ہمارا ایک کام نواب شیخ امام الدین صاحب سے متعلق ہے، آپ ان کو سفارش کریں یا سفارش نامہ لکھ دیں۔ آپ نے فرمایا کہ فقیر کی دولت مندوں کے پاس آمد و رفت وخواند چنداں نہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ صاحبزادہ صاحب کو اجازت دیں کہ وہ سفارش کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ فقیر سے بھی زیادہ اہل دنیا سے متنفر ہیں۔ پھر انہوں نے دوبارہ سہ بارہ التجا کی۔ آپ نے فرمایا مولوی صاحب! تفویض الی اللہ کر کے ذرا صبر کرو۔ تھوڑی دیر نہیں گذری تھی کہ نواب شیخ امام الدین صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر آئے اور کچھ نذرانہ لائے۔ آپ نے فرمایا: کہاں سے آنا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ فلانے حاکم کی طرف جا رہا تھا کہ یکا یک کسی نے کہا کہ حضور تشریف فرمائے مزنگاں ہیں، آپ کی زیارت کے شوق نے حاکم کے پاس جانا فراموش کر کے خدمت شریف میں پہنچا دیا۔ آپ نے فرمایا: بہت اچھا ہوا کہ آپ آ گئے، ان مولوی صاحب کا کچھ کام آپ سے تھا اس کا حسن انجام کر دینا۔ عرض کی بسر و چشم۔ آپ ان شیخ صاحب اور دوسرے نوابوں اور رئیسوں کو بخوبی امر معروف فرماتے، لباس اور زیورات منہی عنہ سے توبہ وترک کرواتے تھے۔

کرامت نمبر۷: منشی عزیز الدین صاحب ممدوٹیہ اور دوسرے دوستوں سے دریافت ہوا کہ ایک مرتبہ نواب جمال الدین خان صاحب رئیس ممدوٹ کے چھوٹے بیٹے محمد خان کو تپ محرقہ ہو گیا تھا۔ حکیم غلام رسول قصوری نے علاج سے جواب دے دیا۔ نواب صاحب نے حضرت سے التجا کی۔ حضرت نے ایک توجہ میں ازالہ مرض فرما دیا، اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُس لڑکے کو اچھا بھلا کر کے بٹھا دیا۔

کرامت نمبر۸: ایک روز قبل از وفات مولوی غلام علی امرتسری کو آپ نے مکتوب شریف میں لکھا تھا:

’سلطان موت لشکر برسر کشیدہ‘

کرامت نمبر ۹: اور روز وفات جو صحیح سالم تھے اور مولوی صاحب اللہ والے مثنوی شریف کا شغل فرما رہے تھے۔ کتاب ابھی بہت باقی تھی آپ نے فرمایا کہ آج آپ کی کتاب ختم ہوگئی۔ پس اُسی دن بوقت دو پہر اکیسویں (۲۱) ذی قعدہ ۱۲۷۰ ہجری مقدسہ میں اسم ذات کو چند بار با آواز بلند تکرار فرما کر داعی اجل کو لبیک فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فقرہ 'بے نظیر زماں' مادۂ تاریخ وصال اس باکمال کا ہے۔ آپ کی وفات کے بعد بھی کرامات ظاہر ہوئیں، آپ کے مخلصوں پر ظاہر ہیں ایک دو چشم دیدہ بیان کرتا ہوں۔

کرامت نمبر ۱۰: ایک رات خواب میں دیکھتا ہوں کہ آپ اپنی مسجد کے صحن میں کھڑے ہو کر اپنی دستار مبارک فقیر کے سر پر رکھ کر فرماتے ہیں کہ اب تم ہماری جگہ پر ہوئے۔ فقیر بہت خوش ہوا لیکن بعد بیداری کے دل کو حیرت ہوئی کہ حضرت صاحبزادہ صاحب موجود ہیں، فقیر کیوں کر حضرت کی جگہ پر ہوا، بعد چندے جب فقیر سے بعون اللہ تعالیٰ ردو جواب اعداے دین متین بخوبی ہوئے اور خود حضرت صاحبزادہ صاحب فقیر کو اس امر میں سبقت دیتے رہے تو یقین ہوا کہ وہ خواب سراسر درست اور باصواب تھے۔ الحمدللہ تعالیٰ علی ذلک

کرامتنمبر ۱۱: جن دنوں میں فقیر شہر بانس بریلی میں مسجد واقعہ باغیچہ محمد الطاف علی خان صاحب رئیس بریلی میں فروکش تھا اور ان کے مقدمہ پر یوا کے واسطے دست بدعا تھا مگر اس مقدمہ کی سخت ابتری کے رو سے نہایت حیرت اور کمال فکرمندی تھی، ایک دن قیلولہ میں حضرت کی زیارت اسی مسجد میں ہوئی اور آپ نے فقیر کو کھانا مرغوب طبع کھلایا اور دل محزون کو بہلایا، بیداری کے بعد دل کو چین آیا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ عزت وحرمت سے سرانجام ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُس مقدمہ نے جو پرلے درجہ کا خراب تھا حسب مراد انفصال باب اور عزیز بے چون نے فقیر کو سب باشندگان بریلی کی نظروں میں عزیز ٹھہرایا۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃ

کرامت نمبر ۱۲: حضرت نے تحفہ رسولیہ کے اخیر میں ایک برس حضرت صاحبزادہ صاحب کے تولد سے پہلے اُن کو نصائح فرمائے اور جن صفات سے ان کو موصوف لکھا تھا وہ بعد از تولد و بلوغ ویسے ہی ہوئے۔ عالم، عامل، شیخ، محقق، کامل، شکیل، عقیل، فصیح، نبیل، عمدہ علما، فحول مولائی واستاذی واخی حضرت حافظ عبدالرسول رحمہ اللہ تعالیٰ خلف الرشید پیدا ہوئے، دنیا اور اہل دنیا سے سخت بیزار مساکین اور فقرا کے دلدار تھے۔ دو روز قبل از وفات سب سے وداع فرما کر دولت خانہ کے بالا خانہ پر گوشہ پکڑا اور تہیہ سامان موت میں مصروفیت کی، چونکہ بظاہر کوئی مرض نہ تھی کسی کو اُن کی وفات کا گمان نہ آتا مگر آپ نے ہر روز انتقال کفن کی تیاری کروائی اور فاتحہ و درود کی نسبت بھی وصیت فرمائی اور حاجی حافظ مولانا غلام مصطفیٰ خان صاحب کو فیروز پور سے طلب فرمایا اور حکیم چراغ دین صاحب قصوری کو بھی بلوایا اور فرمایا کہ اب حالت نزع ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ آپ بالکل تندرست ہیں ایسی نزع ہم نے کسی کی نہیں دیکھی کہ خوش بخوش بیٹھے باتیں کریں۔ آپ نے فرمایا رحمت الٰہی کے دروازے کھلے نظر آتے ہیں بہت لوگ کلمہ پڑھتے پڑھتے چلے جاتے ہیں۔ الغرض! نماز ظہر ادا کر کے کلمہ اور صفت ایمان با آواز بلند پڑھ کر سربگریباں اور واصل جناں ہوئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنَا الیہ راجِعُوْن.

آپ کی وفات کا مادہ تاریخ طبع زاد فقیر یہ ہے: ''رَضِیَ اللّٰہُ الْحَمِیْدُ عَنْہُ'' (۱۲۹۴ھ)

فقیر آپ پر نماز جنازہ اور تدفین سے مشرف ہوا اور عالم رؤیا میں نہایت عنایتوں سے مخصوص ہے۔ بعد الوفات آپ کی بہت کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں۔

حضرت کا نواسہ صاحبزادہ سید محمد شاہ صاحب شوال ۱۲۹۶ھ میں سخت بیمار ہوا، ایک روز فقیر نے حضرت کی قبر کے پاس دعا کی کہ خدایا ان حضرت کے نواسہ کو صحت عطا فرما۔ اُسی دن بعد از دوپہر حاجی بیلا حضرت کے مخلصوں سے صاحبزادہ صاحب کے پاس آ کر مبین ہوا کہ حضرت بوقت قیلولہ میری خواب میں جلوہ فرما گئے ہیں کہ سید محمد نے کتنے روزے رمضان شریف کے توڑ ڈالے ہیں اس واسطے اس کو مواخذہ ہے، اگر آیندہ توبہ کرے تو صحت ہو جائے گی تو انہوں نے مانا کہ مجھ سے یہ حرکت ہوئی تھی اب میں سچا تائب ہوں پس صحت ہو گئی۔

نظام الدین صاحب قصوری رسالہ دار نے حافظ غلام مصطفٰے خان صاحب کی طرف خط میں بھی لکھا تھا اور فقیر سے زبانی بھی بیان کیا تھا کہ جن دنوں میں ہمارا رسالہ کابل کے پہلے ہنگامہ میں جلال آباد میں تھا ایک روز میری طبیعت میں سخت وحشت تھی اور گویا موت آنکھوں کے سامنے پھر رہی ہے نو بجے رات کے اُسی حیرت اور گھبراہٹ میں میرے دل میں آیا کہ کوئی کسی کا وسیلہ جمیلہ تکلیف میں کام آتا ہے مگر ہمارے لیے اس حالت اضطرار میں کوئی بھی حامی نہیں ہے۔

اسی حالت میں کمر بستہ خیمہ میں لیٹا بمجرد خواب کے حضرت صاحبزادہ صاحب کی زیارت ہوئی مجھے فرمایا کہ اگر تمہارا کچھ کام ہے تو بتاؤ میں نے عرض کی کہ کام تو عرض کروں گا مگر آپ تو دنیا سے انتقال کر گئے تھے، اب کیسے تشریف لے آئے ہیں؟۔

آپ نے فرمایا تو اس بات کا واقف نہیں جو تیرا کام ہے وہ بتا۔ میں نے عرض کی موت کے منہ میں گرفتار اور سخت ناچار ہوں۔ آپ نے فرمایا تجھے خیر ہے وظیفہ 'یا سلام' کا جو ہمارے بڑے حضرت رحمہ اللہ سے حاصل ہے وہ پڑھا کر جب میری آنکھ کھلی تو دل کو تسلی ہوئی خیر و عافیت سے دن گزر گئے۔

ڈیرہ اسماعیل خان میں غلام محی الدین خان عرف گامے خان نے خواب میں دیکھا کہ آپ گھوڑے پر سوار جیل خانہ کو تشریف لے جاتے ہیں اس نے پوچھا کہ آپ کہاں جاتے ہیں؟ فرمایا: عبداللہ خان خلف دُر محمد خان خاکوانی جو گرفتار ہوا ہے اس کو چھڑانے جاتا ہوں اس اثنا میں ایک فوج آگے سے آئی آپ کے ساتھ ایک اور فوج پیدا ہو گئی اور آپ کی فوج فتح یاب ہوئی، اس خواب سے تھوڑے دن بعد عبداللہ خان رہا ہو گیا۔

اللّٰھم ارحمھما وارشدنا بإرشاداتھما وامددنا بإمداداتھما .

اس عالم بے ہوشی میں جواب دیا :

أشهد أن لا إله إلا اللّٰه و أشهد أنّ محمّدا عبده و رسو له .

میں نے پھر ان کا نام لے کر کہا: کیا حال ہے؟۔

پھر بولا: **أجدد إيمانى بقول لا إله اِلّا اللّٰه محمد رسول اللّٰه**

یعنی میں کلمہ شریف سے اپنا ایمان تازہ کرتا ہوں ۔

میں نے ان کے گھر والوں سے پوچھا کیا یہ کچھ اور نہیں بولتے ؟ انہوں نے کہا کہ ہم بھی جب مکرر بلاتے اور ہلاتے ہیں تو یہی جواب پاتے ہیں ۔

الغرض! اس حالت میں تھوڑی دیر بعد جان بحق تسلیم ہوئے اور داخل دارالنعیم ۔ سبحان اللہ وبحمدہ ۔ نیک صحبت کی کیسی عمدہ برکت ہے کہ اُس حالت ممات میں ان کی زبان پر کلمہ نجات جاری تھا اور وہی آخر کلام ہوا ۔ صحیحین میں روایت ابوذر آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

مَامِنْ عَبْدٍ قَالَ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ثُمَّ مَاتَ عَلٰى ذٰلِکَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ .(۱)

(یعنی جو شخص لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے ہوئے مر جائے تو جنت میں داخل کیا جائے گا ۔)

کیا خوب فرمایا ہے ۔

ہیں غذائے دل بدہ از ہمدلے   رو بجو اقبال را از مقبلے
دست زن در ذیل صاحب دولتے   ناز افضالش بیابی رفعتے
صحبت صالح ترا صالح کند   صحبت طالح ترا طالح کند
یک زمانے صحبتِ با اولیا   بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
گر تو سنگِ خارہ ومرمر بوی   چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

قصہ مختصر! مجھ کو اس حال کے دیکھنے سے مشائخ طریقت کے اس قول کی حقیقت پر عین الیقین ہوا کہ فرمایا ہے اولیاء اللہ کے سلسلہ کے منتسب اگر بلند درجوں پر ترقی نہ کریں تو ان کو اتنا ہی کافی ہے کہ ایمان پر خاتمہ ہو جاتا ہے ۔

---

(۱) صحیح بخاری: ۷/۱۴۹ حدیث: ۵۸۲۷ ...... صحیح مسلم: ۱/۹۵ حدیث: ۹۴ ۔

ایمان چو سلامت بلب گور بریم
یا احسنت زہے چستی و چالا کی ما!

غور کا مقام ہے کہ اولیا اور صحابہ کے ہم نشینوں کا یہ حال ہے اور آنحضرت ﷺ کے مصاحبوں اور دوستوں کے حق میں شیعہ کی وہ مقال ہے ہاں ع:

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب ست

اگر شیعہ مسلمانوں کی بات نہ مانیں اس لیے کہ یہ صحابہ کے طرف دار ہیں تو ذرا دوسرے دین والوں کے ہی ذرا سن لیں کہ وہ انصاف کی رو سے اصحاب علیہم الرضوان کی شان میں کیا ادائے شہادت کر رہے ہیں۔ یہاں پر کسی قدر عبارت کتاب آف جون ڈیون پورٹ عیسائی متوطن لندن کا ترجمہ مؤید الاسلام مطبوعہ دہلی سے نقل کرتا ہوں تا کہ اولی الابصار کو بصیرت حاصل ہو اور اگر ہادی حقیقی چاہے تو کوئی شیعہ ہی راہِ راست پر آ جائے۔ **وهذه عبارته**

> ’آپ نے اپنی رسالت کا حال اپنی زوجہ پر افشا کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسے فی الفور تسلیم کر لیا- الیٰ قولہ- حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد زید رضی اللہ عنہ آپ کا عربی غلام ایمان لایا اور آپ نے اس کو آزاد کر دیا، پھر آپ کے چچا زاد بھائی علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے، پھر آپ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت اسلام کی اور کامیابی ہوئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ قریش کے خاندان میں بڑے امیر اور ذی وجاہت تھے۔ اس وقت مکہ کے بڑے بڑے امیر لوگ بعض ابوبکر کو دیکھ کر اور بعض صرف ان کی نصیحت سے اس نئے مذہب میں داخل ہو گئے۔ یہ بات آپ کی صاف باطنی پر خوب دلیل ہے کہ سب سے پہلے جو لوگ ایمان لائے وہ آپ کے دوست اور اہل خاندان تھے جو آپ کی عادت سے خوب واقف تھے۔ اگر آپ معاذ اللہ فریبی ہوتے تو یہ لوگ آپ پر ہرگز ایمان نہ لاتے اور ان پر یہ فریب ضرور ظاہر ہو جاتا۔ یہاں تک عبارت مؤید الاسلام کی تھی۔

اور پھر اس کتاب میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے ایمان لانے کے قصہ میں لکھا ہے کہ:

آپ نے فرمایا کہ اے عمر! کہاں سے آتے ہو؟ کیا تم یہاں جب تک رہو گے کہ تم

> آسمان کے تلے دب جاؤ اور تم پر گر پڑے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں آپ کے پاس آتا ہوں اور خدا پر اور آپ پر جو اس کے پسندیدہ نبی ہیں ایمان لایا اور پھر لکھا ہے اسی تکلیف یعنی مرض وفات کے ہنگامہ میں آپ نے شام کی دوسری مہم کا تمام انتظام فرمایا اسلام کے جھنڈے کو دعا دی اور اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔ آپ کو عمر رضی اللہ عنہ کی وفاداری کا کامل اعتماد تھا اس فوج کا سردار بنایا اپنی وفات کے تین دن پہلے تک آپ نے ہر وقت نماز پڑھایا کی مگر جب آپ ایسے نقبہ ہو گئے کہ مسجد میں اپنے خادموں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر آتے اور تب بھی پیر نہ ٹکتا تھا آپ نے وفادار دوست ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم کیا کہ تم نماز پڑھاؤ۔ (انتہیٰ)

اب یہاں پر منصف بن کر غور کرو کہ آنحضرت ﷺ کی جناب میں شیخین کی دلی محبت اور آپ کی متابعت کا یہاں تک رُسوخ تھا کہ آپ ان کو اسلام کے لشکروں میں افسر اور مسلمانوں کی نمازوں کے امام بناتے تھے اور دوسرے دین والے بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قریب وفات اپنی کے آنحضرت ﷺ نے اپنا نائب بنا دیا پس ایسے لوگوں کو جو بحکم آنحضرت ﷺ سارے مسلمانوں کے امام اور سردار تھے، 'منافق' یا 'کافر' یا 'گنہ گار' کہنا اپنے ایمان سے بیزار ہونا ہے۔ **اعاذنا اللّٰہ و جمیع المسلمین عن ذلک** (خدا اہل اسلام کو ایسے بُرے عقیدوں سے نجات بخشے)

پھر اسی کتاب میں لکھا ہے :

> آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم جانشین ہوئے اور خلفا کہلائے۔ ہم کو اس جگہ یہ بھی بیان کرنا چاہیے کہ جیسی فتوحات آپ کو حاصل ہوئیں اور آپ ہر جگہ مظفر اور منصور ہوئے اسی طرح آپ کے خلفا بھی کامیاب ہوئے اور انہوں نے ایک بڑی وسیع سلطنت قائم کی۔ اس سلطنت میں ایشیا اور افریقہ اور یورپ کے حصے شامل تھے۔ خلافت عمری میں خالد اور دوسرے سرداروں کو فتح نصیب ہوئی۔ فارس اور فلسطین اور شام اور مصر تمام ان کے فرمانبردار ہو گئے۔ بارہ (۱۲) برس کے عرصہ میں انہوں نے چھتیس ہزار (۳۶۰۰۰) شہر اور قصبے اور قلعہ فتح کیے اور چار ہزار (۴۰۰۰) مندر اور گرجا غارت کیے اور چودہ سو (۱۴۰۰) مسجدیں آنحضرت ﷺ کے

> مذہب کے موافق تعمیر کیں۔ ان لوگوں (یعنی صحابہ) کی اُس وقت تک قناعت نہ کی کہ جب تک اہل حبش اور افریقہ کو اسکندریہ سے لے کر ٹین جی پرز تک فتح نہ کر لیا اور اکثر ملک ہسپانیہ بھی اپنی عملداری میں شامل کر لیے۔ انتہیٰ

اس مؤرخ کے منصفانہ بیان سے صاف عیاں ہے کہ حضرات خلفا بہت سچے مومنوں اور بڑے بزرگ پرہیز گاروں سے تھے اور آنخضرت ﷺ کے دین کے جان و دل سے مددگار تھے یہاں تک کہ آپ کی وفات کے بعد بھی ہزار ہا کوسوں میں دین اسلام پھیلا دیا نہ کہ پناہ بخدا کوئی کام دین اسلام اور عقل کے برخلاف یا کوئی نامناسب امر پیدا کیا یعنی اپنی دُنیوی ریاست اور عزت کے واسطے کسی دوسرے کا حق چھین لیا، پس ایسے راست باز دین داروں کو برائی سے یاد کرنا خداوند کے انعام عام سے محروم رہنا ہے!۔

اور اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے :

> آنخضرت ﷺ کے زمانۂ حیات میں تمام ملک عرب میں اسلام کی بنیاد قائم ہوئی اور بت پرستی بالکل معدوم ہوئی۔ اس کامیابی کو ہم صرف آپ کی رائے صائب ہی کی طرف منسوب نہیں کر سکتے یہ بات بھی خیال کر سکتے ہیں کہ آپ فتح نصیب تھے اور آخر کار ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے مذہب کی تہذیب بہت عمدہ تھی اور یہ بات بھی قابل تعریف ہے کہ قانون انصاف سے آپ کی یہ غرض تھی کہ اس کینہ سوزی کا انسداد کروں جو خانہ جنگیوں کے سبب سے عرب میں ایک عرصہ دراز سے پیدا ہوگئی تھی جیسے تمام عرب مسلمان ہوئے ویسے ہی وہ صاف باطن بھی تھے، ان میں حرارت اسلامی پیدا ہوگئی تھی، ہر مسلمانوں کی دل سے یہ خواہش تھی کہ یا تو اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور وحدانیت بیان کرتے ہوئے شہید ہوں یا فتح کریں جب تمام ملک عرب سے بت پرستی معدوم ہوگئی تب آپ نے شام کی فتح کرنے کی فکر کی، گرمی کے دن آ گئے آپ نے تساہل کر کے وقت ضائع کیا لوگ آنخضرت ﷺ کے حکم کی نہایت فرمانبرداری کرنے لگے کیونکہ آپ کا حکم خدا کی طرف سے خیال کیا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں آپ دس ہزار سوار اور بیس ہزار پیدل مسلح مرتب کر کے مدینہ سے روانہ ہوئے یہ فوج بہت سی مصیبتیں اور تکلیفیں اُٹھا کر

> شام میں پہنچی مگر یہاں کے لوگوں نے سخت مقابلہ نہیں کیا چند خفیف محاربوں کے بعد تمام بادشاہان شام مطیع الاسلام ہو گئے۔ انتہیٰ ملخصاً۔

اور اسی کتاب میں ہے :

> بارہ ہزار آدمی جن میں دو ہزار نو مسلم مکہ بھی شامل تھے حنین کی گھاٹی پر مقابلہ کے واسطے گئے آپ نے مکہ کی جنگ کی تیاری میں دس ہزار آدمی لے کر مدینہ سے کوچ کیا جب آپ کے قاصد کو شرجیل نے قتل کیا تو فوراً آپ نے تین ہزار آدمی تیار کئے اور نصیحت کی کہ خدا کی راہ میں نہایت دلیری ظاہر کرنا۔ انتہی ملخصاً

دیکھئے منصف مورخ کیسی سچی گواہی دے رہے ہیں کہ ہزاروں صحابہ خدا کے دین بڑھانے کے واسطے دل و جان سے کوشش کرتے تھے اور اپنے گھر بار اور بال بچوں کو چھوڑ کر بڑی خوشی اور رغبت سے شربت شہادت نوش کرتے اور موت سے ہم آغوش ہوتے تھے نہ یہ کہ خالص صحابہ بیس آدمی سے کم تھے جنھوں نے ساری دنیا میں اسلام کو پھیلایا اور سب بادشاہان جبار و قہار کو فرمانبردار بنایا۔ جو دانش مند تھوڑا سا بھی عقل کو کام میں لائے تو اس کو اہل سنت کے مذہب کی حقیّت پر یقین آتا ہے اور شیعہ کے صریح بہتانوں کو جھوٹ مان جاتا ہے۔ وہ علما جو تواریخی واقعات سے ماہر ہیں بخوبی جانتے ہیں کہ جس قدر دین ایام خلافت خلفاے ثلثہ میں شرقاً و غرباً پھیلا ہے اُس کا سوواں حصہ بھی چوتھی خلافت میں (جو شیعہ کے نزدیک صرف وہ ہی حقہ خلافت ہے) نہیں پھیلا۔ اور یہ بھی اظہر من الشّمس ہے کہ خلفاے ثلثہ باوجود یہ کہ اولاد لائق و فائق رکھتے تھے تب بھی کسی نے ان میں سے اپنے فرزند کو جانشین نہ بنایا، ان کو مسند خلافت پر نہ بٹھایا اور آمدنی ملک سے اپنی اور اہل وعیال کے واسطے کچھ بھی اکٹھا کیا اور نہ کبھی گاؤں یا باغ وغیرہ کو اپنا خالصہ قرار دیا اور سلطنت کے کاروبار ان پر ایسے گراں بار تھے کہ بموجب اقرار شیعہ کے بعض خلفا یوں کہا کرتے تھے کہ میری خلافت توڑ دو مجھے چھوڑ دو۔ پس ان حالتوں میں ان کو ریاکاری اور دُنیوی ریاستوں کے طلب گار کہنا محض بہتان بندی اور بالکل خلاف دانش مندی ہے۔ ھدانا اللّٰہ و جمیع المسلمین الی الصراط المستقیم .(خدا سارے مسلمانوں کو سیدھے راستے پر چلائے)

اب اگر یہ تقریراتِ معقول حضرات شیعہ کے یہاں مقبول نہ ہوں تو منقول تفسیر صافی (جو

شیعہ کے یہاں ارشادات ائمہ معصومین اور واجب الیقین ہیں) سن لیجیے اور خدا تعالیٰ اور رسول ﷺ کے لیے اِنصاف سے درگذر کیجیے۔

تفسیر صافی میں لکھا ہے: جب کفار مکہ نے دارالندوہ میں جمع ہو کر آنحضرت ﷺ کے قتل یا جلاے وطن کے واسطے مشورہ کیا تو آپ کو جبریل امین نے اس واقعہ پر مطلع کر دیا اور کہا کہ آپ غارِ ثور میں تشریف لے جایئے۔ اس دارالحرب سے ہجرت فرمائی آپ نے عزم بالجزم فرمایا۔ اس حالت تنہائی میں ابوبکر رضی اللہ عنہ استقبال کے لیے آیا اور شرطِ رفاقت بجالایا۔ آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر اس غارِ تیرہ وتار کو منور فرمایا، پس بے شک مراد آیت: ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لاَ تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا سے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ہے) یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر صافی کا۔

اور پھر اسی تفسیر صافی میں سورۃ نور آیت: وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ وَالسَّعَۃِ . الاٰیۃ کے شان نزول میں ائمہ معصومین کی روایت سے یوں لکھا ہے کہ؛

> یہ آیت ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں ہے کہ جنہوں نے قسم کھائی ہے کہ ہم صدقہ اور نفقہ نہ کریں گے اُن پر جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مفتریوں میں شریک ہوئے ہیں۔ انتہٰی۔

اور خوب ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہی مسطح اپنے ہمشیرہ زاد کے خرچ دینے سے قسم کھائی تھی کیونکہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بہتانیوں میں شامل ہو گئے تھے اور دوسرے کسی صحابہ نے کسی کے خرچ دینے سے قسم نہیں کھائی تھی جیسا کہ علم سیر کے ماہروں پر یہ بات اظہر ہے۔ اور پھر اسی تفسیر صافی میں تحریر ہے کہ اصحاب ثلثہ وغیرہم جنگ بدر واحد وحنین میں جناب رسالت مآب ﷺ کے ہمرکاب ہوتے تھے اور آپ ان سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ انتھی

اور پھر اسی تفسیر میں قصہ صلح مکہ میں یوں لکھا ہے کہ کافروں سے صلح کرنے میں سارے صحابہ انکار کرتے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ اس انکار میں اصرار پر تھے- الیٰ قولہ- پس آپ نے فرمایا کہ تم میرے وہ دوست دار ہو کہ جن کے حق میں جنگ بدر میں خدا نے یہ آیت بھیجی تھی :

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰئِکَۃِ

[مُرْدِفِیْنَ]. (سورۂ انفال:۹/۸)

اور جنگ احد میں تمہاری شان میں یوں ارشاد کیا :

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰی اَحَدٍ وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ . (سورۂ آل عمران:۱۵۳/۳)

پس صلح سے انکار کرنے والوں نے معذرت کے طور پر عرض کیا کہ اللّٰه و رسوله أعلم. یعنی خدا تعالیٰ اور اس کا سچا رسول ﷺ دانا تر ہیں۔ انتہٰی

پھر اسی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب آں حضرت ﷺ مدینہ کو لوٹے تو راستہ میں ایک درخت کے سایہ میں آرام فرمایا۔ تب صحابہ نے جو صلح سے انکاری تھے حاضر ہو کر عفو اور بخشش کی خواستگاری کی تو اس موقع پر ان کے عفو کے واسطے آیت رضوان نازل ہوئی۔ یہاں تک ترجمہ ہے تفسیر صافی کی عبارات کا جو اس کے مصنف نے تفسیر مجمع البیان وغیرہ سے نقل کی ہے۔

اب انصاف سے غور کرو کہ ان بیانات تفسیر صافی و تفسیر مجمع البیان وغیرہ سے صریح عیاں ہے کہ حضرات اصحاب ثلثہ ہر موقع سفر و حضر میں ہم رکاب اور مددگار اور صلاح کار سرور مختار کے رہتے تھے۔ صلی اللہ علیہ و عترتہ وسلم

اور ان حضرات کے حق میں آیات قرآنی نازل ہوتی تھیں اور آیت رضوان کا شان نزول بھی یہی ہے۔ پس اہل سنت کا دعوی شیعہ کے ہی اقبال سے ثابت ہو گیا۔

اب پانچوں آیتوں کے معانی جو بموجب اقرار اکابر شیعہ مثل صاحب تفسیر صافی و صاحب تفسیر مجمع البیان خلفائے ثلثہ اور دوسرے صحابہ کبار کی شان میں نازل ہوئے ہیں) سُن لیجیے اور اس امر کو غور سے دریافت کیجیے کہ حسب ارشادات قرآن اصحاب ثلثہ کے مناقب اور فضائل خصوصاً اور دوسرے صحابہ کے عموماً کس عظمت اور شان سے عیاں ہیں۔

آیت اوّل: سورۃ براءت دسویں سیپارہ کے تیسرے پاؤ کے دوسرے رکوع میں ہے :

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَکِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَ اَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ کَلِمَةَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی وَ

كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ . (سورۂ توبہ:۹/۴۰)

اگر تم نہ مدد کرو گے رسول کی تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت اس کو نکالا کافروں نے دو جان سے جب دونوں تھے غار میں جب کہنے لگا رسول اپنے رفیق ابو بکر صدیق کو کہ تو غم نہ کھا، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے اُتاری اپنی طرف سے تسکین اس پر اور اس کی مدد کو بھیجیں وہ فوجیں کہ تم نے نہیں دیکھا ان کو اور پیچھے ڈالی بات کافروں کی اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

فائدہ: یعنی کہ جنگ تبوک میں جو نہایت تنگدستی کے وقت اور گرمی کی شدت میں حکم ہوا تھا اکثر صحابہ حضور رسالت مآب ﷺ کے ہم رکاب گئے، مگر تین صحابی یعنی کعب بن مالک و ہلال بن امیہ و مرارہ بن ربیع بآنکہ خالص مومنوں سے تھے، بے عذر پیچھے رہ گئے۔ اس خطا کے وقوعہ پر جب انہوں نے کمالِ گریہ وزاری کی تو پچاس دن کے بعد اُن کی توبہ قبول ہوئی، چنانچہ باری تعالیٰ نے سورۂ توبہ آیت لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ سے وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا تک اس کا ذکر فرمایا ہے۔

پس اس جنگ میں منافق لوگ کلمات طعن آمیز برملا کہنے لگے اور آپ کی متابعت انہوں نے نہ کی جس پر حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر جنگ تبوک کی تنگی کے وقت اور گرمی کی شدت میں لوگوں نے میرے رسول ﷺ کی مددگاری سے کنارہ کیا تو کچھ پرواہ نہیں ہے، اس لیے کہ ہم خود اپنے رسول مختار ﷺ کے مددگار رہیں جیسا کہ ابتدائے اسلام میں جب مسلمان مغلوب تھے اور کافر غالب تب کفار نے رسول کے قتل یا قید پر پکا قصد کر لیا تھا اس وقت رسول ﷺ صرف ایک ہی رفیق ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے نکل کر بکھرے راستوں میں بڑی محنت اٹھا کر غار ثور میں جا چھپا۔ بہت سے دشمن جانی سراغ لے کر غار کے دروازہ پر آئے، موت نے اپنے عنوان دکھلائے تب اس کمال مایوسی کے حال میں ہم نے اپنے رسول مقبول ﷺ پر تسکین اُتار کر کافروں کی بات کو پست کر دیا اور اپنا بول بالا کیا۔

جب بالاتفاق اس آیت میں 'صاحب' سے مراد حضرت ابو بکر صدیق ہی ہے تو منصفانہ غور کرنی چاہیے کہ جو شخص ایسے ہولناک موقعوں میں آنحضرت ﷺ کی رفاقت اور مددگاری میں جان

نثاری کرے اور تمام گھر بار اور بال بچوں اور مال و اسباب کو چھوڑ کر اپنی ریاست اور عزت سے منہ موڑ کر غربت اور مسکنت خدا کی راہ میں اختیار فرمائے، کیا ایسے لوگوں کی شان میں راست آ سکتا ہے کہ ان کا ایمان ریائی اور بنا بر طمع دنیائی تھا! نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

بھلا وہ کون عاقل ہے کہ اپنے گھر کی ریاست موجودہ ترک کرے اور وہمی عزت کے پیچھے پڑے۔ پھر بایں ہمہ زندگی سے بیزار ہو موت کے پنجہ میں گرفتار ہو۔ حاشا و کلا بلکہ ہر کس و ناکس بھی باور کرتا ہے کہ یہ سارے کام خدا کے ہی نام پر سرانجام پاتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہو کہ اس آیت میں تین طور سے حضرت ابوبکر کے کمالِ ایمان اور بلندیِ شان پر صراحت ہے۔

پہلی: یہ کہ آنحضرت ﷺ نے بڑی تاکید سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے واسطے ہمراہی الٰہی ثابت فرمائی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی صداقت پر قرآن میں شہادت دی کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا یعنی اے رفیق! غم نہ کر بہ تحقیق خدا ہمارے ساتھ ہے۔

دوسری: یہ کہ حضرت صدیق کی سچی رفاقت اس غایت کو پہنچی کہ ہمراہی الٰہی میں آنحضرت ﷺ کے شریک کیے گئے یعنی یوں فرمایا کہ بے شک خدا ہمارے ساتھ ہے۔

تیسری: یہ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دلی محبت اور قلبی رفاقت پر جو در حقیقت ادائے شکر یہ عطیہ باری تعالیٰ کا تھا منعم حقیقی نے مطابق مضمون لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ یعنی اگر تم میری شکر گزاری کرو گے تو ہر آن بے شک ہم تم پر نعمت بڑھائیں گے) یہ دوسری نعمت بڑھائی کہ حضرت صدیق کو اِنزال سکینہ میں اپنے حبیب سے ایسا قریب کیا کہ صیغہ وحدان سے یاد فرمائی کہ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ یعنی پس اللہ نے اُتاری اپنی طرف سے تسکین اُس ہر واحد پر۔

اور دوسری آیتوں میں مومنین پر تسکین اُتارنے کو علیحدہ ذکر کیا ہے جیسا کہ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِینتہٗ عَلَی رَسُولِہٖ وَعَلَی الْمُومِنِینَ ۔ یعنی پھر اُتاری اللہ نے تسکین اپنی طرف اپنے رسول پر اور مؤمنوں پر۔

پس آیت غار میں کلام حسب اقتضائے مقام ہے کیونکہ نہایت اتحاد جانی اور وحدت روحانی کا موقع تھا اور اس کی نظیریں قرآن شریف میں بہت موجود ہیں جیسا کہ آیت وَمَا نَقَمُوْا اِلَّا اَنْ

اَغۡنٰھُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوۡلُہٗ مِنۡ فَضۡلِہٖ میں خدا اور رسول کے 'فضل' کو لفظ واحد سے ادا کیا ہے، یعنی خدا اور رسول کا فضل گویا ایک چیز ہے۔ ہر چند آیت غار کی فائدے اور نکتے بے شمار ہیں مگر اس رسالہ حوصلہ کے مطابق ایک نکتہ لکھا جاتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اس آیت کی رو سے خدا کی ہمراہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ متحقق ہوئی اور کلام اللہ کی دوسری آیتوں سے ثابت ہے کہ خدا کی ہمراہی نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کے ساتھ ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد ہے :

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَ الَّذِیۡنَ ھُم مُحۡسِنُوۡنَ . (سورۂ نحل:۱۶/۱۲۸)

یعنی خدا پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

پس اس آیت اور آیت غار کے اقتران سے ایسا نتیجہ نکلا جس کا ماننا اور باور کرنا سارے اہل اسلام پر فرض ہے۔ اور وہ نتیجہ یہ ہے کہ بیشک حضرت ابوبکر رضی اللہ پرہیزگاروں اور نیکوکاروں سے ہے۔ پھر قرآن میں پرہیزگاروں کی شان میں یہ فرمان ہے کہ:

اُولٰئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنۡ رَّبِّھِمۡ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡمُفلِحُوۡنَ .
(سورۂ بقرہ:۲/۵)

یعنی پرہیزگار ہی ہدایت پر ہیں اور وہی نجات پائیں گے۔

پس قرآن سے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکر ہدایت پر اور جنتی ہیں اور ایسا ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو خلیفہ اول کے حکم سے خلیفہ ہوئے اور ویسا ہی حضرت عثمان و علی مرتضٰی جو خلیفہ دوم کے ارشاد سے مسند خلافت پر بیٹھے یہ چاروں خلفا پرہیزگار اور جنتی ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین وارضاہم عنہا، پس ان حضرات کے محبوں کی ہدایت اور نجات میں کچھ بھی شک نہیں ہے۔

اَلَّا اِنَّ حِزۡبَ اللّٰہِ ھُمُ اَلۡمُفلِحُوۡنَ . (سورۂ مجادلہ:۵۸/۲۲)

یعنی خبردار ہو تحقیق خدا کا لشکر وہی ہیں نجات پانے والے۔

اور اِن بزرگوار کے دشمن اور بدگو سخت نقصان اور زیاں میں پڑے۔

اَلَآ اِنَّ حِزۡبَ الشَّیۡطٰنِ ھُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ . (سورۂ مجادلہ:۵۸/۱۹)

یعنی خبردار ہو تحقیق شیطان کا لشکر وہی ہیں زیاں اُٹھانے والے۔

تتمہ:

جب اس رسالہ کے مقدمہ میں بخوبی ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن باتفاق شیعہ وسُنّی زیادتی اور نقصان سے محفوظ ہے اور اس مسئلہ پر دلیلیں جو معتبر کتابیں شیعہ سے لکھی گئی ہیں ان میں تفسیر صافی سے بھی منقول ہوا ہے کہ قرآن میں زیادت اور نقصان ناممکن اور غیر متصور ہے، پس جواب اس آیت غار میں ملا محسن صاحب تفسیر صافی تغیر اور نقصان کا بیان کرتا ہے تو اس کی اس ہذیان سرائی (۱) کا جواب دینا ہم پر کسی قدر بھی ضروری نہیں بلکہ اس کی کتاب ہی کی بعض عبارتیں بعض دیگر کے رد کے لیے کافی ووافی ہیں۔ ایسے قول مخالف اپنے اُصول وفروع جو شیعہ کے اکابر نقل کرتے ہیں تو کیا ان کی کمال دانش مندی کا تقاضا ہے یا مذہب کی پاس ان کو بے حواس کر دیتی ہے۔ کیوں نہیں سوچتے کہ ایسے موقع پر کوئی ظریف بے محابا کہہ دے گا کہ 'دروغ گورا حافظہ نباشد' لیکن حقیر تو یہی دعا کرتا ہے کہ خدا سارے مسلمانوں کو تعصب سے بچائے، سیدھے راستے پر چلائے۔

آیت دوم: سورۂ نور اٹھارویں سیپارے کے تیسرے پاؤ کے پہلے رکوع میں ہے:

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَ لَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ . (سورۂ نور:۲۴/۲۲)

اور قسم نہ کھائیں بڑائی والے تم میں سے اور کشائش والے اس پر کہ دیویں قرابت والوں اور محتاجوں کو اور وطن چھوڑنے والوں کو اللہ کی راہ میں اور چاہیے کہ معاف کریں اور در گذر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

---

(۱) مولوی علی مجتہد لکھنوی نے بجواب سوالات پادری عماد الدین لکھا تھا کہ قرآن نظم عثمانی ہے قابل اعتبار نہیں یعنی اس میں تغیر تبدل اور نقصان ہو گیا ہے تو پادری مذکور نے اس کے رد نغمہ طنبوری میں لکھا (اگر کوئی سنی مسلمان آپ سے یہ کہے کہ جب عثمان خلیفہ مر گئے تھے اور حضرت علی بادشاہ ہوئے تو انہوں نے قرآن کی نظم کو پھر درست کیوں نہ کیا یا تو وہ قرآن کی اس نظم کو درست جانتے ہوں گے یا وہ بھی عثمان کے اس گناہ میں شریک ہوئے اور آج تک اس بے اعتبار نظم کو شیعہ نماز میں کیوں پڑھتے ہیں، مجھے معلوم نہیں کہ شیعہ اس کا کیا جواب دیں گے۔) ضرور اس میں شیعہ لا جواب ہیں اور تمیز والے ان کی اس بات کے قائل نہیں مگر پھر بھی عداوت صحابہ میں قرآن کی شان کو بٹہ لگا دیتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ احْفِظْنَا مِنْهُ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ .

یہاں پر واضح رہے کہ مسطح رضی اللہ عنہ جو حضرت صدیق کا بھانجا مہاجر مسکین تھا اور اس کے خرچ کی ذمہ داری بھی آپ پر ہی تھی جب یہ حضرت عائشہ کے بہتان کرنے والوں میں شامل ہوا تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ میں اس کو خرچ نہ دوں گا، تو یہ بات اگرچہ بمقتضاے آیت وَجَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا کے یعنی برائی کا بدلہ اُتنی ہی برائی ہے، درست تھی مگر لطف الٰہی جو حضرت صدیق کے شامل حال تھی اُس نے یہ چاہا کہ حضرت صدیق کو اُولوا العزموں کے مراتب کو پہنچائیں کیوں کہ

فَمَنْ عَفٰی وَاَصْلَح فَاَجْرَہ' عَلَی اللّٰہِ ۔ (سورۂ شوریٰ:۴۲/۴۰)

یعنی برائی کا بدلہ برائی ہے پس جو بخش دے اور اصلاح کرے تو اس کا اَجر خدا پر ہے۔

اور دوسری جگہ [وَ لَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الاُمُوْرِ] صبر اور بخشش کو مِنْ عَزْمِ الاُمُوْرِ یعنی مقصودی کاموں سے فرمایا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسطح کے واسطے عمدہ طور پر سفارش کی جس کا حاصل یہ ہے :

اے صدیق! ہمارے رسول کے رفیق! جب ہم نے آپ کو سب سے بزرگ اور کتنوں سے مال دار بنایا تو آپ جیسوں کو شایاں نہیں ہے کہ تھوڑی سی آزردگی پر (جو اَنجام کار فرحت بن جائے اور وہ رنج بڑے گنج کو پہنچا ہے) اپنے قرابتیوں کی بربادی اور غم گساری سے باز رہیں، حالانکہ وہ قرابتی مہاجر اور مسکین ہوں بلکہ مناسب یوں ہے کہ اس کی خطا کو عطا سے بدل دیجیے، رنجش کا نام بھی نہ لیجیے۔

اے اس منصب کے سزاوار کہ ہم آپ کو تعظیم کی رو سے جمع کے لفظ سے خطاب کریں کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ خدا تم پر بخشش اَرزانی فرمائے اور مراتب علیا تک پہنچائے اور خدا تو غفور و رحیم ہے، اُس کا فضل عظیم اور احسان عمیم ہے۔

اس آیت کے نزول پر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں خدا کی بخشش کا نہایت خواست گار اور دوست دار ہوں اور اس پر قسم کھائی کہ اب مسطح کو خرچ معمولی دیا کروں گا۔

پس اس آیت سے حضرت صدیق اکبر کی فضیلت سارے صحابہ اور اہل بیت پر ثابت ہے کیونکہ اس میں اُولُوا لُفَضُلِ مِنُکُمُ یعنی تم سب سے بزرگ فرمایا ہے اور یہی آیت چاروں خلافتوں

کی حقیت پر دلیل ہوسکتی ہے۔

اب جاننا چاہیے کہ صاحب تفسیر صافی نے اس آیت کے معنوں میں دو طور سے حق پوشی کی ہے اوّل تو یہ کہ شان نزول اس کا کئی صحابہ قرار دیے ہیں حالانکہ بالتحقیق فقط حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت مسطح پر اِنفاق کرنے سے قسم کھائی تھی۔ **كما صرحنا به في نقل عباراته ومن يدعى خلافه فعليه البيان وعلينا انعطافه** (جیسا کہ ہم پہلے اس پر تصریح کر چکے ہیں اور جو اس کے خلاف کا مدعی ہے تو اپنے وجہ ثبوت پیش کرے اُس کی جواب دہی کی ذمہ داری ہماری ہے)

شاید مصنف تفسیر صافی کو جمع کے صیغوں سے یہ موقع مل گیا اور دراصل یہ کج فہمی ہے کیونکہ اگر مانا جائے کہ جمع تعظیم کے لیے نہیں تو تعریض پر محمول ہوگی اور علم بدیع ومعانی میں محقق ہو چکا ہے کہ بیان تعریضی تصریحی سے بہت بلیغ ہوا کرتا ہے۔

اور سورۂ دہر کی آیات جو حضرت امیر کی شان میں وارد ہیں وہ بھی بصیغہ جمع نازل ہوئی ہیں جیسا کہ **يُوْفُوْنَ وَيَخَافُوْنَ وَيُطْعِمُوْنَ** وغیرہ پس شیعہ جو توجیہ یہاں جاری کریں گے ہم وہی توجیہ وہاں ساری کریں گے۔ اور ایسے موقعوں میں دوسرے لوگوں کی برانگیخت کے واسطے بھی صیغہ جمع کا اختیار کیا جاتا ہے تاکہ پچھلے لوگ ایسے کاموں کو اگلوں پر منحصر نہ جانیں بلکہ ایسے اعمال صالحہ میں وہ بھی جان ودل سے کوشش کریں۔

دوسری حق پوشی یہ ہے کہ تفسیر صافی میں لفظ **اَلْفَضَل** کو ’دولت مند‘ اور **اَلسَّعةَ** کو ’مال‘ سے تفسیر کر کے دونوں لفظوں کی مراد ایک ہی بنا دی ہے تاکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بزرگی دوسروں پر ثابت نہ ہو، لیکن یہ نہ جانا یا جان بوجھ کر نسیاً منسیاً گردانا کہ علم نحو اور بدیع ومعانی میں محقق ہو چکا ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان تغائر ذاتی اور مناسبت صفاتی شرط ہے۔

پس بلیغ اہل عرب یوں ہرگز نہ کہیں گے کہ ابوبکر صاحب مال ومال ہے، کیونکہ یہ تکرار بلا فائدہ بلاغت اور فصاحت کا مخل ہے بلکہ بالکل ناجائز ہے اور قرآن شریف جو سب دانش مندوں کے نزدیک پرلے درجہ کی بلاغت اور فصاحت پر مشتمل ہے ایسی لغویت پر مطلقاً شامل نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ یہ بات ادنیٰ دانش مند پر بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

اگر شیعہ صاحبوں کو اس مسئلہ کی تحقیق کے واسطے کتب نحو اور معانی کا دیکھنا ہو جب صداع ہو تو

تخفیف صداع کر کے اسی تفسیر صافی کو جس کا مطالعہ ان کے یہاں عبادت میں داخل ہے پیش کرتا ہوں دیکھ لیں کہ ملا محسن نے آیت وَ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ اور آیت فَبِاَیِّ آلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَان اور آیت فَوَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ کی تکرار کی بابت کیسے فوائد عمدہ بیان کیے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ شیعہ کے نزدیک بھی قرآن تکرار بلا فائدہ پر مشتمل نہیں ہے۔

اب سخت افسوس ہے کہ اس آیت اُولُوا الفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ میں (حضرت صدیق کی عداوت اور تحقیر کو مدنظر کر کے) قرآن کی شان میں نقصان عائد کر دیا۔ پناہ بخدا یہ کیا مذہب وملت ہے کہ ایک شخص کے واسطے اپنے مدار ایمان کو بے اعتبار کر دینا اور اپنا غضب وغیظ پورا کر لینا۔ خدا اہل اسلام پر رحم فرمائے، سب کو راہِ ہدایت دکھائے۔

اب یہاں پر حاصل الامر یہ ہے کہ جس کو کلام الٰہی کے اَسرار سمجھنے کا ملکہ بخشا گیا ہے تو وہ اس آیت کی ترکیب اور نظم الفاظ سے ہی تفسیر صافی والے کی غلطی پر یقین کر لیتا ہے، گو یہ دریافت وجدانی ہے، مگر تھوڑا سا اس کا بیان جو ضروری ہے یوں ہے کہ اس آیت میں اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُم فرمایا اور والسِّعْهِ مِنْكُمْ اِرشاد نہیں کیا، کیونکہ جناب صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا اِظہار تمام مہاجرین اور انصار پر مقصود تھا بخلاف دولت مندی کے، اس لیے کہ آپ سے کئی صحابہ غنی تر تھے اس واسطے ’الفضل‘ کے پیچھے ’منکم‘ فرمایا اور ’السعة‘ کے بعد یہ لفظ نہ آیا۔

الغرض! قرآن خود ناطق ہے کہ ’فضل‘ اور چیز ہے اور ’سعة‘ اور شے ہے۔ نیز اس آیت میں دو اَمر کا بیان ہے ایک خویشوں، مہاجروں، درویشوں کو خرچ دینا اور دوسرا ان کی خطاؤں سے درگذر کرنا۔ اور اظہر من الشمّس ہے کہ روپیہ پیسہ دینا دولت مندوں کا کار ہے اور گناہ بخش دینا اولیا صلحا کا شعار ہے۔ مالداری کو اس بُردباری سے کیا نسبت!۔

نیز جو شخص خدا کی راہ میں فقیروں کو کھلائے پلائے پہنائے اور اُن کی ایذاؤں پر تحمل فرمائے اور داد ودہش سے دل نہ چُرائے وہ ہی اس بات کا سزاوار ہوتا ہے کہ اس کو تعظیم کی رو سے بلفظ جمع یاد کیا جائے، نہ یہ کہ فقط مال داری اس قدر تعظیم کا مستحق منجانب جناب باری بنا دیتی ہے۔ ان باتوں کو بخوبی سمجھ لیجیے اور سر رشتہ انصاف کو ہاتھ میں نہ لیجیے۔ فافهم وانصف فإن الإنصاف أحسن الأوصاف .

اَب نہایت صراحت اور بداہت کے ساتھ قرآن سے ثابت ہوا کہ حضرت صدیق کو خدا تعالیٰ نے سب پر بزرگی بخشی ہے اور جوان کو سب سے بزرگ نہیں جانتا بے شک وہ قرآن کو نہیں مانتا، خدا کے ساتھ مقابلہ کو تیار ہے، (۱) اسلام سے قطعی بیزار ہے۔ نعوذ باللّٰہ من ذلک و حفظنا اللّٰہ تعالیٰ و جمیع المسلمین عما هنالک .

آیت سوم: سورۂ انفال نویں سیپارہ کے چوتھے پاؤ کے پہلے رکوع میں ہے :

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ . (سورۂ انفال: ۸/۹ تا ۱۰)

جب تم فریاد کرنے لگے اپنے رب تعالیٰ سے تو پہنچا تمہاری پکار کو کہ میں مدد پہنچاؤں گا تمہاری ہزار فرشتے پیچھے سے اور آنے والے اور یہ نہیں کیا اللہ نے مگر خوشخبری اور تا کہ چین پکڑیں اور دل تمہارے اور مدد نہیں مگر اللہ کی طرف سے بے شک اللہ زور آور ہے حکمتوں والا۔

واضح رہے کہ یہ آیت مفسرین شیعہ کے اِقرار سے اور اُن صحابہ کے حق میں نازل ہوئی ہے جن میں سیدنا ابوبکر اور عمر وغیرہما بھی شامل تھے۔ رضي اللّٰہ تعالیٰ عنهم أجمعین .

اور حق تعالیٰ نے اس آیت میں پانچ (۵) چیزیں بیان فرمائی ہیں :

(۱) ایک مومنوں کا خدا سے فریاد مانگنا۔

(۲) دوسرا خدا نے اُن کی دعا قبول فرما کر فرشتوں کو اُن کی فریاد رسی کے لیے بھیجا۔

(۳) تیسرا مسلمانوں کو خوشخبری دینی۔

(۴) چوتھی اُن کے دلوں میں تسکین ڈالنی۔

(۵) پانچواں پروردگار پر توکل کرنا سکھانا اسباب پر اعتماد سے ہٹانا۔

---

(۱) بڑائی والے کہا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جوان کی بڑائی نہ مانے وہ اللہ سے جھگڑے۔ از موضح القرآن۔

نبود شک و شبہ در فضلش ☆ چو" اولو الفضل" خواند ذوالفضلش

اور از بس ظاہر ہے کہ اولیا اور صلحا مستجاب الدعوات ہوتے ہیں اور مدد غیبی اور بشارت لا ریبی اور فیضان اطمینان قلبی سے انبیا اور اولیا مخصوص ہیں اور یہ اَمر بہت سی آیات قرآنی سے منصوص ہے جن سے بعض آیات اس پر مذکور ہو چکی ہیں اور کسی قدر اور ایسی آیات دوسرے باب میں مسطور ہوں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور توکل رحمٰن تو ایسا مرتبہ عالی شان ہے کہ سرور ہر دو جہان علیہ الصلوٰۃ والسلام من المنان جابجا قرآن میں توکل پر مامور فرمائے گئے ہیں۔ **کما قال تعالیٰ :**

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ . (سورۂ آل عمران:۳/۱۵۹)

یعنی پھر جب تو پکا قصد کرے تو اللہ پر توکل کر بے شک خدا توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

پس اس تیسری آیت سے بھی (جو شیعہ کے اجلّہ مفسرین کے اقرار بموجب حضرات شیخین وغیرہ صحابۂ کبار کے حق میں نازل ہوئی ہے) بخوبی ثابت ہو گیا کہ خلفائے راشدین اور دوسرے انصار اور مہاجرین اولیائے کاملین ومکملین اور خالص حامیان دین متین سید المرسلین سے ہیں۔ **صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ مَظْهَرِ جَمَالِهٖ وَجَلَالِهٖ قَدْرِ عِزِّهٖ وَكَمَالِهٖ وَمِقْدَارِ جُوْدِهٖ وَ نَوَالِهٖ .**

آیت چہارم: سورۂ آل عمران چوتھے سیپارہ کے دوسرے پاؤ کے چوتھے رکوع میں ہے :

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰى اَحَدٍ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِىْ اُخْرٰكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا مَا اَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ . (سورۂ آل عمران:۳/۱۵۳تا۱۵۴)

جب تم چڑھے جاتے تھے اور پیچھے نہ دیکھتے تھے کسی کو اور رسول پکارتا تھا تم کو پچھاری میں پھر دوبارہ دیا تم کو غم تاکہ غم نہ کھایا کرو اس پر جو ہاتھ سے چلی جائے اور جو سامنے آئے وہی اور اللہ کو خبر ہے تمہارے کام کی پھر تم پر اُتارا تنگی کے بعد امن کو اُونگھ تھی کہ گھیر رہی تھی تم میں سے بعضوں کو۔

قصہ یوں ہے کہ جنگ اُحد میں اوّل غلبہ مسلمانوں کا تھا کہ کافروں کو مارتے تھے اور وہ بھاگتے تھے اور آثار فتح کے نظر آتے تھے، کسی کو خوشی تھی مال کی اور کسی کو غلبۂ اسلام کی۔ آنحضرت ﷺ نے جو پچاس (۵۰) آدمی تیر انداز راہ کی حفاظت پر مامور فرمائے ہوئے تھے چالیس (۴۰) اُن میں سے مجاہدین کے شامل ہو کر غنیمت لینے کے واسطے فراریوں کے پیچھے پڑ گئے اور خدمت ماموره ترک کر گئے۔ آنحضرت ﷺ ہر چند اُن کو بلا رہے کہ تم سب کے سب میری طرف آؤ، کفار کے پیچھے نہ جاؤ، انہوں نے فرماں برداری نہ کی اور لوٹ کھسوٹ کیے گئے، اس عدول حکمی کی شامت سے فتح سے شکست ہوگئی اور کافروں کی فوج پچھاڑی سے آپڑی تاکہ مسلمانوں کو عبرت ہو کہ آئندہ تسلیم و رضا کا رویہ اختیار کریں اور بے فرمانی سے ڈریں، پھر ان کو جب نصیحت آگئی تو ایمنی اور اُونگھ ان سے قریب ہوئی اور عظیم فتح نصیب ہوئی۔

حاصل الکلام اور خلاصۃ المرام یہ ہے کہ صحابہ کبار جن میں چہار یار بھی شامل تھے جنگ احد میں شیعہ کی بڑی معتبر تفاسیر کی رو سے امن الٰہی کے- جو پرلے درجہ کی عنایات نامتناہی سے ہے- مورد ہوئی۔

هنیاً لأرباب النعیم نعیمها .

پس ان حضرات کے ثنا خوانوں اور محبوں کے لیے یہی عمدہ بشارتیں اور نجات کی اشارتیں موجود ہیں۔ **الحمد للّٰه علی ذلک .**

آیت پنجم: یہاں پر واضح رہے کہ اوپر جو تفسیر صافی وغیرہ سے منقول ہوا تھا (کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ کو لوٹے تو راستہ میں ایک درخت کے سایہ کے تلے آرام فرمایا تب صحابہ نے صلح کے انکار سے استغفار چاہا تو ان کی بخشش کے لیے آیت رضوان اُتری) اگرچہ اس میں (یعنی تفسیر صافی میں) آیت رضوان کے الفاظ نہیں لکھے جیسا کہ دوسری آیتوں میں لکھا تھا مگر آیت رضوان جس میں درخت کا پتہ ہے وہ سورۂ فتح چھبیسویں سیپارہ کے تیسرے پاؤ کے پہلے رکوع میں ہے :

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِی قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا وَ مَغَانِمَ کَثِیْرَةً یَّأْخُذُوْنَهَا وَکَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا . (سورۂ فتح:۴۸/۱۸تا۱۹)

> بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب بیعت کرتے تھے تجھ سے درخت کے نیچے پھر جانا جو اُن کے جی میں تھا پھر اُتاری اُن پر تسکین اور انعام دیا ان کو ایک فتح نزدیک اور بہت غنیمتیں جو اُن کو لیں گے اور ہے اللہ زبردست حکمت والا۔

اب ظاہر ہے کہ بموجب اقرار مفسرین شیعہ کے یہ آیت اصحاب ثلثہ اور دوسرے صحابہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اور حق تعالیٰ نے اس آیت میں چار چیز کا ذکر کیا ہے :

(۱) ایک اپنا خوش ہونا صحابہ سے اور

(۲) دوسرا اُن کے دل میں یقین جان لینا۔

(۳) تیسرا اُن کے دلوں میں چین ڈالنا۔

(۴) چوتھا عظیم فتح اُن کو دینا۔

اور صاف ظاہر ہے کہ یہ تینوں پچھلی عنایتیں رضائے الٰہی پر متفرع ہیں یعنی جب خدا تعالیٰ صحابہ پر راضی ہوا اور اُن کے دل کا ایمان اور یقین رضائے الٰہی کا ذریعہ ہو گیا ہے اور شیعہ کی معتبر تفاسیر بھی اس دعوے کے ثبوت پر شاہد ہیں۔

پس بے شک ثابت ہو گیا کہ صحابۂ کبار خصوصاً چہار یار بموجب حکم قرآن مجید کے قطعی الجنۃ ہیں کہ خدا اُن سے راضی ہو چکا ہے اور ثمرہ رضائے الٰہی کا یہی ہے کہ دوزخ سے نجات اور دُخول جنات ہو اور ممکن ہی نہیں کہ جن صحابہ کی شان میں قرآن ایسی شہادت واجب الاذعان دے تو وہی لوگ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد اسلام چھوڑ دیں یا نیکوکاری سے منہ موڑ لیں، قطع نظر کفر اور اِرتداد سے خدا فسق و فجور سے بھی ناراض ہے جیسا کہ ارشاد ہے :

> وَ يَنْهٰى عَنِ الفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ . (سورۂ نحل:۱۶/۹۰)
>
> یعنی خدا ہر قسم کی برائی سے منع فرماتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ خدا بے شک بدکاروں سے ناراض ہو جاتا ہے اور یہ بھی متحقق ہوا کہ صحابہ کبار علی الخصوص چار یار جن پر خدا عالم الغیب (جس کو ہر کام کا آغاز وانجام معلوم ہے) راضی ہو چکا تو وہ بالیقین سردار متقین اور پیشوائے مؤمنین ہیں اور یہی ہمارا مطلب تھا سو حاصل ہوا۔ فالحمد للّٰه علٰی ذلک .

دوسرا باب: اس باب میں چند آیات قرآنی لکھی جاتی ہیں جن سے کمال وضاحت اور صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کبار خصوص چہار یار قطعی بہشتی ہیں۔

واضح رہے کہ قرآن مجید کے نزول سے دین اسلام کی حقیّت اور دوسرے دینوں کی ناحقیّت اور بطالت ثابت ہے اور اس مطلب کے متعلقات سے ہے جو قرآن میں مؤمنوں کی تعریف اور کافروں اور منافقوں کی نکوہش کی گئی ہے پس بالصراحت قرآن سے ثابت ہوا کہ جو لوگ واسطے پھیلانے دین اسلام سرور عالم ﷺ کے مددگار اور جان نثار رہے وہی بالتحقیق سارے مومنوں سے کامل اور تمام پرہیز گاروں سے اکمل تھے خصوصاً خلفاے اربعہ کہ سب اوّلین و آخرین مؤمنوں کے مقتدا اور پیشوا ہیں اور کبھی بھی کوئی کام ان سے برخلاف دین اسلام کے سرزد نہیں ہوا۔

اس اجمال کی تفصیل بقدر کفایت سترہ (۱۷) آیتوں کی شہادت سے کی جاتی ہے۔ اور اختیار کرنا تعداد سترہ (۱۷) کا اس مناسبت سے ہوا کہ جیسا کہ اس میں عدد پانچ (۵) اور بارہ (جو شیعہ کے نزدیک ازبس مقبول ہیں) شامل ہے ویسا ہی اس میں تین (اصحابِ ثلثہ) اور چار (چہار یار) اور دس (عشرہ مبشرہ) جو اہل سنت کے یہاں بزرگوں پر منقول ہیں) مشمول ہے۔

پہلی آیت: پہلی آیت شریف سورۃ توبہ گیارہویں سیپارہ کے پہلے پاؤ کے پہلے رکوع میں ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. (سورۂ توبہ:۹/۱۰۰)

اور جو لوگ قدیم ہیں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیچھے آئے نیکی سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا اُن سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور تیار رکھے ہیں ان کے واسطے باغ نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں اُن میں ہمیشہ یہی ہے بڑی مراد ملنی۔

فائدہ: جنگ بدر تک جو مسلمان ہوئے وہ قدیم ہیں اور باقی اُن کے تابع ہیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صحابہ مہاجرین اور انصار کے واسطے جو سابقین اولین سے ہیں اور یہی اُن صحابہ کے لیے جو ان سے پیچھے ایمان لاکر اُن کے تابعوں میں نیکی سے داخل ہوئے چار چیز عنایت فرمائی ہے:

(۱) ایک تو یہ کہ خدا اُن سب سے راضی ہوا۔

(۲) دوسری یہ کہ وہ سب بھی سارے خدا سے خوش ہوئے۔

(۳) تیسری یہ کہ خدا نے ان کو بہشتوں کی بشارت دی کہ بہشت ان کے ہی لیے تیار کیے گئے ہیں۔

(۴) چوتھی یہ کہ وہ بہشت میں جا کر پھر باہر نہ نکلیں گے بلکہ اس میں ہی رہیں گے۔

اب اس میں کچھ بھی شک نہیں ہے کہ چہار یار کبار سابقین اولین اور قدیم الاسلاموں سے ہیں پس یہ چاروں نعمتیں اس آیت کی اولاً واصالتاً انہیں کے واسطے ہیں اور ان کی خلافت بھی قرآن کے حکم بموجب صحیح اور درست ٹھہری کیونکہ جن سے خدا خوش رہ چکا اور ان کو بھی خدا نے ہمیشہ کے لیے بہشت دے کر راضی کر دیا تو ان کے سارے معاملات اور کاروبار دین و دنیا کے خدا کی مرضی کے مطابق ہوئے پس ان کے دوست اور ثنا گو خدا کی جماعت منصورہ میں داخل ہوئے اور ان کے دشمن اور بدگو خدا کے دشمنوں کے گروہ مقہورہ میں شامل ہو گئے۔

ذٰلِکَ تَقْدِیرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْم .

یہ خدا غالب علم والے کا حکم ہے۔

دوسری آیت: دوسری آیت سورہ توبہ دسویں سیپارہ کے دوسرے پاؤ کے تیسرے رکوع میں ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَ اَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ وَ اُولٰئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَداً اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ . (سورۂ توبہ:۹/۲۰ تا ۲۲)

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اپنے مال و جان سے اُن کا بڑا درجہ ہے اللہ کے پاس اور وہی لوگ مراد کو پہنچے خوشخبری دیتا ہے ان کو پروردگار اُن کا اپنی طرف سے مہربانی کی اور رضامندی کی اور باغوں کی جن میں اُن کو آرام ہے

ہمیشہ کا، رہا کریں گے اُن میں مدام۔ بے شک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

اِس آیت میں باری تعالیٰ مہاجرین ومجاہدین صحابہ کے واسطے چار چیزیں عنایت فرمائی ہیں :

(۱) ایک یہ کہ اُن کا درجہ خدا تعالیٰ کی جناب میں بہت بڑا ہے۔

(۲) دوسری یہ کہ اُن کی مرادیں حاصل ہوگئیں۔

(۳) تیسری یہ کہ خدا نے ان کو اپنی رحمت اور خوشی اور بہشتوں کی خوشخبری دے دی ہے۔

(۴) چوتھی یہ کہ وہ لوگ بہشت کی دائمی نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

اب یہ امر بہت ظاہر ہے کہ چہار یار کبار بالاتفاق سارے مہاجروں اور مجاہدوں کے سردار ہیں۔ پس یہ چاروں اس آیت کے حکم سے خدا کے یہاں بڑے معزز اور مکرم ٹھہرے اور بہشتوں کی خوشیوں میں ہمیشہ خوش رہیں گے اور ان کے دوست اور محبّ بھی اُن کے رفیق ہوں گے [وَحَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِیْقًا] مگر اُن کے دشمن بہشت کی خوشیوں سے دُور اور مہجور کیے جائیں گے، کیونکہ حکم الٰہی اور فرمانِ شہنشاہی ہو چکا ہے۔

فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ . (سورۂ شوریٰ:۴۲/۷)

باقی رہا یہ کہ اس آیت میں بہشتوں کی نعمتوں کو انواع تاکید سے بیان فرما کر صحابہ کبار کی شان وشوکت بڑھا کر اخیر میں فرمایا :

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ . (سورۂ توبہ:۹/۲۲)

یعنی خدا کے نزدیک صحابہ کے لیے بہشتوں سے بڑھ کر ایک عظیم ثواب ہے کہ وہ خدا کا دیدار ہے جو صحابہ اور ان کے محبوں اور پیروؤں کو نصیب ہوگا اور وہ ایسی بھاری نعمت ہے کہ دوسری سب نعمتوں کا سر ہے چنانچہ قرآن شریف میں اور جگہ فرمایا ہے :

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَةٌ . (سورۂ یونس:۱۰/۲۶)

یعنی نیکوں کے واسطے نیک حالت ہوگی اور اس پر زیادتی جو خدا کا دیدار ہے۔

اب خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھیئے کہ دیدارِ الٰہی عمدہ ضیافت ہائے کبریائی جو صحابہ اور ان کے محبوں کے لیے بہشت میں عطا ہونا ہے۔ شیعہ نے اُس کا قطعی انکار کیا اور اپنے اقرار سے اس نعمت

عظمٰی سے محروم رہے، گویا خدا نے صحابہ کی دشمنی کا اُن کو یہ بدلہ دیا کہ نہ شیعہ بہشت میں تشریف لے جائیں اور نہ لقاے الٰہی سے حظ اُٹھائیں (کیونکہ خود انکاری ہیں۔ واللہ ہو الہادی۔۱۲)

فَسُبحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْئٍ . (سورۂ یٰس:۳۶/۸۳)

تیسری آیت: سورۂ توبہ دسویں سیپارہ کے چوتھے پاؤ کے چوتھے رکوع میں ہے :

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ . (سورۂ توبہ:۹/۸۸تا۸۹)

ترجمہ: لیکن رسول اور جو ایمان لائے ہیں ساتھ اس کے لڑتے ہیں اپنے مال اور جان سے اور انہیں کو ہیں خوبیاں اور وہی پہنچے مراد کو تیار رکھے ہیں اللہ نے اُن کے واسطے باغ بہتی ہیں نیچے اُن کے نہریں رہا کریں ان میں ہمیشہ یہی ہے بڑی مراد ملنی۔

باری تعالیٰ نے اس آیت میں حضور خواجہ ہر دوسرا علیہ التحیۃ والثناء اور آپ کے ہم راہیانِ با صفا کے واسطے چار طرح سے نوازش فرمائی ہے :

(۱) پہلی یہ کہ ساری نیکیاں اور تمام خوبیاں ان کے ہی واسطے ہیں۔

(۲) دوسری یہ کہ سب سے پہلے یہی مراد کو پہنچنے والے اور نجات پانے والے ہیں۔

(۳) تیسری یہ کہ بہشتیں ان کے ہی لیے بنائی گئی ہیں۔

(۴) چوتھی یہ کہ بہشت ہمیشہ کے واسطے ان کا مقام ہے۔

اب سب دانش مندوں پر اظہر ہے کہ چاروں خلفا سارے ایمان والوں اور جہاد کرنے والوں کے سردار اور سب سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کے مددگار اور جان نثار تھے بلکہ اِن کے ہاتھ سے خدا نے مشرق سے مغرب تک دین اسلام پھیلایا پس چاروں عنایات الٰہی بطفیل حضور رسالت پناہی ﷺ سب سے پہلے ان چہار یار بزرگ وار کے شامل ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ ان اوپر کی تینوں آیتوں میں منعم حقیقی نے چار چار نعمتیں فرمائیں تا کہ ان چار یار کے شمارے سے ٹھیک مناسبت رہے۔

پچھلی بات کو یاد کیجیے اور اس کو بھی سن لیجیے کہ ان دونوں آیتوں سے خلفاے اربعہ کا قطعی بہشتی ہونا صاف ظاہر ہے، اس لیے کہ ممکن ہی نہیں کہ خدا جن کے واسطے ساری نیکیاں فرمائے اور بہشت بھی اُن کے لیے سجائے ۔ معاذ اللہ ۔ ان سے کفر یا گناہ سرزد ہو جائے بلکہ رحمٰن کی شان کو شایان ہے کہ ایسے اپنے مقبولوں کے ہر کام اور ہر بات اور ہر وقت میں نگہبانی کرے اور کبھی بھی ان کی فروگذاشت نہ فرمائے۔ **هنيئاً لأرباب النعيم نعيمها .**

چوتھی آیت: سورۂ حجرات چھبیسویں سیپارے کے چوتھے پاؤ کے پہلے رکوع میں ہے :

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ . (سورۂ حجرات: ۱۵/۴۹)

ایمان والے وہ ہیں جو یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر پھر شبہہ نہ لائے اور لڑے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے یہ لوگ وہی ہیں سچے (یعنی ایمان اور سب قول قرار اور کاروبار میں)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کمالِ ایمان کو ان لوگوں پر منحصر کر دیا ہے جن میں یہ تین نشانیاں موجود ہوں :

پہلی نشانی یہ ہے کہ وہی لوگ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لائیں۔

دوسری نشانی یہ ہے کہ بعد ایمان لانے کے پھر کبھی شک کے پاس نہ جائیں۔

تیسری نشانی یہ ہے کہ خدا کا دین بڑھانے کے واسطے اپنے مال و جان سے کافروں کے ساتھ قتال فرمائیں۔

اب تواریخ والوں پر جو چہار یار کبار کی خلافت کے واقعات سے ماہر ہیں، ظاہر ہے کہ یہ چاروں بزرگوار جو دین کے وجود میں بہ منزلہ اربعہ عناصر ہیں ان تینوں صفتوں سے بخوبی موصوف تھے اور اس کمال ایمان میں ایسے معروف تھے کہ مسلمانوں کی شہادت سے قطع نظر عیسائی مؤرخ بھی اس اداے شہادت میں متفق الکلمہ ہیں جیسا کہ پہلے باب میں اس کی تصدیق کے لیے کچھ تھوڑا سا منقول ہو چکا ہے۔

پس بے شک خلفاے راشدین اور دوسرے انصار و مہاجرین حسب ارشاد قرآن مبین کامل مؤمنین اور اولیاے عظام اور متقین سے ہیں اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ جو حضرات چہار یار کو اُن کی خلافتوں میں یا خلیفة رسول اللّٰہ اور یا امیر المُومنین سے پکارتے تھے تو وہ اپنی اس بول چال میں سچے تھے، کیونکہ خدا کریم نے صدق اور راستی کو ان لوگوں میں منحصر کیا ہے جیسا کہ فرماتے ہیں أُوْلٰـئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ یعنی یہ لوگ ہی سچے ہیں۔ پس بالیقین جس نے اُن کو کافر یا فاسق کہا وہی جھوٹے ہیں، کیونکہ خدا کے کلام کو جھٹلاتے ہیں۔ چھوٹا منہ بڑی بات سے نہیں شرماتے ہیں۔ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلاً .

پانچویں آیت: سورۂ نور اٹھارویں پارے کے چوتھے پاؤ کے پہلے رکوع میں ہے :

وَعَدَاللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ عَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِیْ ارْتَضٰی لَهُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یَّعْبُدُوْنَنِیْ لاَ یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَّ مَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ . (سورۂ نور:۲۴/۵۵)

ترجمہ: وعدہ دیا اللہ نے ان کو جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور نیک کام کیے کہ البتہ پیچھے حاکم کرے گا ان کو زمین میں جیسا کہ حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو اور جما دے گا اُن کو دین ان کا جو پسند کر دیا ہے اُن کے واسطے اور دے گا ان کو ان کے ڈر کے بدلے امن میری بندگی کریں گے شریک نہ کریں گے میرا کسی کو اور جو کوئی ناشکری کرے گا اس سے پیچھے سو وہی لوگ ہیں بے حکم۔

فائدہ از موضح القرآن: خطاب فرمایا حضرت کے وقت کے لوگوں کو جو اِن میں نیک ہیں پیچھے ان کو حکومت دے گا اور جو دین پسند ہے اُن کے ہاتھ سے قائم کرے گا اور وہ بندگی کریں گے بغیر شرک کے یہ چاروں خلیفوں سے ہوا، پہلے خلیفوں سے اور زیادہ، پھر جو کوئی اُن کی خلافت سے منکر ہوا اس کا حال سمجھا گیا۔

اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ بعض صحابہ کو جو کم

سے کم اقل مرتبہ کا جمع کا تین ہوں دنیا میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو فرمایا تھا:

یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الاَرْضِ . (سورۂ ص: ۳۸/۲۶)

اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں اپنا خلیفہ کیا (اور جیسا کہ دوسرے انبیاے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا ہوا تھا)

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا تھا :

عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّھْلِکَ عَدُوَّکُمْ وَ یَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ . (سورۂ اعراف: ۷/۱۲۹)

یعنی قریب ہے کہ خدا تمہارے دشمن کو ہلاک کرے گا اور تم کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔

اور اس آیت میں بھی یہ وعدہ کیا کہ ان خلیفوں کا دین جو خدا کا پسندیدہ ہے زمین میں جاری کرے گا اور یہ بھی وعدہ کیا کہ ان کے خوف کو (جو ابتداے اِسلام میں اور بعد وفات آنحضرت ﷺ کے بسبب مرتد ہونے بعض قبائل عرب کے اُن کو لاحق ہو گیا تھا) ایمنی سے ایسا بدل دے گا کہ وہ بے خوف وخطر اپنی اوقات بسری کریں گے اور کبھی کسی سے نہ ڈریں گے۔

پس خداے صادق الوعد نے یہ اپنے وعدے خلفاے اربعہ کے وقت میں عموماً اور پہلے تینوں خلیفوں کے عہد میں خصوصاً پورے کیے کہ ان چہار یار بزرگوار نے خدا کے فضل وکرم سے دُور دراز ملکوں میں بادشاہی اور فرمان فرمائی کی اور شرقاً غرباً اسلام کو پھیلانے اور بڑے امن وچین سے اوقات بسری کرتے رہے۔ پس قرآن عظیم الشان کی شہادت سے ثابت ہو گیا کہ چاروں خلیفہ کامل ایماندار اور بڑے نیکوکار تھے کہ خدا نے پہلے اپنی خوشی سے اُن کو خلفا بنایا اور پھر اُن کے پسندیدہ دین کو دنیا میں پھیلایا خوف کو بے خوفی سے بدل فرمایا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ .

مگر بموجب عقیدہ شیعہ کے یہ وعدۂ الٰہی چوتھی خلافت میں کہ اُن کے نزدیک صرف وہی حق ہے پورے نہیں ہوئے جیسا کہ پہلے باب کے ابتدا میں بیان ہو چکا ہے (کہ وہ تقیہ کرتے اور دشمنوں سے ڈرتے رہے) اور یہاں پر پھر کمال تشریح کی غرض سے شیعہ کی بعض معتبر کتابوں سے کچھ نقل کرتا ہوں :

شریف مرتضیٰ جو شیعہ کے یہاں اَجلہ فضلا سے ہے کتاب تنزیہ الانبیاء میں لکھتا ہے کہ حضرت

شیر خدا علی المرتضٰی اور ان کے شیعہ اپنا دین ہمیشہ چھپاتے اور مخالفوں کے دین و آئین میں شامل ہو کر اپنی اوقات بسری فرماتے رہے اور پوری ایمنی ان کو حاصل نہ تھی کیونکہ بہت سے شہر شام اور مغرب کے آپ کی خلافت کا انکار کرتے رہے اور آپ مع اپنے دوستوں کے ہمیشہ شام کی فوجوں سے ڈرتے رہے۔ سارے شیعہ کے علماء ایسا ہی لکھتے ہیں بلکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے پیچھے بھی جس قدر ائمہ ہوئے کسی کو دنیا میں حکم اور امن ہاتھ نہیں آیا اور اُن کے دین پسندیدہ نے رواج ہی نہیں پایا۔ جیسا ملا محسن تفسیر صافی میں بڑی زور شور سے پکار رہا ہے :

فَکان الکتاب واهله فی الناس و لیسا فی الناس و معهم و لیسا معهم وکان العلم مکتوما و اهله مظلوما لا سبیل لهم إلی إبرازه إلا بتعمیة و العازه .

یعنی قرآن اور اہل بیت بظاہر تو لوگوں میں تھے اور دراصل نہ تھے اور علم دین پوشیدہ رہا اور علمائے ستم دیدہ، وہ علم دین کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے، مگر معما اور اشارے پر گزارتے تھے۔

اگر شیعہ یہ کہیں کہ یہ وعدے حضرت مہدی کے وقت میں پورے ہوں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں خدا نے ان لوگوں سے وعدے کیے ہیں جو آنحضرت ﷺ کے پاس موجود تھے، اور حضرت مہدی وہاں کب تھے! خدا کے کلام کو ایسا لغو بنا دینا کہ بات کا مفاد کچھ اور ہو اور مراد کچھ اور ادنیٰ دانش مندوں کا بھی کام نہیں ہے!۔

اب ہم اس مطلب کو یوں بیان کرتے ہیں کہ اس آیت سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ چہار یار کبار اسلام لانے سے بعد ساری عمر میں عموماً اور اپنی خلافتوں میں خصوصاً کفر اور گناہ سے بیزار ایمان اور نیکوکاری پر قائم اور برقرار تھے اور ان کی خلافت بھی حق بلکہ خدا کی طرف سے موعود تھی اور ان کو دشمنوں کے حق میں بھی یہ وعدہ **وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ** .(یعنی جس نے اس کے بعد ناشکری کی وہی لوگ بے فرمان ہیں) پورا ہوا۔ **اِنَ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَاد**

اب یہاں پر وہ شبہات جو شیعہ کے مجتہدوں نے اس آیت میں کیے ہیں اور ان کے جواب اہل سنت کی طرف سے لکھتا ہوں :

پہلا شبہہ : ممکن ہے کہ اس آیت میں خلافت کے لغوی معنی مراد ہوں یعنی ایک کو

> دوسرے کا جانشین بنایا جیسا کہ بنی اسرائیل کے حق میں عَسٰی رَبُّکُمْ آخر تک آیا ہے یعنی خدا تمہارے دشمن کو ہلاک کر کے تم کو ان کی جگہ دے گا اور اصطلاحی معنی خلیفہ کے تو آنحضرت ﷺ کے بعد مشہور ہوئے ہیں پھر اس آیت سے خلفاء ثلثہ کی خلافت کیوں کر نکلی؟۔

جواب: اِس کا جواب یہ ہے کہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ خلافت کے لغوی معنی مراد ہوں لیکن شیعہ کے یہاں قاعدہ اُصولیہ یوں مقرر ہوا ہے کہ الفاظ قرآنی کو جہاں تک ہو سکے معانی اصطلاحیہ شرعیہ پر حمل کیا جائے نہ معانی لغویہ پر، ورنہ کوئی حکم شرعی قرآن سے ثابت نہ ہو سکے گا۔ دیکھو اگر 'ایمان' کو صرف تصدیق یعنی مان لینے پر حمل کریں اور 'صلوٰۃ' کو دعا پر اور 'حج' کو قصد پر اور علی ہذا القیاس دوسرے الفاظ قرآنی کو معانی لغویہ پر حمل کریں تو کسی فرض کا ثبوت قرآن سے نہ ہو سکے گا۔

تعجب تو یہ ہے کہ شیعہ حدیث **انت خلیفتي من بعدی** سے خلیفہ کے اصطلاحی معنی مراد لیتے ہیں اور اس آیت میں باوجود مخالفت اپنے اُصول کے لغوی معنی مراد رکھ کر خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت کے حق ہونے سے انکار کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ یہ اُن کے مضطربانہ ہاتھ پاؤں مارنے بے کار جاتے ہیں کیونکہ اگر صرف استخلاف سے خلفاء راشدین کی خلافت کے حق ہونے پر دلیل لی جاتی تو البتہ لغوی معنی کے مراد رکھنے سے اُس استدلال میں خلل پڑ جاتا لیکن اس آیت میں تو استخلاف خدا کی طرف منسوب ہے اور خدا کا استخلاف شرعی استخلاف ہے، لغوی استخلاف بن ہی نہیں سکتا، نیز شیعہ اس استخلاف کو مثل استخلاف بنی اسرائیل کے مان چکے ہیں اور وہ استخلاف یعنی بنی اسرائیل کا فرعونیوں کی جگہ پر خلیفہ ہونا بے شک حق تھا پس یہ استخلاف خلفاء ثلثہ کا بھی بموجب اقرار شیعہ کے حق اور صواب ٹھہرا۔ **فثبت مدعا المومنین باقرار المعترضین .**

> **دوسرا شبہہ:** آیت **وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ** میں حرف مِنْ بیانیہ ہے نہ بعضیہ اور استخلاف کے معنی 'زمین میں وطن پکڑنا' ہے پس اس آیت میں یہ بیان ہے کہ مسلمانوں کو خدا زمین میں جگہ دے گا خلافت خلفاء ثلثہ کہاں سے ثابت ہوئی؟۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ حرف مِنْ بعضیہ ہے بیانیہ نہیں کیونکہ بیانیہ ضمیروں پر نہیں آیا کرتا (علم المعانی کی کتابوں میں) اور اگر ہم شیعہ کی خاطر کر کے مان لیں کہ یہ مِـــــنْ بیانیہ ہے تو

اعمال صالحہ کا ذکر جو اس آیت میں آیا ہے وہ لغو ہو جائے گا اس لیے کہ خدا نے جیسا کہ نیکوں کو زمین میں جگہ دی ہے ویسا ہی بدوں کو جگہ دی ہے بلکہ ایمان کی قید بھی عبث ہو جائے گی کیونکہ کافروں کو بھی زمین میں جگہ اور وطن مل گیا ہے چونکہ قرآن لغویت سے پاک و مبرا ہے تو یہ شیعہ کی توجیہہ بے جا محض خطا ہے۔

> **تیسرا شبہہ:** اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا سے مراد صرف حضرت امیر رضی اللہ عنہ ہی ہیں اور صیغہ جمع کا تعظیم یا آپ کی اولاد کے شمول کی رو سے ہے، پس خلفاے ثلثہ کا ذکر اس آیت میں نہ ہوا!

جواب: حقیقی معنی جمع کے یہی ہیں کہ تین پر بولی جائے جب کہ اِرادہ تین شخص کا یہاں پر صاف درست ہے تو ایک پر حمل کرنا بالکل ناجائز ہے، حالانکہ علماے شیعہ خود مان چکے ہیں کہ اس آیت کے تینوں وعدے حضرت امیر رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے وقت میں وفا نہیں ہوئے جیسا کہ شیعہ کی معتبر کتابوں سے اوپر منقول ہو چکا ہے۔ پس بلا شک و شبہہ اس آیت سے مراد حقیّت خلافت خلفاے ثلثہ ہے جن سے پیچھے خلافت رابعہ بھی حق ہوئی اور بلا ریب اس آیت سے یہی مراد ہے کیونکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ میں (جو فارسیوں سے قتال کرنے کے بیان میں کیا تھا) فرمایا تھا کہ ہم اور تم سارے صحابہ اس آیت کے موعود ہیں اور خدا اپنے وعدے پورے کرے گا جیسا کہ یہ قصہ نہج البلاغہ میں۔ جو شیعہ کے یہاں نہایت صحیح تر کتاب اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی کلام اور خطاب ہے۔ مذکور ہے۔ من شاء فلینظر فیھا (جس کا جی چاہے اس میں دیکھ لے)۔

چھٹی آیت: سورۂ فتح چھبیسویں سیپارہ کے دسویں رکوع میں ہے:

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِیْعُوْا یُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَّ اِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ قَبْلُ یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا. (سورۂ فتح: ۴۸/۱۶)

ترجمہ: کہہ دے پیچھے رہے گی گنواروں کو شتاب تم کو بلائیں گے ایک قوم پر بڑے سخت لڑوتے (لڑاکے) تم اُن سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہوں گے پھر اگر حکم مانو گے،

> دے گا تم کو اللہ ثواب اچھا اور اگر پلٹ جاؤ گے جیسے پلٹ گئے پہلی بار مار دے گا تم کو ایک دُکھ کی مار۔
>
> فائدہ از موضح القرآن: حق تعالیٰ بڑے بڑے لڑوتے (لڑاکے، جنگ جو) فارس کے لوگوں کو بیان فرماتا ہے ان کی سلطنت ہمیشہ زبردست رہی تھی حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے وقت میں فارس کا ملک فتح ہوا اور کچھ مسلمان ہوئے بن لڑے وہاں سے غنیمتیں بہت ہاتھ لگیں۔

واضح رہے کہ اس آیت میں ان بعضے قبائل اعراب کو خطاب ہے جنہوں نے حدیبیہ کے سفر میں آں حضرت ﷺ کی رفاقت نہیں کی تھی مثل اسلم اور جہنیہ اور مزنیہ اور غفار اور اشجع کے۔ اور سارے مؤرخوں کا اس پر اتفاق ہے کہ سرور عالم ﷺ کی حیات مبارک میں کوئی ایسی جنگ نہیں ہوئی کہ جس میں اعراب (یعنی گنوار) بلائے گئے ہوں مگر ایک غزوۂ تبوک۔ اور یہ جنگ تبوک اس آیت میں مراد نہیں لیا جا سکتا ہے کیونکہ آیت میں ارشاد ہے کہ تم جنگ کرو گے اس قوم سے یا وہ اسلام لے آئیں گے۔ جنگ تبوک میں ان دونوں باتوں سے کوئی بات واقع نہیں ہوئی، نہ کفار سے قتال ہوا اور نہ وہ اسلام لائے۔

پس معلوم ہوا کہ یہ جنگ تبوک کے غزوہ کے سوا کوئی اور ہے جو آنحضرت ﷺ کے بعد خلفاے راشدین کے وقت کافروں اور مرتدوں سے لڑانے کے واسطے گنوار بلائے جائیں گے اور مخالف کچھ مارے جائیں گے اور کچھ ایمان لائیں گے۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ پہلے اور دوسرے خلیفہ کے وقت میں فارسیوں اور رومیوں کے قتال کے واسطے گنوار بلائے گئے اور تیسرے خلیفہ کی خلافت تک سب فتح ہو گئی۔

پس اس صورت میں یہ تینوں خلافتیں قرآنی حکم کے مطابق حق ہوئیں کیونکہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ ان کے بلانے کو جس نے مانا اس کو بہشت ملے گا اور جس نے نا مانا وہ دوزخ میں جلے گا۔ پس جن لوگوں کی اطاعت بموجب ارشاد الٰہی کے واجب ٹھہر گئی وہ بے شک سچے امام اور خلیفہ اہل اسلام ہو گئے۔ و هو المطلوب.

چونکہ اس آیت میں بھی شیعہ کے اکابر علما نے حق پوشی کی رو سے کچھ کچھ خلافِ واقعہ تاویلیں

کی ہیں، اس لیے مناسب ہے کہ اُن کا جواب لکھا جائے۔

پہلی تاویل یہ ہے کہ اس آیت میں بلانے والے سے آنحضرت ﷺ مراد ہیں اور ممکن ہے کہ آپ نے کسی دوسری جنگ میں جس میں قتال ہوا ہو گنواروں کو بُلایا ہو لیکن یہ بات منقول نہ ہوئی ہو بلکہ مخفی رہی ہو۔

اس واہیات کے جواب میں اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ تاریخی خبروں میں ایک احتمال از خود تراش لینا اور پھر اس کی رو سے قرآن کے معنی خلاف ظاہر بیان کر دینا دین اور دانش سے بعید ہے۔ شیعہ اگر ایسے احتمالوں کے پیچھے پڑیں گے تو ان پر کار سخت دُشوار ہو جائے گا کیونکہ کوئی کہہ دے گا کہ غدیر خم کے واقعہ سے پیچھے (☆) ممکن ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے اس خلافت کو ملتوی رکھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کوئی نص قائم کر دی ہو اور لوگوں کو اُن کی متابعت پر تاکید فرمائی ہو، مگر یہ واقعہ منقول نہ ہوا اور اہل سنت نے اس نص کی تفتیش اس لیے نہ کی کہ ان کے پاس حضرت ابو بکر کی خلافت کے حق ہونے پر اور دلائل بکثرت موجود تھے اور ایسا ہی ہر واقعہ میں احتمالات قائم کرنے سے شیعہ کے سارے اصول بے اعتبار اور فضول ہو جائیں گے۔

دوسری تاویل یہ ہے کہ اس آیت میں بُلانے والے سے مراد حضرت امیر رضی اللہ عنہ ہیں کہ آپ نے لوگوں کو فاسقوں کے ساتھ لڑنے کے لیے بلایا تھا۔

سو یہ بھی خام خیال ہے کیونکہ اس آیت میں صراحت ہے کہ وہ جنگ طلب اسلام کے واسطے ہوگی اور تاریخ دانوں پر صاف روشن ہے کہ حضرت امیر نے کوئی جنگ طلب اسلام کے لیے نہیں فرمائی بلکہ اپنی خلافت کے انتظام کے واسطے محاربات کیے اور شرع میں امام کی اطاعت کو اور اس کی مخالفت کو کفر نہیں کہا جا سکتا ہے اور شیعہ بھی خود اقرار کرتے ہیں کہ حضرت امیر کو آنحضرت ﷺ نے یوں فرمایا تھا :

(☆) جس کو شیعہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص مانتے ہیں اور دراصل معاملہ غدیر خم کا باب خلافت میں نص نہیں ہے بلکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی طاعتوں کی تنبیہ کے واسطہ اور آپ کی محبت پر ترغیب کے لیے وہ سارا اہتمام فرمایا گیا تھا جیسا کہ شروحِ مشکوٰۃ وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت میں اس کی تحقیق میں دادِ انصاف دی گئی ہے۔ من شاء فلینظر فیها . ۱۲ منه كان الله له .

إنک یا علی تقاتل علی تاویل القرآن کما نقاتل علی تنزیله.

اے علی! تم لڑو گے قرآن کی تاویل پر جیسا کہ ہم لڑتے ہیں قرآن کی تنزیل پر۔

یعنی ہم کافروں سے لڑتے ہیں اور تم اُن سے لڑو گے جو قرآن میں تاویل کر کے تمہاری مخالفت کریں گے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت امیر کے مقابل مسلمان تھے قرآن پر ایمان لانے والے تو آپ کا قتال طلب اسلام کے واسطے نہ ہوا اور آپ اس آیت کے مورد نہ بنے بلکہ خلفاے ثلثہ ہی اس آیت کے مورد ہیں۔

اب رہا یہ کہ حضرت امیر کے سارے مخالفوں کو 'فاسق' کہنا قرآن کے خلاف پر چلنا ہے کیونکہ جنگ جمل میں آپ کے مخالفوں میں ایسے صحابہ شامل تھے جو 'سابقین اولین' سے تھے۔

پس مناقب اور فضائل سابقین اولین کے اس باب کی پہلی ہی آیت سے دیکھ لیجیے اور آئندہ اُن کے فاسق کہنے سے (اگر اپنا ایمان درکار ہے) تو توبہ کیجیے اور جنگ صفین میں جو لوگ آپ کے مخالف تھے ان میں سے ایسے صحابہ بھی تھے جو مکہ کی فتح سے پہلے ایمان لائے اور کفار سے قتال اور راہِ خدا میں انفاق مال کرتے رہے اور قرآن میں حکم ہے کہ ایسے لوگوں کا خدا کے یہاں بڑا مرتبہ ہے۔

اور اگر ہم مان لیں کہ وہ لوگ فتح مکہ سے پیچھے ایمان لائے تھے تب بھی وہ آیت **وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى** (یعنی سارے صحابہ سے خدا نے بہشت کا وعدہ کیا ہے) کی بشارت میں داخل ہے جیسا کہ بارہویں آیت میں یہ بیان تمام وکمال مشروح ہوگا۔ پس بہرحال صحابہ کو 'فاسقین' میں داخل کرنا قرآن پر ایمان لانے والوں کا کام نہیں ہے (۱) بلکہ صحابہ کی عظمت شان میں خلل اندازوں کے حق میں قرآن کا ارشاد ہے:

فَاُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ.

یعنی وہی لوگ بے حکم ہیں (یعنی صحابہ کے بدگو)

---

(۱) فقیر نے اس باب میں ایک فتوی مدلل بانس بریلی میں لکھا تھا وہاں کے علما نے بہت پسند کر کے مہریں کی تھیں، اگر اس کی نقل آتی تو اس رسالہ کے پیچھے چھپ جاتی۔ ۱۲ منہ کان اللہ له

ساتویں آیت: سورۂ توبہ گیارہویں سیپارہ کے پہلے پاؤ کے تیسرے رکوع میں ہے :

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُوْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِی التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْآنِ وَ مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِیْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ التَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ . (سورۂ توبہ: ۹/۱۱۱، ۱۱۲)

ترجمہ: تحقیق اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے اُن کی جان اور مال اس قیمت پر کہ اُن کے لیے بہشت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں وعدہ ہو چکا خدا تعالیٰ کے ذمہ پر سچا توارت اور انجیل اور قرآن میں اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ سو خوشیاں کرو اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اس سے اور یہی ہے بڑی مراد ملنی۔ وہ توبہ کرنے والے، بندگی کرنے والے، شکر کرنے والے، حکم کرنے والے نیک بات کا، اور منع کرنے والے بُری بات سے اور نگاہ رکھنے والے حدیں باندھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اور خوشخبری سنا ایمان والوں کو۔

فائدہ از موضح القرآن: بے تعلق رہنا روزہ سے یا ہجرت سے یا دل نہ لگانا دنیا کے مزوں میں اور حدیں نگاہ رکھنی یہ کہ بغیر شرع کے کوئی کام نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کفار سے لڑنے والوں کی نو (۹) صفتیں بیان کر کے اُن سے پکا وعدہ بہشت کا کیا بلکہ بہشت کو اُن کی خریدی ہوئی شے بنا کر ان کا ملک کر دیا، پھر اپنے وعدے کا پورا کرنا بڑی تاکید مزید سے بیان فرمایا اور ان کو آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے مژدہ پہنچایا۔

اب ظاہر ہے کہ صحابۂ کبار خصوص چہار یار نے خدا تعالیٰ کی راہ میں دین بڑھانے کے واسطے اپنی جان اور مال کو قربان کیا اور عاقبت کی بہتری کے لیے دنیا کے نفعوں کو ہاتھ سے دے دیا۔ اور اس پچھلی آیت کی نو صفتیں حسب شہادت ہر آشنا اور بیگانہ کے ان میں بخوبی موجود تھیں۔ پس مطابق

ارشاد قرآن شریف کے یہ حضرات سب سے پہلے بہشت کے خریدار اور مالک بن گئے اور آیت:

فَمَنۡ زُحۡزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدۡخِلَ الۡجَنَّةَ فَقَدۡ فَازَ. (سورۂ آل عمران:۱۸۵/۳)

(یعنی جو دوزخ سے چھوٹا اور بہشت میں پہنچا پس بے شک اس نے مقصود حاصل کرلیا)

کی بشارت سے شادکام اور فائز المرام ہو گئے اور ان کے دوست منصور اور نیک نام اور دشمن مقہور اور بدنام ہوئے۔

آٹھویں آیت: سورۂ فتح چھبیسویں پارہ کے تیسرے پاؤ کے دوسرے رکوع میں ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اُن مہاجرین اور انصار کے حق میں جو حدیبیہ کی صُلح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین کے ہم رکاب تھے، فرماتا ہے:

اِذۡ جَعَلَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الۡجَاهِلِیَّةِ فَاَنۡزَلَ اللّٰهُ سَکِیۡنَتَهٗ عَلٰی رَسُوۡلِهٖ وَعَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ اَلۡزَمَهُمۡ کَلِمَةَ التَّقۡوٰی وَکَانُوۡۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهۡلَهَا وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمًا. (سورۂ فتح:۲۶/۴۸)

ترجمہ: جب رکھی کافروں نے اپنے دلوں میں ضد، ضد نادانی کی پس اُتارا اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کا چین اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور لازم کردی اُن کو پرہیزگاری کی بات اور وہی تھے اُس کے بہت حق دار اور لائق اس کے اور ہے اللہ ہر چیز سے خبردار۔

فائدہ از موضح القرآن: ایک ضد یہ کہ اب کے برس عمرہ نہ کرنے دیا اور یہ کہ جو مسلمان ہجرت کرے اُس کو پھر بھیجو اور اگلے سال عمرہ کو آؤ تو تین دن سے زیادہ نہ رہو اور ہتھیار کھلے نہ لاؤ حضرت ﷺ نے یہ قبول کرلیا۔

کافروں کی ضد اور کد اور ایسی سخت شرائط پیش کرنے سے بعض صحابہ اوّل صلح سے ناراض ہوئے پھر جب خدا نے تسکین فرمادی، تب سب رضامند ہو گئے۔ اب اس آیت میں خدا تعالیٰ نے صحابہ اور انصار کے بارے میں چار (۴) عنایتیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) ایک تو یہ کہ اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ اجمعین کے ساتھ تسکین اور چین کے اُتارنے میں شریک بنایا۔

(۲) دوسری یہ کہ اُن کو اپنے علم میں ایماندار فرمایا۔

(۳) تیسری یہ کہ تقویٰ اور پرہیز گاری کو اُن سے ایسا کیا کہ لازم وملزوم بنا دیا۔

(۴) چوتھی یہ کہ خدا نے ان کا استحقاق دیکھ کر یہ صلہ دیا ہے کچھ بے جا نہیں کیا ہے۔

پس خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم بھی جو بموجب بیان تفاسیر وغیرہ کتب تواریخی شیعہ کے اس واقعہ میں شامل تھے تو خدا کے حکم سے ان کا ایمان اور تقویٰ ایسا ثابت ہوا کہ ممکن ہی نہیں کہ ایمان اور تقویٰ اُن سے جدا ہو ورنہ خدا کے حکم کا خلاف لازم آئے گا اور علاوہ بریں قاعدہ لازم وملزوم کا ٹوٹ جائے گا پس ایسے پکے ایمانداروں اور سچے پرہیز گاروں کو کافر یا گناہ گار کہہ دینا اپنے ایمان کا استعفٰی لینا ہے۔

یہاں پر حقیر بڑی عاجزی سے شیعوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ صاحب خدا کے لیے ان چہار یار رضی اللہ عنہم کی قرآنی فضیلتوں اور فرقانی خوبیوں کو غور سے ملاحظہ کیجیے اور ان پرلے درجے کے پرہیز گاروں اور نیکوکاروں کی بدگوئی اور دشمنی سے توبہ اور اِستغفار کیجیے تاکہ نجات کے سزاوار ہو اور ایمان سے بیڑا پار ہو۔

اِیماں چو سلامت بلب گور برند
اَحسنت زہے چُستی وچالاکی وشان

اور یاد رکھیے کہ خدا کے مقبولوں کے معاملات کو اپنے نفسانی تنازعات اور واقعات پر حمل کر کے سخن چینی اور بدبینی کرنی اپنی دید کا قصور اور فہمید میں فتور ہے۔کیا اچھا کہا ہے کسی عارف نے۔

چو بشنوی سخنِ اہل دل مگو کہ خطاست
سخن شناش نہٖ دلبرا خطا اینجاست

نویں آیت: سورۂ اعراف نویں سیپارہ کے دوسرے پاؤ کے تیسرے رکوع میں ہے:

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَ عَزَّرُوْہُ وَ نَصَرُوْہُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (سورۂ اَعراف:۱۵۷/۷)

پس جو لوگ نبی اُمّی پر ایمان لائے اور اس کی رفاقت کی اور اس کو مدد دی اور تابع

ہوئے اس نور کے جو اس کے ساتھ اُترتا ہے وہی لوگ پہنچے مراد کو۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قیامت کی نجات اور عذاب عقبیٰ سے خلاصی چار (۴) کاموں میں منحصر فرمادی :

(۱) ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم پر ایمان ہو۔

(۲) دوسرا یہ کہ دارالحرب اور کفرستان کو چھوڑ کر دارالاسلام میں سکونت کی جائے۔

(۳) تیسرا یہ کہ سرورعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مددگاری میں آئے۔

(۴) چوتھا یہ کہ قرآن شریف کی پیروی ہو۔

اب یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ سارے صحابہ عموماً اور چار یار کبار رضی اللہ عنہم خصوصاً ان چاروں کاموں پر بخوبی کاربندرہے۔ پس یہ حضرات اور ان کے طریقہ کی پیروی کرنے والے قیامت کے دن خدا کے حکم کے مطابق نجات پائیں گے اور خوشیاں منائیں گے اور ان کے برخلاف چلنے والے اور اُن سے دشمنی کرنے والے بہت سخت عذاب اور تکلیف اُٹھائیں گے اور نہایت پچھتائیں گے۔ پھر اُس وقت کی ندامت سے کچھ بھی سُود نہ ہوگا۔ دنیا دارالعمل ہے جہاں تک ہو سکے اس میں ہی توبہ اور اِستغفار مفید پڑتا ہے، دارالجزاء میں یہ کچھ بھی نہیں فائدہ کرتا ہے۔ أعاذنا اللہ وجمیع المسلمین عن ذلک .

دسویں آیت: سورۂ حج سترہویں سیپارہ کی اخیر میں آیت ہے :

وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَ فِى هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدآءَ عَلَى النَّاسِ فَاَقِيْمُوْا الصَّلٰوةَ وَآتُوْا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ . (سورۂ حج:۲۲/۷۸)

اور محنت کرو اللہ تعالیٰ کے واسطے جیسا چاہیے اس کی محنت اس نے تم کو پسند کیا اور نہیں رکھی تم پر دین میں مشکل دین تمہارے باپ ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کا اس نے نام رکھا تمہارا مسلمان حکم بردار پہلے سے اور اس قرآن میں بھی تا کہ رسول گواہی دینے

والا اور تم ہو گواہی دینے والے لوگوں پر پس قائم کرو نماز کو اور دیتے رہو زکوۃ اور محکم پکڑو اللہ کو وہ تمہارا صاحب ہے۔ سو خوب صاحب ہے اور خوب مددگار۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار (۴) حکم کیے ہیں :

(۱) ایک کفار سے لڑنا۔

(۲) دوسرا نماز کا قائم کرنا۔

(۳) تیسرا مال کی زکوۃ دینا۔

(۴) چوتھا سارے کاموں میں عموماً اور اِن احکام الٰہی کے بجالانے میں خصوصاً خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنا۔

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم نے اگلی آسمانی کتابوں اور قرآن میں تمہارا نام مسلمان مقرر کیا اور تمہارے ایمان اور اخلاص کی برکت سے تائیدِ غیبی کا صلہ دیا چونکہ مخاطب اس ارشاد کے سب سے پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جو حاضر حضور پُر نور تھے اور یہی سارے صحابہ سے عموماً اور حضرات چار یار کبار رضی اللہ عنہم سے خصوصاً ان چاروں حکموں کی نہایت بدرجہ غایت فرمانبرداری عمل میں آئی اور باری تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی حیات اور بعد وفات میں ان کی عمدہ مددگاری فرمائی، نیز ان کا ذکر خیر اگلی آسمانی کتابوں میں انہی عمدہ خصائل کے ساتھ موجود ہے۔(۱)

پس بلاشبہہ یہ حضرات اس آیت سے مقصود ہیں اور یہی لوگ ہیں جن کا کمال ایمان اور عُلو شان سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر قرآن سے ثابت ہوتا ہے اور خدا ان لوگوں کا ہے مددگار اور معین ہے، پس اُن کے دشمن اور مخالفوں کے لیے خسران مبین ہے۔

گیارہویں آیت: سورہ آل عمران چوتھے سیپارہ کے پہلے پاؤ کے تیسرے رکوع میں ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَوْ آمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ . (سورۂ آل عمران:۳/۱۱۰)

---

(۱) اگلی کتابوں کی شہادت کا ذکر صحابہ کے بارے میں اس باب کی اخیر آیت ۔۔۔ کے ترجمہ کے حاشیہ پر مرقوم ہو گا۔ ۱۲منہ کان اللہ لہ

تم ہو بہتر سب اُمتوں سے جو پیدا ہوئی ہیں لوگوں میں حکم کرتے ہو پسندیدہ کاموں کا اور منع کرتے ہو ناپسندیدہ سے اور ایمان لاتے ہو اللہ تعالیٰ پر اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو ان کے لیے بہتر تھا تھوڑے ہیں ان میں ایمان پر اور اکثر وہ بے حکم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اولاً اِصالۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کو ساری اُمتوں سے بہتر فرمایا ہے اور اُن کی تین صفتیں یاد کی ہیں :

(۱) ایک تو یہ کہ لوگوں کو اچھے کاموں پر مامور کرتے ہیں۔

(۲) دوسرا یہ کہ بُرے کاموں سے دُور کرتے ہیں۔

(۳) تیسرا یہ کہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔

اور یہ بات بہت ظاہر ہے کہ چاروں خلفا اپنی صحابیت اور خصوص ایام خلافت میں امر معروف و نہی منکر کے بارے میں بدرجۂ غایت کوششیں فرماتے اور اسلام پھیلاتے رہے اور اپنے ایمان کے کمال میں سب اوّل آخر کے مسلمانوں سے پیش دستی لے گئے تھے۔ پس یہ حضرات چہار یار مع دوسرے صحابۂ کبار خدا کی سچی گواہی کے بموجب ساری اُمت سے ہر کام اور ہر بات میں بہتر اور برتر ہوئے اور اُن کے تابعین اور مخلصین بھی امت مرحومہ کہلائے تو بالتحقیق ان کے دشمن اور بدگو ساری امت سے بدتر ہوئے۔ خدا ہدایت فرمائے، سیدھا راستہ دکھائے۔

بارہویں آیت: سورۂ حدید ستائیسویں سیپارہ کے چوتھے پاؤ کے پہلے رکوع میں ہے:

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ . (سورۂ حدید: ۱۰/۵۷)

برابر نہیں تم میں جس نے خرچ کیا مکہ کی فتح سے پہلے اور کافروں سے لڑائی کی ان لوگوں کا بڑا درجہ ہے اُن سے جو خرچ کریں اس سے پیچھے اور لڑیں اور سب کو وعدہ دیا ہے اللہ نے خوبی کا اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو۔ (یعنی فتح مکہ سے پہلے جنہوں نے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ بڑے درجے لے گئے)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اُن صحابہ کو جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے جب تک کلی غلبہ اسلام

کا نہیں ہوا تھا اپنا مال اور جان خدا کی راہ میں فدا کیا بہت بزرگ فرمایا اُن صحابہ سے جنہوں نے فتح مکہ سے بعد اپنی جان و مال کو حاضر کیا۔

پس سب کے اتفاق سے ثابت ہوا کہ حضرات چہار یار کبار رضی اللہ عنہم نے بہت برس فتح مکہ سے پہلے بلکہ قریب دعوی آنحضرت ﷺ کے محض اِخلاص اور صاف باطنی سے خدا کی راہ میں اپنا جان اور مال فدا کیا اور خدائے کریم اور رسول مقبول علیہ الصلوۃ والتسلیم کی خوشنودی کا صلہ لیا بلکہ یہی چہار یار بزرگوار شرق سے غرب تک اسلام کے اِنتشار کا ذریعہ اور وسیلہ ہوئے۔ پس اس آیت کے حکم کی رو سے یہ چاروں حضرات ساری اُمت سے عموماً اور دوسرے صحابہ کبار سے خصوصاً سبقت اور فضیلت لے گئے۔

رہا یہ کہ اس آیت سے جب پہلے صحابہ کا فضل پچھلے صحابہ پر ثابت ہو گیا تو اس قدر نقصان رتبہ سے بھی جو بہ نسبت پہلوں کے پچھلوں کے لاحق ہوا پچھلے صحابہ کو گویا کہ ایک گونہ حسرت اور وحشت دامن گیر ہوئی تو خدائے رؤف و رحیم نے یمن و برکت صحبت و خدمت رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ان پچھلے صحابہ کے ملالِ خاطر کو فرمان **وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى** (یعنی سب صحابہ کو وعدہ دیا ہے اللہ نے بہشت کا) سے رفع کر دیا۔

ہر چند پہلے صحابہ درجات میں پچھلوں سے بڑھ گئے، مگر منعم حقیقی نے اپنے احسانِ عمیم اور فضل عظیم سے دونوں فریق کو جو ایک ہی طریق میں ہیں دُخولِ بہشت میں شریک فرما دیا، کیونکہ ان سب کا اخلاص اور نیک نیتی اور نیکوکاری پرہیز گاری عالم الغیب کے علم قدیم آ چکی ہے کہ **وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ** یعنی خدا تمہارے کردار سے خبردار ہے۔

سبحان اللہ! شرفِ صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا عجب عالی مرتبہ ہے کہ خدائے حنان ومنان صحابہ کی خاطر داری اور اطمینان میں ایسا متوجہ ہے کہ اِن کی ادنیٰ دل شکنی اور خاطر آزاری بھی منظور نہیں ہے، البتہ جو لوگ خدا کی راہ میں دل و جان سے قربان ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی کمال محبت اور اخلاص سے مطیع فرمان ہوں تو وہ ایسے ہی عنایاتِ بے غایات کے سزاوار اور شایان ہوتے ہیں کیونکہ حکم الٰہی اور فرمانِ شہنشاہی صادر ہو چکا ہے :

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ . (سورۂ ہود:۱۱/۱۱۵)

یعنی پس بلاشک خدا ضائع نہیں کرتا نیکوکاروں کے اَجر کو۔

پس اس گروہِ منصور یعنی صحابہ حضور کے دوستوں کے لیے بشارت ہی بشارت ہے اور ان کے دشمنوں کے واسطے خسارت ہی خسارت ہے۔

تیرہویں آیت: سورۂ انفال دسویں سیپارہ کے پہلے پاؤ کے اخیر میں ہے :

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَ نَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ . (سورۂ اَنفال:۸/۷۴)

اور جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے اللہ کی راہ میں اور جن لوگوں نے جگہ دی اور ان کی مدد کی، وہی ہیں مسلمان سچے اُن کے لیے بخشش ہے اور روزی عزت کی۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صحابہ مہاجرین اور انصار کو ’کامل الایمان‘ اور ’قطعی الغفران‘ فرمایا ہے۔ اب اس میں کچھ بھی شک نہیں ہے کہ سارے مہاجر اور انصار نے جو خدا کی گواہی سے سچے مؤمن ہو چکے چہار یار کبار کو اپنا امام اور پیشوا بنا کر خطاب ’یا امیر المومنین‘ اور ’یا خلیفۃ الرسول رب العٰلمین‘ سے پکارتے رہے اور ساری عمر ان خلفاے راشدین کی پیروی اور متابعت میں گزارتے رہے۔ پس یہ چاروں حضرات خدا کے ارشاد کے مطابق بہت سچے ایماندار اور پرہیزگاروں کے پیشوا اور سردار ہوئے۔

اور یہ جو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ سے نیک روزی اور عزت والے رزق کا وعدہ کیا تو اُن سے بے شک پورا کر دیا کیونکہ سارے صحابہ آنحضرت ﷺ کی حیات، نیز بعد آپ کی وفات کے غنیمتوں کے مال سے مالدار کثیر ہو گئے، اور خلفاے راشدین کے وقت اُن کو اتنی ثروت ہوئی کہ امیر کبیر بن گئے، پس مطابق حکم احکم الحاکمین کے صحابہ انصار اور مہاجرین کے لیے عموماً اور خلفاے اربعہ کے لیے خصوصاً مغفرت اور رزق کریم ہے اور اُن کے دشمنوں کے واسطے نارِ جحیم ہے۔

چودہویں آیت: سورۂ آل عمران چوتھے سیپارہ کے تیسرے پاؤ کے چوتھے رکوع میں ہے :

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

الاَنۡھٰرُ ثَوَابًا مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عِنۡدَہٗ حُسۡنُ الثَّوَابِ . (سورۂ آل عمران:۱۹۵/۳)

پھر جو لوگ اپنے وطن سے چُھوٹے اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ایذا دیے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے دُور کروں گا اُن سے برائیاں اُن کی اور داخل کروں گا باغوں میں جن کے نیچے بھی ہیں ندیاں، اللہ کے یہاں سے اور اللہ کے یہاں ہے اَچھا بدلا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صحابہ مہاجرین کے لیے (جنہوں نے خدا کے واسطے ہجرت کی اور کفار کی تکلیفات کا تحمل کیا اور اُن سے اعلاے دین کے واسطے لڑے) دو وعدے پختہ فرمائے ہیں :

(۱) ایک تو یہ کہ خدا اُن کی تقصیرات کو بخشے گا۔

(۲) اور دوسرا یہ کہ اُن کو جگہ بہشت میں جگہ دے گا۔

پس خلفاے راشدین جو سارے انصار اور مہاجرین کے امام اور پیشوا ہیں وہ بے شک سب سے پہلے مغفور اور بہشتوں کی رہائش سے مسرور ہوں گے اور اُن کے مخالف بخشش اور بہشت سے دُور اور مہجور کیے جائیں گے۔

پندرہویں آیت: سورۂ حشر اٹھائیسویں سیپارہ کے پہلے پاؤ کے چوتھے رکوع میں:

لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُھَاجِرِیۡنَ الَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِھِمۡ وَ اَمۡوَالِھِمۡ یَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلاً مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانًا وَّ یَنۡصُرُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوۡنَ . (سورۂ حشر:۸/۵۹)

ترجمہ: واسطے اُن مفلسوں وطن چھوڑنے والوں کے جو نکالے ہوئے آئے ہیں اپنے گھروں سے اور مالوں سے ڈھونڈتے آئے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضا مندی اور مدد کرنے کو اللہ کی اور اس کے رسول کی وہ وہی ہیں سچے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صحابہ مہاجرین کو خدا اور رسول کے مددگاری میں جان باز اور اپنی ہر بات میں راست باز فرمایا ہے اور اس آیت سے پیچھے صحابہ انصار کی فضیلت اور بڑائی میں ایک اور آیت ہے جس کے اخیر میں یوں فرمایا ہے :

فَاُوْلٰٓئِکَ هُمُ الْمُفلِحُوْنَ . (سورۂ حشر:۹/۵۹)

یعنی وہی انصار خلاص اور مراد پانے والے ہیں۔

اور تواتر سے ثابت ہے کہ یہ سارے مہاجر اور انصار ہر ایک کو چہار یار کبار سے 'یا خلیفة الرسول اللّٰه' و 'یا امیر المومنین' کے خطاب سے پکارتے اور آنحضرت ﷺ کا خلیفہ برحق جانتے تھے اور اپنا امام اور پیشوا مانتے تھے۔

پس یہ چاروں بزرگوار بے شک خدا کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خلیفہ برحق تھے، کیونکہ اُن کو خلیفہ پکارنے والے اور اپنا امام اور پیشوا جاننے والے مہاجرین اور انصار خدا کے حکم سے ہر بات میں اور ہر کام میں سچے اور رستگار ہیں۔ پس قرآن ہی سے ثابت ہو گیا کہ اِن خلفائے راشدین اور دوسرے انصار مہاجرین کے بدگو اور مخالف قرآن کے جھٹلانے والے اور عذاب اُخروی میں گرفتار ہیں۔ خدا تعالیٰ ہر کس و ناکس کو اس بُرے عقیدے سے بچائے اور سیدھے راستہ اہل سنت پر چلائے۔

سولھویں آیت: سورۂ مجادلہ اٹھائیسویں سیپارہ کے پہلے پاؤ کے تیسرے رکوع میں ہے :

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ کَانُوْا اٰبَآءَ هُمْ اَوْ اَبْنَآءَ هُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَ یُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ . (سورۂ مجادلہ:۲۲/۵۸)

ترجمہ: تو نہ پائے گا کوئی لوگ جو یقین رکھتے ہوں اللہ پر اور پچھلے دن یعنی قیامت پر دوستی کریں ایسوں سے جو مخالف ہوئے اللہ کے اور اس کے رسول کے اگرچہ وہ اپنے باپ ہوں یا اپنے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے گھرانے کے ان کے دلوں میں لکھ دیا ہے ایمان اور اُن کی مدد کی ہے اپنے غیب کے فیض سے اور داخل کرے گا اُن کو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں، سدا رہیں گے ان میں، اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی وہ ہیں گروہ اللہ کے، خبردار ہو جو گروہ اللہ کا ہے وہی مراد کو پہنچے۔

فائدہ از موضح القرآن: یعنی جو دوستی نہیں رکھتے اللہ کے مخالف سے اگر چہ باپ بیٹا ہو وہی سچے ایمان والے ہیں، اُن کو یہ درجے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اُن لوگوں کو جو باوجود رشتہ داری اور قریبی قرابت کے خدا کے دشمنوں سے دوستی نہیں کرتے ہیں سچے مومن اور کامل ایماندار فرما کر پانچ (۵) عنایتوں سے ممتاز اور سرفراز کردیا ہے :

(۱) ایک تو یہ کہ خدا نے ایمان کو اُن کے دلوں میں لکھ دیا ہے اب یہ ظاہر بات اور کھلا مسئلہ ہے کہ خدا کی لکھی ہوئی کو کوئی نہیں مٹا سکتا۔

(۲) دوسری یہ کہ خدا اپنے فیض غیبی سے اُن لوگوں کا مددگار ہے۔

(۳) تیسری یہ کہ خدا ہمیشہ ان کو جگہ بہشت میں دے گا۔

(۴) چوتھی یہ کہ خدا اُن سے راضی ہو چکا اور یہ خدا سے خوش ہو چکے اب کبھی خفگی اور نارضامندی کا نام درمیان میں نہ آئے گا۔

(۵) پانچویں یہ کہ یہ لوگ خدا کا لشکر ہیں اور ہمیشہ مظفر ومنصور رہیں گے اور ان کے دشمن مغلوب ومقہور۔

اب صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم نے دین اسلام کو اختیار کر کے وطن کو چھوڑا رشتے اور قرابتوں کو توڑا آنحضرت ﷺ کی رفاقت اور آپ کی خدمت میں جانبازی سے منہ نہ موڑا اور خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین تو ان باتوں میں سب کے سردار اور سب سے پیش قدم تھے۔

پس یہی لوگ سب سے اوّل ان پانچ صفات قرآنی سے موصوف ہیں یعنی اُن کے دلوں میں خدا نے ایمان لکھ دیا ہے کبھی نہیں مٹ سکے گا اور خدا اُن کا حامی کار اور مددگار رہے کبھی اُن کی ہار نہ ہو گی اور ہمیشہ یہ لوگ بہشت میں رہیں گے کبھی اس سے باہر نہ ہوں گے۔ خدا اُن سے راضی ہو چکا اور یہ خدا سے خوش اب کبھی ناخوشی درمیان نہ آئے گی اور یہ تو خدا کا لشکر ہیں ہمیشہ فتح یاب اور کامیاب ہی رہیں گے۔

پس سخت ہی حسرت ہے اُن کے دشمنوں کے واسطے جو خدا کے لشکر کا مقابلہ کر بیٹھے اور اپنی حیثیت سے بڑھ گئے ان کے لیے یہ حکم دیا گیا ہے :

اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطَانِ ھُمُ الْخٰسِرُوْن .

یعنی خبردار رہو بے شک شیطان کے گروہ ہی زیاں کار ہیں ۔

سترہویں آیت: سورۂ فتح چھبیسویں سیپارہ کے تیسرے پاؤ کے دوسرے رکوع میں:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرَاھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِی وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرَاۃِ وَ مَثَلُھُمْ فِی الاِنْجِیْلِ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارُ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا . (سورۂ فتح: ۲۹/۴۸)

ترجمہ: محمد ﷺ رسول اللہ کا ہے اور جو اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں، تُو دیکھے اُن کو رکوع میں اور سجدے میں ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اُس کی خوشی نشانی اُن کے منہ پر ہے سجدہ کے اثر سے یہ مثال ہے اُن کی توریت میں اور مثال اُن کی انجیل میں جیسے کھیتی نے نکالا اپنا پٹھا پھر اُس کی کمر مضبوط کی پھر موٹا ہو پھر کھڑا ہوا اپنی نال پر خوش لگتا کھیتی والوں کو، تا جلائے اُن سے جی کافروں کا وعدہ کیا ہے اللہ نے اُن میں سے جو یقین لائے ہیں اور کیے ہیں بھلے کام معافی کا اور بڑے ثواب کا ۔

فائدہ از موضح القرآن: اُن کی نشانی یعنے تہجد کی نمازوں سے صاف نیت سے چہرہ پر اُن کے نور ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور لوگوں میں پہچانے جاتے تھے چہرہ کے نور سے اور کھیتی کی مثال یہ کہ اول ایک آدمی تھا اس دین پر پھر دو ہوئے پھر قوت بڑھتی گئی حضرت کے وقت اور خلیفوں کے وقت ۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صحابہ کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے اور ان کے دشمنوں کو کفار کے زمرے میں داخل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اُن کی مثال توریت اور انجیل میں مذکور ہے۔(۱)

اب اُن کے لیے ملنا بہشت اور بخشش کا پرضرور ہے جب اس آیت سے ثابت ہوا کہ دینی دشمن صحابہ کا کافر ہے تو بے شک صحابہ کو عموماً اور چہار یار کبار کو خصوصاً کافر اور فاسق کہنے والا دین سے بیزار اور اسلام سے دست بردار ہے۔

اور اس آیت مین تعمق اور غور کرنے سے حضرات عشرہ مبشرہ بالجنۃ کی صفتیں بخوبی دریافت ہوتی ہیں لیکن یہاں پر بنظر اختصار اتنے پر ہی کفایت کی جاتی ہے کہ اس آیت کے دوسرے جملے کے چاروں فقروں سے چہار یار کبار کی صفات فاضلہ کا بہت عمدہ ثبوت ہے۔

کیا معنی کہ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ حضرت ابوبکر صدیق غار کے رفیق کی معیت خاصہ اور ہمراہی مختصہ کا بیان ہے اور اَشِداء عَلی الکُفَّارِ سے تصلب دینی اور استحکام دینی حضرت عمر فاروق کا (جنھوں نے کفر کو ابنیست و نابود کیا کہ اب تک کفار اُن کے نام لینے سے گھبراتے اور دل چراتے ہیں) عیاں ہے اور رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ میں رحمت اور شفقت اور نرم دلی حضرت عثمان ذی النورین کا (جنھوں نے اپنے قاتلوں سے بھی درشتی نہ فرمائی بلکہ نرمی اور ملائمت سے پیش آئے) اظہار ہے اور تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا سے حضرت علی المرتضی شیر خدا کی کثرت عبادت اور وفور ریاضت کا مقدمہ جس کا حال سورۂ هَل اَتٰی میں قلم بند ہوا ہے روبکار ہے۔

---

(۱) مولوی عبدالسمیع صاحب رام پوری بہار جنت میں معتبر کتابوں سے نقل کرتے ہیں اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب آں حضرت علیہ السلام کا مکہ میں شہرہ ہوا، میں ملک شام کو گیا ہوا تھا جب بصرہ میں پہنچا وہاں لوگوں نے مجھ سے پوچھا تُو حرم سے آتا ہے میں نے کہا، ہاں۔ وہ بولے تو پہچانتا ہے صورت اس شخص کی جو مکہ میں دعوی نبوت کرتا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ پھر وہ میرا ہاتھ پکڑ کر ایک کلیسا میں لے گئے اور بہت تصویریں دکھائیں میں نے کہا ان میں ان کی تصویر نہیں۔ پھر مجھ کو ایک بڑے کلیسا میں لے گئے اور بہت تصویریں دکھائیں میں نے آپ کی تصویر دیکھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تصویر بھی کہ وہ آپ کا زانو پکڑے ہوئے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے پوچھا تم نے پہچانی تصویر ان کی؟ میں نے کہا ہاں مگر ان کو نہ بتایا تا کہ ان کی معلومیت کا امتحان ہو تب وہ خود بیان کرنے لگے کہ وہ تصویر یہ ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ پھر وہ بولے کہ یہ دوسرا شخص کون ہے جو آپ کا زانو پکڑے ہوئے بیٹھا ہے تُو اس کو پہچانتا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ وہ بولے کہ یہ مصاحب ہیں آپ کے اور خلیفہ ہوں گے بعد آپ کے۔ فصلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم اجمعین۔ ۱۲ منہ

اور ماہران علم بدیع ومعانی خوب جانتے ہیں کہ ذکر اشارے کنایہ کا ناموں کی صراحت سے بہتر اور خوش تر ہوا کرتا ہے اب اس آیت سے چہار یار کبار کا باہمی اختلاط اور ارتباط پرلے درجہ کا پایا گیا، اس لیے کہ قرآن شریف میں مبتدا اور خبر کی ترکیب سے اُن کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں تو اس سے نہایت بدرجہ غایت اُن کا اتحادِ جانی ثابت ہوا، گویا کہ چہار بزرگوار مل کر ایک ترکیب جملہ وجود اسلام کے ہوئے کیا خوب کہا ہے کسی اُستاذ نے ؎

چہار یار کا ہے ربط باہمی ازلی
خلاف ان میں کہے جو تو ہوگا شرکِ جلی

یہ نکتہ جانے ہے اِس کو بھی طفل ابجد خواں
کہ تین حرف کے ملنے سے ہے بنائے علی

پس بڑی خوش قسمتی ہے ان کی جو ان خدا کے دوستوں کے دوست اور ثنا خواں ہوئے اور سخت بدبختی ہے ان کی جو اِن کے دشمن اور بدگو بن گئے ؎

خدایا عاقبت محمود گرداں ☆ بلائے بود رانابود گرداں

اللهم اصنع بنا ما أنت به أهل أنت أهل المغفرة والإحسان و لا تصنع بنا ما نحن به أهل ونحن أهل العصيان والطغيان .

اب ان سترہ (۱۷) آیتوں کے لکھنے سے جس کا ہم وعدہ کر چکے تھے بخوبی ثابت ہوگیا کہ اہل سنت کے عقیدے صحابہ کے بارے میں حق ہیں اور شیعوں کے عقائد باطل اور مخالف قرآن کے ہیں چونکہ ممکن ہے کہ کوئی شیعہ اپنی معتبر کتابوں کی روایات کو جو پہلے باب میں ذکر ہو چکی ہیں کسی قدر بُعد کے حاصل ہونے سے بُھول جائے اور یہ کہہ بیٹھے کہ ان اوپر کی آیتوں کے معنی اہل سنت کی تفسیروں کے مطابق لکھے گئے، شیعہ کی تفسیروں کے موافق نہیں ہیں، اس لیے مناسب ہوا کہ یہاں پر کچھ معتبرات شیعہ سے لکھ دیا جائے تا کہ کسی شیعہ کی زبان پر بھی حرف انکار نہ آئے۔

’فصول‘ کا مصنف جو علمائے کبار اور فضلائے نامدار شیعہ امامیہ اثنا عشریہ سے ہے حضرت امام ابوجعفر باقر سے (خدا کا سلام ہو اُن پر اور ان کے آبائے کرام پر) نقل کرتا ہے کہ آپ نے حضرات خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں طعن کرنے والوں کو یوں فرمایا :

أ لا تخبرونی أنتم من المهاجرین الذین اخرجوا من دیارهم و اموالهم یبتغون فضلا من اللّٰه و رضوانا و ینصرون اللّٰه و رسوله ؟ قالوا لا . قال فأنتم من الذین تبووا الدار والایمان من قبلهم یحبون من هاجر إلیهم؟ قالوا لا . قال ما أنتم فقد برئتم أن تکونوا أحد هٰذین الفریقین وأنا أشهد أنکم کنتم من الذین قال اللّٰه تعالی والذین جاؤوا من بعدهم یقولون ربنا اغفرلنا و لإخواننا الذین سبقونا بالایمان و لا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم .

ترجمہ: خبردار ہو مجھے بتادو کہ تم مہاجروں سے ہو جن کے حق میں خدا نے یہ فرمایا ہے اُن مفلسوں وطن چھوڑنے والوں کے جو نکالے ہوئے آئے ہیں اپنے گھروں سے اور مالوں سے ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اُس کی رضامندی اور مدد کرنے کو اللہ کی اور اُس کے رسول کی، وہ وہی ہیں سچے۔ حضرت امام ہمام نے جب مہاجروں کی تعریف کی یہ آیت پڑھی تو طعن کرنے والے بولے کہ ہم مہاجروں سے تو نہیں ہیں پھر آپ نے فرمایا کہ تم انصار سے ہو جن کی شان میں خدا قرآن میں فرماتا ہے بعد تعریف مہاجرین کے) اُن لوگوں کے کہ جگہ پکڑی ہے گھر ہجرت یعنی مدینہ میں اور ایمان میں اُن سے پہلے محبت کرتے ہیں اس سے جو وطن چھوڑ آئے ان کے پاس اور نہیں پاتے ہیں اپنے دل میں خلش اس چیز سے جو اُن کو ملے اور اول رکھتے ہیں اُن کو اپنی جان سے اور اگرچہ ہو اپنے اوپر بھوک اور جو بچایا گیا اپنے جی کے لالچ سے تو وہی لوگ ہیں مراد پانے والے۔

فائدہ از موضح القرآن: پہلی آیت سے مہاجرین مراد ہیں اور اس آیت سے انصار جو مدینہ میں رہتے ہیں پہلے سے اور مہاجروں کی خدمت کرتے ہیں اپنی حاجت بند رکھ کر اور مہاجروں کو جو ملے حسد نہیں کرتے بلکہ خوش ہوتے ہیں اول رکھتے ہیں اپنی جانوں سے اگرچہ ہو اُن کو بھوک یعنی صدقہ کرتے ہیں اُن پر اگرچہ ہو ان کو احتیاج۔

حضرت امام ہمام نے جب یہ فضائل انصار کے قرآن سے پڑھ سنائے تو طعن کرنے

والے بولے کہ ہم انصار سے بھی نہیں ہیں تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنی زبان سے اقرار کر چکے ہو کہ تم ان دونوں فریق مہاجرین اور انصار سے ہرگز نہیں ہو تو اب میں شہادت دیتا ہوں کہ تم اُن مومنین میں سے بھی نہیں ہو جن کے حق میں خدا نے قرآن میں (بعد تعریف مہاجرین وانصار کے) فرمایا ہے: **وَالَّذِیْنَ جَاؤُا من بعدھم. الایۃ** یعنی اور واسطے اُن کے جو آئے اُن سے یعنی مہاجروں اور انصار سے پیچھے کہتے ہوئے اے رب تعالیٰ بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے لائے ہیں ایمان اور نہ رکھ ہمارے دل میں بیر یعنی دشمنی ایمان والوں کی اے رب تُو ہی نرمی والا مہربان۔

فائدہ از موضح القرآن: یہ آیت مسلمانوں کے لیے ہے جو اگلوں کا حق مانیں اور اُنہی کے پیچھے چلیں اور ان سے بَیر نہ رکھیں کہ اس سے یہ پورے مسلمان ہوتے ہیں۔

اب اس روایت معتبرہ شیعہ سے جو فرمان امام برحق کا اور واجب الاذعان ہے تین باتیں ثابت ہوئیں:

ایک تو یہ کہ بے شک اصحاب ثلثہ اُن مہاجرین سے ہیں جن کا ذکر خیر قرآن شریف میں موجود ہے۔ جیسا کہ پندرہویں نمبر کی آیت میں گزرا ہے اور حق تعالیٰ نے اس آیت کے اخیر میں **اُؤلٰئک ھُمُ الصّٰدِقُوْن** فرمایا یعنی وہ مہاجرین ہی سچے ہیں۔

دوسری یہ کہ اصحاب ثلثہ کے حق میں طعن کرنے والے بموجب شہادت حضرت امام برحق کے مسلمانوں سے باہر ہیں۔

تیسری یہ ان حضرات اصحاب ثلثہ کے دعا گو اور ثنا خوان، خصوصاً اور سارے مہاجرین اور انصار کے عموماً سچے مومن اور پکے مسلمان ہیں کیونکہ خدا نے خالص مومنوں کے نشان بھی بتائے ہیں کہ وہ مہاجروں اور انصار کو دعا اور ثناء سے یاد کرتے اور ان کی کینہ ورزی سے ڈرتے ہیں۔

پس شیعہ کی کتابوں کی روایات سے ثابت ہے کہ قرآن سے نیز بعض ائمہ اہل بیت کے فرمان سے جو شیعہ کے یہاں معصوم مانے گئے ہیں متحقق ہوتا ہے کہ خلفائے ثلثہ اور دوسرے صحابہ کبار اور ان کے ثنا خواں سب سچے مسلمان اور خالص با ایمان ہیں اور شیعہ جو ان کے استحلالاً بدگو اور طاعن ہیں بموجب قرآن اور ائمہ اہل بیت کے فرمان کے یقیناً دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

ہر چند یہ ایک ہی روایت شیعہ کے یہاں کی جو سو روایت کے برابر ہے واسطے ثبوت اس امر کے (کہ فضائل اور مناقب صحابہ کے جو قرآن سے بیان کیے گئے ہیں شیعہ کی معتبر کتابوں کے برخلاف نہیں ہیں بلکہ اُن آیتوں کے معانی ان کی تفسیر کے مطابق ہیں) کافی اور وافی تھے مگر واسطے پورا کرنے اقل درجہ مقدار شہادت کے ایک اور روایت بھی شیعہ کی معتبر کتابوں سے نقل کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ تفسیر مجمع البیان میں جس کے اعتبار اور وثوق پر علمائے شیعہ کا اجماع ہے آٹھویں نمبر کی آیت مرقومہ رسالہ ہذا کی تفسیر میں لکھا ہے:

> **ذَمَّ الْکُفَار بالحمیة ومدح المؤمنین بلزوم کلمة التقوی فأنزل السکینة علیهم و بین علمه مواطن سرائهم و ما ینطوی علیه عقد ضمائرهم .**
>
> یعنی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جاہلیت کی ضد اور ہٹ کرنے کے واسطے کافروں کی بد گوئی کی اور مومنوں کے تقویٰ اور پرہیزگاری کے لازم کرنے سے تعریف فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے شمول میں اُن پر تسکین اُتاری اور ان کا خلوص ایمان اور وثوق ایقان معلوم فرمایا۔

پس اس شیعہ کی معتبر تفسیر کی گواہی سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ حضرات خلفائے ثلثہ خصوصاً اور دوسرے صحابہ کبار عموماً بموجب فرمان قرآن کے اُن مومنوں میں سے ہیں جن پر خدا تعالیٰ تقوی لازم کر چکا ہے اور ممکن ہی نہیں کہ پرہیزگاری اُن سے کسی حالت میں منفک اور جدا ہو جائے اور خدا تعالیٰ کی خبر میں خلاف لازم آئے اور یہ اوپر لکھا گیا ہے اقرار تفاسیر شیعہ سے کہ اصحاب ثلثہ صلح حدیبیہ موقع نزول اس آیت میں موجود تھے۔

اختصار کی جہت سے ان دو روایتوں پر جو شیعہ کی معتبرات سے منقول ہوئی ہیں اکتفا کی گئی، ورنہ یہ کچھ بعید نہیں ہے کہ راقم الحروف ساری آیتوں کے معانی میں (جو اس باب میں مرقوم ہو چکی ہیں) شیعہ کی معتبر تفاسیروں سے صحابہ کبار کی فضیلتیں نقل کر دے لیکن اب بموجب اِس کے کہ '**العاقل تکفیه الإشارة**' عاقل کو اشارہ ہی کافی ہے جو کوئی ایمان اور تقویٰ کا طالب ہے تو اس کو اتباع اور اطاعت اور ثنا خوانی سارے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی واجب ہے۔

ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو!
اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو

ہوئے ہم سُرخرو اپنے خدا سے
ہوئے ہم فارغ حکم مصطفیٰ سے

الغرض! جب تھوڑے سے فضائل اور مناقب صحابہ کبار محبان غفار قرآن شریف سے لکھے گئے ہیں تو اب مناسب معلوم ہوا کہ کسی قدر احوال خسارت مآل دشمنوں اور منکروں اور اولیاے خداے جبار وقہار کا بھی قرآن عظیم الشان سے لکھ دیں شاید کسی گستاخ منش کے لیے ذریعہ نصیحت ہو جائے اور کوئی بے راہ راہ پر آ جائے۔ سورۂ مؤمنون اٹھارویں سیپارہ کے دوسرے پاؤ کے دوسرے رکوع میں ہے :

قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَ كُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ . (سورۂ مومنون:۲۳/۱۰۶تا۱۱۱)

ترجمہ: بولے اے رب تعالیٰ! زور کیا ہم پر ہماری کم بختی نے اور رہے ہم گمراہ قوم اے رب تعالیٰ نکال لے ہم کو اس میں یعنی دوزخ میں سے اگر ہم پھر کریں تو ہم گناہ گار ہوں گے خدا نے فرمایا پڑے رہو پھٹکارے اس میں یعنی دوزخ میں اور مجھ سے نہ بولو کیونکہ ایک فرقہ تھا میرے بندوں میں جو کہتے تھے اے رب ہمارے ہم یقین لائے سو معاف کر ہم کو اور مہر کر ہم پر اور تو بہتر رحم کرنے والا ہے۔ پس پکڑا تھا تم نے اُن کو ٹھٹھے میں یہاں تک کہ تم بُھولے اُن کے پیچھے میری یاد اور تم اُن سے ہنستے اور مسخری کرتے رہے میں نے آج دیا اُن کو بدلہ اُن کے صبر اور سہنے کا کہ وُہ ہی ہیں مراد کو پہنچے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دوزخیوں پر سخت تہدید اور تشدید فرمائی اور اُن کا عذر معذرہ نہ سُنا بلکہ اپنے ساتھ بات کرنے اور بولنے سے روک دیا اس لیے کہ اُن کی عادت ہو رہی تھی کہ خدا کے سچے بندوں اور مناجات کنندوں سے مسخری اور ٹھٹھا کیا کرتے اور اُن کی قبولیت اور عظمت شان سے نہیں ڈرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے اُن اپنے مقبولوں کی ساری مرادیں پوری فرما دیں اور اُن مسخروں کو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جگہ دی چنانچہ اس آیت کے سوا دوسری جگہ بھی فرمایا ہے کہ

فَرِيقٌ فِى الْجَنَّةِ و فَرِيُقٌ فِى السَّعِيُرِ .

یعنی ایک گروہ بہشتی ہیں اور دوسرے دوزخی۔

اب یہاں پر مخفی نہیں ہے کہ شیعہ کی عداوت اور مسخری خلفاے ثلثہ سے (جو بموجب فرمان قرآن کے خدا کے مقبول بندوں کے امام اور پیشوا ہیں) یہاں تک پھیل گئی ہے کہ اُن کی دشنام دہی کو شیعہ حصولِ حسنات اور بلندیِ درجات کا ذریعہ جانتے ہیں اور اپنے گناہوں کے کفارے کا وسیلہ مانتے ہیں، جیسا کہ اُن کا بڑا مجتہد ابوجعفر طوسی ایسا ہی لکھ چکا ہے۔ اور پھر اس گالی گلوچ نے اِن لوگوں کو خدا کی یاد سے اتنا غافل کیا اور بھلا دیا کہ کہتے ہیں عمر پر لعنت کرنی خدا کی یاد سے بہتر اور خوشتر ہے جیسا کہ اُن کے اکابر علما سے ہشام احول نے یوں لکھا ہے۔

اور یہ بیچارے غضب کے بارے میں یہ نہیں سوچتے کہ اس حرکت ناشائستہ اور کلمہ نابائستہ نے اُن کو کافر بنا دیا 'خلود فی النار' کے رُتبہ کو پہنچا دیا جیسا کہ سترہویں آیت اس باب میں قرآن کا حکم لکھا گیا ہے: لِيَغِيُظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ . اور خارجیوں نے تیسرے اور چوتھے خلیفہ سے ایسی مسخری اور عداوت کی کہ اُن کے قتل کو فتنہ اور فساد کا دفعیہ جانا اور اُن کے لعن طعن کو اپنا ایمان گردانا۔ پس اُن دونوں فرقوں کا خدا کے ساتھ ضد اور ہٹ کرنے سے سخت نقصان اور کمالِ زیاں ہوا۔ فَذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيُنُ حَفِظَنَا اللّٰهُ مِنهُ وَجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ . آمین .

تیسرا باب

درجوابِ اعتراضاتِ شیعہ

تیسرا باب شیعہ کے اعتراضات کے جواب میں ہے جو اپنی فہمید غیر سدید کے بموجب قرآن سے کسر شان صحابہ کی کرتے ہیں اور اس باب میں بعض روایتیں شیعہ کی معتبر کتابوں سے منقول ہوں گی جن سے صحابہ کبار کے فضائل اور مناقب ثابت ہوتے ہیں اور اخیر اس باب کے ایک تتمّہ مسئلہ تقیہ وغیرہ کی تحقیق میں لکھا جائے گا۔

مخفی نہ رہے کہ صحابہ کبار کے دشمن عناد دلی اور بغض جبلی کے سبب سے اِن بزرگوار کی ہتک اور کسر شان کے لیے کئی حیلے اُٹھاتے اور پیچ وتاب کھاتے ہیں تا کہ کسی صورت اُن کے کمال ایمان اور بلندی شان میں خلل اندازی کریں چنانچہ اس باب میں اِن کی تین شعبدہ بازی ہیں :

(۱) ایک تو یہ اُن کا قول ہے کہ صحابہ کبار کا ایمان منافقانہ تھا اور ہجرت بھی دنیاوی نفع کے واسطے تھی اور جو آیتیں منافقوں کی قباحت میں قرآن میں مرقوم ہیں اُن کو یہ صحابہ پر محمول کرتے ہیں۔

(۲) دوسری یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد صحابہ نے مرتد ہو کر ایمان چھوڑ دیا اور کفر کا راستہ لیا۔

(۳) تیسری یہ کہ صحابہ جنگ حنین اور اُحد میں بھاگ گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مقابلہ سے بھاگنے والوں کو ’’دوزخی‘‘ اور ’’خدا کا مغضوب‘‘ کہا ہے کہ

فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰهُ جَهَنَّم . (سورۂ انفال:۱۶/۸)

اور بھی صحابہ فاسق اور فاجر تھے جیسا کہ قرآن میں فرمایا ہے :

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ . (سورۂ حجرات:۶/۴۹)

یہی اعتراضات ہیں جو شیعہ صحابہ پر وارد کرتے ہیں۔

سو اولاً تو اُن کا جواب یہ ہے کہ جس نے اس رسالہ کے پہلے اور دوسرے باب کی آیتوں کو پڑھا اور ان کے معانی کو سمجھا تو وہ یقین کرتا ہے کہ یہ سب شیعہ کی طوفان بندی اور بہتان پسندی ہے کیونکہ یہ حضرات تو بحکم قرآن بڑے کامل الایمان اور سردار متقیاں ہیں۔

اور ثانیاً جب ہم نے پھر قرآن عروہ وثقیٰ اہل الایمان کی طرف توجہ کی تو دریافت ہوا کہ یہ تینوں باتیں جھوٹ ہیں، اس لیے کہ منافق تو صرف گنوار لوگ نواحِ مدینہ اور بعضے مدینہ کے باشندے تھے اور جو صحابہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کو آئے اور مہاجر کہلائے اور ہزار ہا مدینہ کے انصار جو اپنے خلوصِ قلبی اور عقیدتِ دلی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر جان اور مال قربان کرتے اور خدا کے دشمنوں سے آپ کے ہم رکاب ہو کر لڑتے تھے اور آپ کی جناب سے پَرلے درجہ کی عزت اور حرمت پر فائز ہوئے تھے اُن کو کوئی ادنیٰ دانش مند بھی منافق نہیں کہہ سکتا ہے۔ دیکھو سورۂ توبہ گیارہویں سیپارہ کے پہلے پاؤ کے دوسرے رکوع میں اول سابقین اولین مہاجرین اور انصار کے فضائل لکھ کر پھر منافقوں کی کیفیت یوں بیان فرماتے ہیں :

> وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنَافِقُوْنَ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ . (سورۂ توبہ:۹/۱۰۱)
>
> اور بعضے تمہارے گرداگرد کے گنوار منافق ہیں اور بعضے مدینے والے اُڑ رہے ہیں نفاق پر تو اُن کو نہیں جانتا ہم کو معلوم ہیں ہم اُن کو عذاب کریں گے دو بار پھر پھیرے جائیں گے وہ بڑے عذاب کی طرف۔
>
> فائدہ از موضح القرآن: یعنی دنیا پر بھی تکلیف پر تکلیف پائیں گے پھر آخرت میں پکڑے جائیں گے وہ منافق کوئی اندھا ہوا کوئی کوڑی کسی کے بدن میں پیپ پڑی۔

اب اس آیت سے خود بخود یقین ہو گیا کہ صحابۂ کبار خصوصاً چہار یار کبار کو جو مکی ہیں اور اپنی ساری عمروں میں ہر قسم کی عزت اور رفاہیت اور صحت و سلامت سے رہے منافق کہنا قرآن پر ایمان لانے والوں کا کام نہیں ہے!۔

رہا یہ جو اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ منافقوں کو نہیں جانتے تھے سو ابتدا میں ایسا ہی تھا مگر پھر اللہ تعالیٰ نے منافقوں اور سچے مسلمانوں میں آپ کو تمیز کرا دی تھے جیسا کہ سورۂ آل عمران چوتھے سیپارہ کے تیسرے پاؤ کے دوسرے رکوع میں ہے :

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (سورۂ آل عمران: ۱۷۹/۳)

اللہ وہ نہیں کہ چھوڑ دے گا مسلمانوں کو جس طرح پر تم ہو جب تک جدا نہ کرے ناپاک کو پاک سے۔

فائدہ از موضح القرآن: یعنی حق تعالیٰ مومن اور منافق رسول پر کھول دے۔

پھر سورۂ محمد چھبیسویں سیپارہ کے دوسرے پاؤ کے چوتھے رکوع میں فرماتے ہیں :

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ وَ لَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ وَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ (سورۂ محمد: ۲۹/۴۷ تا ۳۰)

کیا خیال رکھتے ہیں جن کے دلوں میں نفاق کا روگ ہے کہ اللہ نہ کھولے گا ان کے جیون کے بیر اور کینہ اور اگر ہم چاہیں البتہ تجھ کو دکھا دیں اُن کو سو پہچان تو چکا ہے تو اُن کے چہرے سے اور باقی پہچان لے گا بات کے ڈھب سے۔

اس آیت سے بخوبی واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ منافقوں کو نفس صورت اور طرز کلام سے پہچانتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے جب منافقوں کو مومنین سے علیحدہ کر دیا تب ارشاد کیا:

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ... (سورۂ توبہ: ۷۳/۹)

یعنی اے پیغمبر لڑ کافروں اور منافقوں سے اور اُن پر سختی کر۔

پس اب جائے غور ہے کہ خلفائے ثلثہ بلکہ چہار یار کبار جو آنحضرت ﷺ کے حضور انور میں وزیر اور مشیر اور ہم دم و ہم قدم اور مصاحب و مجالس مثل شکر و شیر تھے اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بعد وفات بھی سرور عالم ﷺ کے جوار مبارک میں مدفون ہوئے تو اُن پر نفاق کا وہم کرنا عقل سلیم کا کام نہیں بلکہ جنون ہے، نیز جب قرآن شریف سے منافقوں کی صفتیں دیکھی جاتی ہیں تو یقین

کامل ہو جاتا ہے کہ حضرات انصار و مہاجرین خصوص خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین لاکھوں کوس کے فاصلہ پر اُن صفات سے دُور و مہجور ہیں۔

سورۂ توبہ دسویں سیپارہ کے چوتھے پاؤ کے پہلے رکوع میں ہے :

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُھُمْ مِنْ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْکَرِ وَ یَنْھَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ یَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَھُمْ نَسُوا اللّٰہَ فَنَسِیَھُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ . (سورۂ توبہ:۹/۶۷)

یعنی منافق مرد اور عورتیں سب کی ایک چال ہے۔ سکھا دیں بات بُری اور چھوڑا دین پہلے سے اور بند رکھیں اپنی مُٹھی کو بھول گئے اللہ کو سو وہ بھول گیا اُن کو تحقیق منافق وہی ہیں بے حکم۔

اب اس آیت سے منافقوں کی صفتوں کو یاد رکھ کر سنو کہ خلفاے اربعہ جو آنحضرت ﷺ کے سسرال اور داماد تھے اور پہلے کاموں کا بتانا اور بُری باتوں سے ہٹانا اُن کا دستور اور عادت تھی اور خدا کی راہ میں اپنا جان و مال اس قدر خرچ کیا کہ خدا اور رسول کی خوشنودی کا صلہ لیا۔ پس ان کو منافق کہنا بالضرور اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ اُن کے مناقب کی آیتیں جو اوپر لکھی گئی ہیں اگر بُھول گئی ہوں تو اور آیت مہاجروں کی مدح میں سن لیجیے اور للہ اُن کے بُغض سے باز آ کر اپنی عاقبت خراب نہ کیجیے۔

سورۃ حج سترہویں سیپارہ کے چوتھے پاؤ کے پہلے رکوع میں ہے :

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ . (سورۂ حج:۲۲/۴۱)

یعنی وہ مہاجر کہ اگر ہم اُن کو مقدور دیں ملک میں قائم کریں نماز اور دیں زکوۃ اور حکم کریں بھلے کام کا اور منع کریں بُرے سے اور اللہ کے اختیار میں ہے آخر ہر کام کا۔

پس حضرات چہار یار کبار جن کو خدا نے دنیا میں حاکم بنایا 'امیر المومنین' سب سے کہلوایا کفار پر منصور فرمایا اُن کے ہاتھوں سے اسلام کو دُور دراز ملکوں میں پھیلایا۔ بموجب شہادت الٰہی کے نماز کے برپا کرنے والے اور زکوۃ کے دینے والے اور بھلے کام بتانے والے اور برائیوں سے ہٹانے

والے ہوئے۔ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلاً .خدا سے بڑھ کر کون سچا ہوگا! اور اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ منافق بُرے کاموں کا اَمر کرتے ہیں اور بھلائیوں سے منع کرتے ہیں اور اُن کے نماز کی یہ حالت ہے :

> وَ اِذَا قَامُوْا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی . (سورۂ نساء:۱۴۲/۴)
>
> یعنی اور جب کھڑے ہوں نماز کو تو کھڑے ہوں جی ہارے۔

تو اب قرآن سے بخوبی عیاں ہوگیا کہ فیما بین صفات خلفاے راشدین اور منافقین کے فرق آسمان اور زمین کا ہے۔ اگر اس قدر قلیل پر جو دانش مند کے انتباہ کے لیے کافی اور وافی ہے کفایت منظور نہ ہو تو قرآن صادق البیان سے منافقوں کی صفت اور سناتا ہوں اور جناب چہار یار کبار کو اُس سے بحکم الٰہی مبرا کر دکھاتا ہوں۔

> سورۃ اَحزاب بائیسویں سیپارہ کے پہلے پاؤ کے آخری میں ہے :
>
> لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَۃِ لَنُغْرِیَنَّکَ بِھِمْ ثُمَّ لاَ یُجَاوِرُوْنَکَ فِیْھَا اِلَّا قَلِیْلاً مَّلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِیْلاً. (سورۂ اَحزاب:۳۳/ ۶۰ تا ۶۱)
>
> یعنی اگر باز نہ آئے منافق اور جس کے دل میں روگ ہے اور جھوٹی خبریں اُڑانے والے مدینہ میں تو ہم لگا دیں گے تجھ کو اُن کے پیچھے پھر نہ رہنے پائیں گے تیرے ساتھ اس شہر میں مگر تھوڑے دنوں پھٹکارے ہوئے جہاں پائے گئے پکڑے گئے اور مارے گئے جان سے۔

اس آیت میں جس قدر بذلت اور حقارت منافقین کا بیان ہے، اس کو مدنظر رکھ کر اس یقینی بات کو سنیے کہ جناب چہار یار کبار جو عرصہ تئیس (23) برس نبوت میں سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ندیم اور صلاح کار رہے اور ہمیشہ آپ کی وفات شریف کے بعد بھی مدینہ منورہ میں بکمال عزت و حرمت وحکومت اپنی مدت العمر میں بسر کیں، اطراف واکنافِ عالم میں اسلام کو پھیلایا، کافروں اور منافقوں کو طعمہ شمشیر ہدایت تنویر بنایا اور اپنی وفات کے بعد بھی دونوں وزیر صائب تدبیر جوار رحمت رسالت میں مدفون ہوئے۔ پس اب وہ کون سا دانش مند با ایمان اور قرآن خوان ہے کہ ان بزرگوار

زبدۃ الابرار کے حق میں نفاق کے وہم کا روادار ہو اور اپنے اسلام و ایمان سے دست بردار ہو۔

الحاصل! قرآن شریف کے معنی سمجھنے والوں کو کامل یقین ہے کہ منافقین اور خلفاے راشدین میں تباین حقیقی اور تغایر روحانی ہے، کسی صورت کا باہم توافق و مناسبت نہیں، اس لیے اب انہیں آیات مذکور بالا پر کفایت کر کے اس امر کو قرآن سے ثابت کیا جاتا ہے کہ مہاجرین کی ہجرت شہادت رب العلمین کی رو سے محض للہ فی اللہ تعالیٰ تھی۔

سورۃ حج سترہویں سیپارے کے تیسرے پاؤ کے اخیر میں ہے :

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتِلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۨ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ... (سورۂ حج:۲۲/۳۹، ۴۰)

یعنی حکم ہوا اُن کو جن سے لوگ لڑتے ہیں اس واسطے کہ اُن پر ظلم ہوا اور اللہ تعالیٰ اُن کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ وہ جن کو نکالا اُن کے گھروں سے اور کچھ دعویٰ نہیں سوا اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔

اور سورۃ نحل چودہویں سیپارہ کے دوسرے پاؤ کے اخیر میں ہے :

وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ . (سورۂ نحل:۱۶/۴۱)

یعنی اور جنہوں نے گھر چھوڑا اللہ تعالیٰ کے واسطے بعد اس کے کہ ظلم اُٹھایا البتہ ہم اُن کو ٹھکانا دیں گے دنیا میں اچھا اور ثواب آخرت کا تو بہت بڑا ہے اگر ان کو معلوم ہوتا۔

اب ان دونوں آیتوں کے مضمون کو محفوظ رکھ کر سن لیجیے کہ حضرات خلفاے راشدین محض توحید الٰہی اور تسلیم رسالت پناہی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سبب سے کفار کے مبغوض ہوئے اور آپ کے ہم رکاب مدینہ منورہ کی طرف جو اچھا ٹھکانہ اور نیک مکان تھا ہجرت کر گئے اور پرلے درجے کی عزت اور حرمت کو پہنچے۔ پس ان کے حق میں ہجرتِ ریائی کا وہم کرنا قرآن کے ماننے والوں کا کام نہیں ہے جب شیعہ کے پہلے خام خیال یعنی اصحابِ ثلثہ کے نفاق اور ہجرت ریائی کا تخالف قرآن شریف سے بخوب ترین وجوہ ثابت کیا گیا تو اب دوسرے وہم یعنی ان کے ارتداد کے عقیدہ کا

قرآن سے مخالف ہونا سنیے۔

سورۂ مائدہ چھٹے سیپارہ کے چوتھے پاؤ کے پہلے رکوع میں ہے :

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗٓ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَاھِدُوْنَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۔(سورۂ مائدہ:۵/۵۴)

یعنی اے ایمان والو! جو کوئی تم میں پھرے گا اپنے دین سے تو اللہ تعالیٰ آگے لائے گا ایک قوم کو ان کو دوست رکھتا ہے اور، وہ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہیں، نرم دل ہیں مسلمانوں پر زبردست ہیں، کافروں پر لڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں، اور ڈرتے نہیں کسی کے اِلزام سے۔ یہ فضل ہے اللہ تعالیٰ کا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ کشائش والا ہے خبردار!!!

فائدہ از موضح القرآن: جب حضرت ﷺ کی وفات پر عرب دین سے پھرے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یمن سے مسلمان بلائے اُن سے جہاد کروایا تمام عرب پھر مسلمان ہوئے یہ اُن کے حق میں بشارت واضح ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اُن صحابہ کبار کو (جنہوں نے مرتدوں سے قتال و جدال کر کے پھر عرب میں دین اسلام کو پھیلایا، گم راہوں کو راہ ہدایت دکھایا، پانچ (۵) صفات عظیمہ سے موصوف فرمایا:

پہلی: اُن کا قرب اور منزلت خدا کے یہاں ایسا ہے کہ محبوب جناب الٰہی اور دوست داران حضرت کبریائی ہیں۔

دوسری: مسلمان بھائیوں سے نرم دلی اور خوش خلقی سے پیش آتے ہیں۔

تیسری: خدا کے دشمنوں سے سختی فرماتے ہیں۔

چوتھی: خدا کی راہ میں منافقوں سے بھی لڑتے ہیں۔

پانچویں: یہ کہ معاملہ دین میں کسی کے طعن وطنز سے نہیں ڈرتے ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ بادشاہ کا کام یا خالق سے ہے یا مخلوق سے اور مخلوق مومن ہے یا کافر یا منافق یا

ضعیف الایمان۔ پس جب امام اور بادشاہ خالق اور مخلوق سے پورا اُترا تو وہی امام برحق ہوا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن صحابہ کبار کو امام برحق کی صفات سے موصوف کر کے فرمایا :

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ .

یعنی پھر خدا کا فضل ہے جسے چاہے اسے دے۔

اب کان لگا کر سنو کہ سب مؤرخوں کے اتفاق مرتدوں سے لڑنا پہلے خلیفہ سے اور جو اُن کے اتباع تھے مہاجرین وانصار سے واقع ہوا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی قریب وفات تین (۳) فرقے عرب کے مرتد ہو گئے تھے:

(۱) ایک بنو مدنج قوم اسود عنسی کی جس نے یمن میں دعویٰ نبوت کا کیا تھا اور حضرت فیروز دیلمی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

(۲) اور دوسرے بنو حنیفہ مسیلمہ کذاب کے یار کہ یہ شخص حضرت صدیق کی خلافت میں وحشی حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل کے ہاتھ سے مردار ہوا۔

(۳) تیسرے بنو اسد طلیحہ بن خویلد کی قوم جس پر آنحضرت ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مامور کر کے بھیجا تھا اور وہ اُن سے بھاگ کر شام کو چلا گیا تھا آخر کار ایمان لے آیا۔

پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کی خلافت میں سات (۷) جماعتیں مرتد ہو گئی تھیں۔

(۱) ایک بنو فرارہ عیینہ بن حصین کی قوم۔
(۲) دوسری غطفان قرّہ بن سلمہ کی قوم۔
(۳) تیسری بنو سلیم ابن عبد یا لیل کی قوم
(۴) چوتھی بنی یربوع مالک بن نویرہ کی قوم۔
(۵) پانچویں بنو تمیم سجاح بنت منذر مسیلمہ کذاب کی جورو کی قوم۔
(۶) چھٹی بنو کندہ اشعث بن قیس کی قوم۔
(۷) ساتویں بنو بکر بحرین میں۔

پس ساتوں فرقوں مرتدوں کو حضرت صدیق اکبر نے نیست و نابود کر کے باقی ماندوں کو

مشرف باسلام کیا اور ایک فرقہ حضرت فاروق اکبر کی خلافت میں بھی مرتد ہو کر نصاریٰ سے جا ملا تھا، پس اُن کا کام بھی دوسرے خلافت میں تمام کیا گیا، پس بہ خوبی متحقق ہو گیا کہ اس آیت کی شہادت سے چہار یار کبار جو مرتدوں کے قاتل ہیں خدا کے محبوب اور دوست دار اور خدا کے دوستوں کے غم گسار اور خدا کے دشمنوں کے لیے برہنہ تلوار ہیں اور ان حضرات کے کافر و مرتد و فاسق کہنے والے سخت خوار بلکہ دین اسلام سے بیزار ہیں، مگر بعض شیعہ کے محققین جیسا کہ ملا عبداللہ 'اظہار الحق' کا مصنف خلفائے ثلثہ کی ردت کے عقیدے سے باز آئے ہیں۔ خدا سارے شیعہ کو ان بزرگوار سچے دوستان غفار کی بدگوئی اور بدبینی سے بچائے اور سیدھے راستہ اہل سنت کی طرف ہدایت فرمائے۔

اس مقام پر ایک ہی آیت کے لکھنے پر اس لیے کفایت کی گئی ہے کہ اس رسالہ کے پہلے اور دوسرے اور تیسرے باب کی آیتوں کو جو کوئی بغور سمجھے گا تو وہ بالضرور مان لے گا کہ صحابہ مہاجر اور انصار خصوص چہار یار کبار سب سے بڑھ کر سچے مسلمان اور کامل الایمان ہیں خدا نے اُن کے ہی لیے بہشت پیدا کیا ہے اور منعم شکور نے ان کو ان کی جان نثاری اور فرماں برداری کا پورا پورا صلہ دیا ہے۔
فالحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً .

شیعہ کے تیسرے وہم کی پہلی شق کا (یعنی صحابہ حنین اور اُحد کی جنگ میں بھاگ گئے تھے اور قرآن میں خدا نے اُن کو دوزخی فرمایا ہے) حال سنیے کہ وہ آیت جس میں حکم بھاگنے کا جنگ کفار سے مذکور ہے:

> **یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْھُمُ الْاَدْبَارَ وَ مَنْ یُّوَلِّھِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَہٗ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَۃٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ مَاْوٰہُ جَھَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ .** (سورۂ انفال: ۱۶/۸)
>
> ترجمہ: اے ایمان والو! جب بھڑو تم کافروں سے میدان جنگ میں مت دو اُن کو پیٹھ اور جو کوئی اُن کو پیٹھ دے اُس دن مگر یہ کہ ہنر کرتا ہو یا جا ملتا ہو فوج میں سو وہ لے پھر غضب اللہ کا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اور کیا بُری جگہ ٹھہرا۔

جنگ بدر میں نازل ہوئی ہے اور اظہر من الشمّس ہے کہ اس جنگ بدر میں کوئی نہیں بھاگا بلکہ سب ثابت قدم اور فرشتوں کی مدد سے ہم دم تھے جیسا کہ قرآن میں قصہ غزوۂ بدر مذکور ہے۔ اور پھر

اس آیت سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ کفار کے مقابلہ سے بھاگ جانا کفر ہے بلکہ شرع میں یوں مقرر ہے کہ مسلمان جب کافروں سے نصف ہوں تو بھاگنا گناہ اور حرام ہے۔ اب یہ حق باری تعالیٰ کا ہے چاہے بخشے یا اُس کے عوض کسی قدر عذاب کرے۔ پس جب بعض جنگوں میں بعضے صحابہ سے فرار واقع ہوا تو جنگ اُحد کا فرار گناہ نہ تھا کیونکر قبل از منع واقعہ ہوا تھا۔ (۱)

اور اگر بہ پاس خاطر شیعہ ہم تسلیم کر لیں کہ گناہ تھا تو اب یہ دیکھنا چاہیے کہ پروردگار تعالیٰ حق دار نے بخش دیا یا نہیں؟ جب قرآن مجید کی طرف توجہ کیا تو دریافت ہوا کہ غفار نے اپنے دوست کے دوستوں کو یہ خطا بخش دیا جیسا کہ سورۂ آل عمران چوتھے سیپارہ کے چھٹے رکوع کے اخیر میں ہے:

> اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْ ا مِنکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّھُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنھُمْ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ . (سورۂ آل عمران: ۳/۱۵۵)
>
> یعنی تحقیق جو لوگ کہ پیٹھ موڑ گئے تم میں سے جس دن ملیں وہ فوجیں سو اُن کو ڈگا دیا شیطان نے کچھ ان کے گناہ کی شامت سے اور تحقیق اُن کو اللہ بخش چکا تحقیق اللہ بخشنے والا ہے تحمل رکھتا۔

فائدہ از موضح القرآن: اس سے معلوم ہوا کہ اُس جنگ میں جو لوگ ہٹ گئے ہیں اُن پر گناہ نہیں رہا۔

اب جائے غور ہے کہ جب باری تعالیٰ نے جو حق دار تھا اپنا حق بخش دیا اور بہ برکت صحبت اور خلوص محبت و صدق ارادت و ادائے حق خدمت آنخضرت ﷺ کے صحابہ پر عفو کیا اور اس بخشش کو بڑی تاکیدات کے ساتھ مؤکد فرمایا تو ہرگز طعن کو گنجائش نہ رہی اور عصمت اور گناہ سے پاک دامنی تو اہل حق کے نزدیک فرشتوں اور نبیوں کا خاصہ ہے۔ اہل بیت اطہار اور اصحاب کبار ضرر گناہ سے بے شک محفوظ ہیں اور یہی بات مطلوب ہے۔

---

(۱) اور کتب معتبرۂ سیر میں تصریح موجود ہے کہ شیخین مع دیگر صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے جنگ حنین و جنگ احد میں ہم رکاب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وسلم تھے۔ پس خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین اس طعن سے اولاً و آخراً بری ہیں۔ الا ان حزب اللّٰہ هم المفلحون .۱۲ منہ کان اللہ لہ

سخت ناحق شناسی ہے کہ صحابہ کبار کے فضائل حقہ کو مثل حقوق صحبت و خدمت رسول مقبول ﷺ اور اُن کی آپ پر جاں نثاری اور آپ کی فرماں برداری میں وطن اور اہل وعیال چھوڑ دینا اور خدا کی راہ میں جان اور مال کا خرچ کرنا اور دین اسلام کو پھیلانا اور اس کام میں مصائب شاقہ کا اُٹھانا اور اُن کے مناقب و مدائح کو جو قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں نظر میں نہ لانا اور کسی کے ایک زعمی گناہ کو پکڑ کے اصحاب کبار کی ہتک کے واسطے غوغا مچانا بے شک ایمان اور انصاف سے بعید ہے اور اگر باوصف بخش دینے پروردگار کے شیعہ صحابہ کبار کی لعن اور طعن پر اصرار کریں تو یہ وہی شقاوت ازلی ہے کہ **فَرِيْقٌ فِيْ الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ**۔

اب دوسری شق تیسرے وہم کا جواب لکھا جاتا ہے یعنی شیعہ کہتے ہیں کہ بعض صحابہ فاسق تھے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌ ... (سورۂ حجرات:۶/۴۹)

سو اس کے سمجھنے کے واسطے پہلے ترجمہ اور قصہ اس آیت کا سنیے۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر آئے تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر تو تحقیق کر و ایسا نہ ہو کہ ایذاء پہنچاؤ کسی قوم کو نادانی سے پھر کل کو اپنے کیے پر پچھتانے لگو۔

آنحضرت ﷺ نے ولید رضی اللہ عنہ کو بنی المصطلق کی زکوٰۃ لینے کے واسطے بھیجا تھا وہ لوگ اس کی تعظیم کی رو سے استقبال کو آئے چونکہ پہلے پہلے کفر کی حالت میں ولید اور بنی المصطلق میں خون ہو چکا تھا۔ ولید نے جانا کہ میرے مارنے کو آئے ہیں بھاگا اور حضور میں آ کر عرض کر دیا کہ بنی المصطلق والے مرتد ہو گئے میرے مارنے کو آئے اور زکوٰۃ کے دینے سے انکار کیا۔ آپ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اُن پر بھیج کر فرمایا کہ اُن کے معاملہ میں جلدی نہ کرنا بلکہ احتیاط کو کام فرمانا۔ خالد رضی اللہ عنہ گئے اور معاملہ برعکس دیکھ کر حضور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ وہ لوگ مرتد نہیں بلکہ اِستقبال کو آئے تھے تب یہ آیت اُتری۔

پس کسی ایک عوام صحابہ کے گناہ کو جس کی بنیاد بھی غلط فہمی پر ہو پکڑ کر اصحاب ثلثہ کو جن کا تقوی اور پرہیز گاری قرآن سے متحقق اور منصوص ہے ’فاسق‘ کہہ دینا خود سخت گناہ گاروں میں داخل ہونا ہے اور کیوں نہ ہو کہ اللہ تعالی اسی آیت مستند شیعہ کے مابعد اصحاب کبار کے فضل میں سورۃ حجرات

چھبیسویں سیپارہ کے تیسرے پاؤ کے اخیر میں فرماتے ہیں :

> وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَ نِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ . (سورۂ حجرات:۴۹/۷،۸)
>
> یعنی پر اللہ نے محبت ڈالی تمہارے دل میں ایمان کی اور اچھا کر دکھایا اسی کو تمہارے دلوں میں اور بُرا لگایا تم کو کفر اور گناہ اور بے حکمی وہ لوگ وہی ہیں نیک چال اللہ کے فضل سے اور احسان سے اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے ایمان کو صحابہ کا پسندیدہ کر دیا اور کفر گناہ بے حکمی کو اُن کا ناپسندیدہ کیا تو پھر جو شخص کہ ان کو خدانخواستہ کافر یا فاسق کہے تو وہ خود بے فرمان اور قرآن سے بے ایمان ہے۔

رہا یہ کہ شیعہ اہل سنت کی بعض حدیثوں سے اخذ کر کے بعض معاملات سے مثل قصہ باغ فدک اور معاملہ قرطاس وغیرہ سے صحابہ ثلثہ پر طعن کرتے اور ان کو فاسق جانتے ہیں، سو یہ اُن کی کج فہمی ہے یا جاہلوں کو دھوکا دینا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب صحابہ کبار کے دلوں میں ایمان کو پسندیدہ اور کفر و عصیان کو ناپسندیدہ کر دیا جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہو چکا ہے اور یہی دوسرے باب کی آیتوں میں سورۃ فتح چھبیسویں سیپارہ کے تیسرے پاؤ کے پہلے رکوع سے آٹھویں آیت میں لکھا گیا ہے :

> وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا .
>
> یعنی اور لازم کر دی ان کو بات پرہیز گاری کی اور وہی تھے اس کے بہت لائق اور حق دار۔

پس جب بموجب ارشاد اصدق القائلین کے صحابہ کبار ملزوم تقویٰ اور مستلزم پرہیز گاری کیے ہوئے تو بے شک محال ہے کہ صحابہ کبار خصوص چہار یار کبار سے فسق اور خلاف تقویٰ ظہور پکڑے۔ پس اُن وقائع کے معاملات کو فسق اور معصیت بنانا خدا تعالیٰ کے خلاف میں علم اُٹھانا ہے اور باوصف اس کے احادیث کی شرحوں میں اُن وقائع کی بہت عمدہ توجیہات موجود ہیں جس کے دیکھنے سے مؤمنوں کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں اور حضرات صحابہ کبار کی شان والا دوبالا ہوتی ہے۔ اگر دوسری

کتابوں کے دیکھنے کی دسترس نہ ہو تو تحفہ اثنا عشریہ کے دسویں باب جواب مطاعن صحابہ کبار دیکھ لیجیے اور خدا کے مقبولوں کی دشمنی اپنے دل سے دُور کیجیے۔(۱)

یہ جو مشہور ہے کہ تحفہ کے جوابات لکھے گئے سوا گر کوئی منصف ہو کر دیکھے تو تحفہ کتاب لا جواب ہے، (۲) لکھنے والے قرآن کے مقابلہ میں کیا کیا نہیں لکھ رہے، لاکن :

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ .

اب شیعہ کے اعتراضوں سے فراغت ہوگئی مناسب ہوا کہ ان کے معتبرات سے کچھ روایتیں نقل کر کے ان کی غلط کاری ظاہر کی جائے۔

نہج البلاغہ میں جو شیعہ کے نزدیک اصح الکتب اور حضرت امیر المومنین کے کلام بلاغت نظام اور متواتر الاسناد ہے لکھا ہے:

للّٰه در فلان فلقد توم الاود و داد العمد و اقام السنة و خلف البدعة ذهب نقى الثوب قليل العيب اصاب خيرها و سبق شرها ادى الى الله طاعته و اتقاه بحقه رحل و تركهم فى طرق منشعبة لا يهتدى فيه الضال و يستيقن المهتدى.

---

(۱) ....کتابوں کی طرف خیال نہیں کرتے یہ صرف جاہلوں کو دھوکہ دینا ہے۔ اہل سنت کی (کتب میں صحابہ) رضی اللہ عنہم کے فضائل اور مناقب کس قدر مروی ہیں اور وہ سب قرآن کے مطابق ہیں لیکن دشمنوں کی آنکھیں ان کو نہیں دیکھتیں۔ ۱۲ منہ کان اللہ لہ

ہنر بچشم عداوت بزرگ ترعیب ست
گل ست سعدی و در چشم دشمناں خار ست

(۲) تحفہ اثنا عشریہ کے بعض بابوں کے جواب شیعہ کی طرف سے لکھے گئے ہیں مگر انصاف سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محض ہٹ دھرمی اور لعن طعن ہی شیعہ صاحبوں کے پاس موجود ہے، کلام کا سمجھنا اور تطبیق کرنا اور انصاف کرنا نصیب اعدا ہے اور ان کے جواب الجواب بھی اہل سنت کی جانب سے مرتب ہو کر چھپ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انصاف کا رویہ دکھائے، خدا تعالیٰ کے مقبولوں کی دشمنی سے بچائے کہ فی الحقیقت دشمنی الٰہی ہے۔ ۱۲ منہ کان اللہ لہ

> یعنی حضرت امیر صائب تدبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا خوب عمل ہے ابوبکر صدیق کا (بموجب قول اکثر شارحین نہج البلاغہ کے) یا کیا اچھا کام ہے عمر فاروق کا (مطابق قول بعضے شراح نہج البلاغہ کے) پس بیشک انہوں نے راست کیا کجی کو اور علاج کیا مرض خفی کا اور قائم کیا سنت کو اور تباہ کیا بدعت کو، دنیا سے گئے پاک دامن، کم خطا نیکی کو پہنچ گئے، برائی سے درگذر کر گئے، خدا کی طاعت پوری کی اور خدا کے ادائے حق میں بڑے پرہیزگار تھے دنیا سے کوچ کر گئے اور لوگوں کو متفرق راہوں میں چھوڑ گئے جس میں گمراہ ہدایت نہیں پاتا ہے اور پیرو ہدایت کو یقین آ جاتا ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت نہج البلاغہ کا۔

اب سوچنے کا مقام ہے یعنی جب حضرت علی المرتضٰی اپنی خلافت کے ایام میں جناب ابوبکر صدیق یا عمر فاروق کو اُن کے انتقال کے بعد ان دس صفتوں سے موصوف فرمائیں جو غالباً نبیوں کی صفتیں ہیں تو اب فرض اور واجب ہو گیا شیعہ پر خصوصاً اور سُنیوں پر عموماً کہ حضرات شیخین کو پرلے درجے کے متقیوں اور برگزیدہ تر ولیوں اور امیر المومنینوں اور رئیس المسلمینوں سے اعتقاد کریں اور ان کی بے ادبی میں خدا کے غضب سے ڈریں اور پھر نہج البلاغت کے شارحوں نے لکھا ہے کہ حضرت امیر صائب تدبیر نے اپنے بعض مکاتیب میں شیخین کی شان والا میں یوں فرمایا ہے :

> **لعمری ان مکانهما من الاسلام لعظیم و ان المصاب بهما لحرج فی الاسلام شدید رحمهما الله و جزاهما الله بأحسن ما عملا .**
>
> یعنی حضرت مرتضی کرم اللہ وجہہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ بے شک شیخین کا رتبہ اور درجہ اسلام میں بہت بڑا ہے اور ان کا منکر اور بدگو دین اسلام میں سخت حرج اور مصیبت میں ہے۔ خدا شیخین پر رحم فرمائے اور ان کے اعمال حسنہ کی جزاء میں ان کے درجے بہشت میں بڑھائے۔ یہ ترجمہ ہے ان کی عبارت کا۔

اب اس ارشاد حضرت مرتضوی سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ جناب شیخین بے شک مسلمانوں کے پیشوا اور دوستانِ خدا ہیں اور ان کے منکر و بدگو ضرور خدا کے دشمن اور دین اسلام میں فتنہ اور مصیبت برلا ہیں۔ خدا مشکل کشا اس مصیبت کو ٹالے لوگوں کے دل سے یہ برے خیالات نکالے۔ آمین۔

علی بن عیسیٰ اردبیلی جوشیعہ کے یہاں بڑا معتبر مصنف ہے، کشف الغمہ میں لکھتا ہے :

سئل الامام أبو جعفر عليه السلام عن حلية السيف هل يجوز فقال نعم قد حلى ابوبكر الصديق سيفه فقال الراوی اتقول هكذا فوثب الامام عن مكانه فقال نعم الصديق نعم الصديق نعم الصديق فمن لم يقل له الصديق فلا صدق الله قوله فی الدنيا والأخرة.

حضرت امام ابوجعفر علیہ السلام تلوار کے زیور پہنانے سے پوچھے گئے کہ یہ جائز ہے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا ہاں جائز ہے بے شک ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار کو تحلیہ کیا تھا۔ راوی بولا کیا آپ (یعنی ابوبکر صدیق) ایسا فرماتے اور اس کو سراہتے ہیں حضرت امام نے اس منکر سے یہ بات سن کر بڑے جذبہ سے فرمایا ابوبکر خوب صدیق تھے نیک صدیق تھے عمدہ صدیق تھے (آپ نے اس منکر کے رد کے واسطے تاکیداً تین مرتبہ حضرت ابوبکر کو صدیق کہا) پس جو کوئی ابوبکر کو صدیق نہ جانے خدا تعالیٰ اس کو دونوں جہاں میں جھوٹا گردانے۔ یہ ترجمہ ہے حضرت امام کی کلام کا۔

اب اس ارشاد حضرت امام سے (جوشیعہ کے نزدیک معصوم اور ان کے فرمودہ کی فرمانبرداری فرض اور واجب ہے۔) ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر بے شک صدیق ہیں جو ایک مرتبہ ہے بعد رتبہ نبیوں کے اور منعم علیہ فرقوں میں آپ کا دوسرا درجہ ہے جن کا اس آیت میں بیان ہے :

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ. (سورۃ نساء:۴/۶۹)

یعنی نعمت دی خدا نے اُن لوگوں پر نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیکوکاروں سے۔

پس جب بہ موجب ارشاد حضرت امام کے حضرت ابوبکر صدیق ہو چکے تو ان کا بدگو اور منکر بھی مطابق حضرت امام کے ہی ارشاد کے جھوٹا اور کاذب بن گیا اور خدا فرماتا ہے کہ

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ .

یعنی جھوٹوں کے واسطے عذاب دردناک ہے۔

خدا تعالیٰ سارے اپنے بندوں کو ہدایت فرمائے، برے عقیدوں سے بچائے۔ امام حسن

عسکری سلام اللہ علیہ وعلی آبائہ الکرام کی طرف جو تفسیر شیعہ منسوب کرتے ہیں، اُس میں لکھا ہے :

> **ان اللّٰہ أوحی الی آدم ان اللّٰہ لیفیض علی کلوا احد من مجی محمد و الہ محمد و اصحاب محمد ما لو قسمت علی کل عدد ما خلق اللہ من طول الدھر الی اخرہ و کانوا کفارا لاداھم الی عاقبۃ محمودۃ و ایمان باللّٰہ حتی یستحقوا بہ الجنۃ و ان رجلا ممن یبغض ال محمد و اصحابہ او واحدہ منھم یعذبہ اللّٰہ عذابا لو قسم علی مثل خلق اللّٰہ لاھلکھم اجمعین .**
>
> یعنی حضرت امام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی طرف پیغام بھیجا کہ بہ تحقیق حق تعالیٰ فیض کرتا ہے ہر ایک دوستان محمد ﷺ اور اس کی آل اور اصحاب کے دوستوں پر اس قدر کہ اگر وہ ساری خلقت اولین و آخرین کو بانٹا جاتا اور وہ سب کافر ہوتے تب بھی وہ فیض ان کو نیک عاقبت اور ایمان کی طرف پہنچا کر بہشت میں داخل کر دیتا اور بے شک ایک شخص آنحضرت ﷺ کی ساری آل اور اصحاب کا دشمن یا ایک آدمی کا آل یا اصحاب سے دشمن خدا اس کو ایسے عذاب سے معذب کرے گا اگر وہ ساری مخلوقات کو بانٹا جاتا تو سب کو ہلاک کر دیتا۔ یہاں تک ترجمہ ہے عبارت تفسیر عسکری کا۔

اب اس روایت سے جو شیعہ کے یہاں اس کی فرماں برداری اور اس پر ایمان واجب ہے عمدہ طور پر ثابت ہو گیا کہ محبت اور دوستی سارے بزرگان اہل بیت اور صحابہ کی نجات اور دخول جنات کا ذریعہ ہے اور دشمنی ایک شخص کی بھی آل یا صحابہ سے خُسران عظیم اور عذاب الیم کا سبب ہے۔

پس بے انداز شکر ہے خدائے کریم کا جس نے اپنے لطف عمیم سے اہل سنت کو سارے بزرگوں یعنی اہل بیت وصحابہ کا دوست اور ثنا خوان بنایا، عذاب ابدی سے چھڑایا، نعیم سرمدی کو پہنچایا اور جائے عبرت وحسرت ہے کہ بنی آدم اسلامیوں سے شیعہ اور خوارج کو صحابہ اور اہل بیت کی دشمنی کے جال میں پھنسایا، دار البوار کا مستحق بنایا۔

تتمہ

اب ان پانچ (۵) روایات معتبرات شیعہ پر کفایت کرتا ہوں کیونکہ ع:

درخانہ اگر کس ست حرفے بس ست

اگر کوئی شبہہ کرے کہ یہ روایات معتبرات شیعہ کی جن میں صحابہ کبار خصوص خلفاے ثلثہ کی مدحیات موجود ہیں شیعہ کے یہاں تقیہ پر محمول ہیں، اس لیے کہ اِن کے خیال میں نبیوں اور اماموں کا کام دین اور مذہب کا پہنچانا تھا یہ لوگ ہمیشہ ڈرتے تھے اور کسی سے اپنا دین و مذہب بیان نہ کر سکے اور شیعہ کی مفسر آیت اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ کو اکثر کم تقیةً سے تفسیر کرتے ہیں تو اب اس کے جواب میں ایک تتمّہ تقیہ کے مسئلہ کی تحقیق میں قرآن شریف سے لکھتا ہوں۔

واضح رہے کہ شیعہ کا یہ وہم سراسر قرآن مجید کے برخلاف ہے کیونکہ انبیا اور ان کے خلفا خدا تعالیٰ کی جناب سے سب مکلفوں کو احکام الٰہی پہنچانے پر مامور ہیں، ہرگز ممکن نہیں کہ کچھ چھپا رکھیں۔ سورۂ مائدہ چھٹے سیپارہ کے چوتھے پاؤ کے تیسرے رکوع میں ہے:

> یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ .
>
> (سورۂ مائدہ: ۵/۶۷)
>
> یعنی اے رسول پہنچا جو تجھ کو اُترا تیرے رب تعالیٰ سے اور اگر یہ نہ کیا تو نے کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام اور اللہ تعالیٰ تجھ کو بچالے گا لوگوں سے بے شک اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتا منکر قوم کو۔

اس آیت میں غور کرنے سے دریافت ہو جاتا ہے کہ دین اور مذہب ظاہر کرنے میں خدا کی طرف سے کس قدر تاکید اور تشدید ہے اور کسی ایک بھی حکم کے چھپانے میں کیسی تخویف اور تہدید ہے۔ پھر سورۃ احزاب بائیسویں سیپارہ کے پہلے پاؤ کے دوسرے رکوع میں سارے نبیوں کی تعریف میں فرماتے ہیں :

اَلَّـذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ یَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ وَ کَفٰی بِاللّٰهِ حَسِیْبًا . (سورۂ احزاب:۳۳/۳۹)

یعنی وہ لوگ جو پہنچاتے ہیں پیغام اللہ کے اور ڈرتے ہیں اس سے اور نہیں ڈرتے کسی سے سوائے اللہ کے اور بس ہے اللہ کفایت کرنے والا۔

اور اس رسالہ میں پہلے خلفائے کبار کے وصف میں قرآن سے لکھا گیا ہے کہ نیک کام کا بتانا اور بُرے کام سے ہٹانا اُن کی عادت ہے اور پھر اسی باب میں اُن کی شان میں قرآن سے مرقوم ہو چکا ہے :

اَعِـــزَّةٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجٰهِدُوْنَ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ . (سورۂ مائدہ:۵/۵۴)

یعنی کافروں پر سختی کرنے والے اور خدا کی راہ میں لڑنے والے اور کسی کی ملامت سے نہ ڈرنے والے آنحضرت ﷺ کے سچے نائب اور پکے خلیفہ ہیں۔

اب اگر ہم انبیا اور ان کے خلفا کے مقامات سے اُتر کر عوام مؤمنوں کے حالات کی طرف دیکھیں تو ان کے حق میں بھی کلام الٰہی میں یوں ارشاد ہے جو سورۃ بقرہ دوسرے سیپارہ کے تیسرے پاؤ کے دوسرے رکوع میں مذکور ہے :

اَمْ حَسِبْتُـمْ اَنْ تَـدْخُـلُـوْا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا یَاْتِکُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِکُمْ مَسَّتْهُـمُ الْبَـاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ . (سورۂ بقرہ:۲/۲۱۴)

یعنی کیا تم کو خیال ہے کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی تم پر آئے نہیں احوال اُن کے جو گذرے پہلے تم سے پہنچی اُن کو سختی اور تکلیف اور ہلائے گئے یہاں تک کہ کہنے لگا رسول اور جو اُن کے ساتھ ایمان لائے کب آئے گی مدد اللہ کی۔

پس ان آیتوں پر ایمان لانے والا ہرگز باور نہیں کر سکتا اور نہ کوئی مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ انبیا اور امام دشمنوں کے خوف سے دین اور مذہب اخفا کر کے ہمیشہ تقیہ میں اوقات گزارتے رہے۔ اور یہ بھی قرآن سے ہی ثابت ہو گیا کہ اَتقَاکُمْ کی تفسیر یوں کرنی (کہ خدا کے نزدیک وہ بہت بزرگ

ہے جو بہت تقیہ کرے) بے شک قرآن کی - جو بالاتفاق محفوظ ہے - تحریف کرنی ہے۔

اور کیوں نہ ہو جب بموجب اس تفسیر کے لازم آتا ہے کہ حضرت یحییٰ و زکریا علی نبینا وعلیہما السلام دونوں نبیوں نے جو کفار کے مقابلہ میں تقیہ نہ کیا اور ایسا ہی حضرت امیر المومنین نے جمل اور صفین کے معرکہ میں تقیہ نہ کیا اور حضرت امام حسین شہید سلام اللہ علیہ وعلی ابویہ نے میدان کربلا میں تقیہ نہ فرمایا تو یہ سارے بزرگ وار - معاذ اللہ - خدا کے نزدیک معزز اور مکرم نہ ٹھہرے اور سارے منافق بسبب تقیہ کے خدا کے یہاں بزرگ اور کرامت والے ہوگئے۔ **نعوذ باللّٰہ من ھذا القول و لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ .**

کوئی ادنیٰ دانش مند بھی یہ تجویز نہیں کرتا کہ انبیا اور ائمہ ساری عمر جھوٹ اور نفاق سے بسر کرتے اور دشمنوں سے ڈرتے رہے اور لوگوں کو گمراہی اور فریب کی طرف بلاتے اور دین حق چھپاتے رہے۔ اگر کوئی کہے کہ شیعہ کی معتبر کتابوں میں ائمہ اہل بیت سے منقول ہے کہ تقیہ واجب ہے تو ہم کہتے ہیں کہ انہیں کتابوں میں تو یہ روایات بھی موجود ہیں کہ ائمہ اہل بیت نے تقیہ کو باطل کر دیا اور اس کا کبھی نام تک نہیں لیا اس لیے اِن کی کتابوں کو طاق پر رکھ کر قرآن شریف سے مسئلہ تقیہ کی تحقیق کی جاتی ہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ تقیہ دشمنوں سے جان یا مال یا عزت کے بچانے کا نام ہے، پس شیعہ نے تقیہ میں افراط کر کے تھوڑی سی خوف خشیت یا امید کے واسطے کفر اختیار کر لینے کو جائز بلکہ واجب جان لیا ہے۔ ان کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ جس نے سُنّی کے پیچھے نماز پڑھ لی پس گویا نبی کے پیچھے نماز اَدا کی۔

پناہ بخدا کیا سست اِعتقادی ہے کہ ایک رکاب پلاؤ کی اُمید پر نماز عمدہ عبادت کو خراب کر دینا اور پھر اس پر ثواب بے حساب کا اُمیدوار ہونا دین کی محکمی اور غیرت سے ہاتھ دھونا ہے۔ دنیاوی تکلیفوں کا تحمل جو نبیوں اور اماموں کا کام تھا اُس کو سلام کرنا اسی کا نام ہے۔ خوارج نے تقیہ میں تفریط کر کے دین کی بات میں ہرگز جان اور عزت کا اعتبار نہ کیا اور شرع کے قواعد کو نسیاً منسیاً کر دیا۔

وہ یہ کہتے ہیں کہ نماز کا فاسد کرنا خواہ کتنے ہی بہت مال کی حفاظت کے لیے ہو حرام ہے اور بعض صحابہ نے جو نماز میں گھوڑے کی باگ کو تھام رکھا تھا تا کہ بھاگ نہ جائے ان پر خوارج طعن اور

سبّ کرتے ہیں۔ اور علی ہذا القیاس اور کئی ایسے اَن گھڑت جڑتے ہیں اور میانہ روی جو اہل سنت کا معتدل مذہب ہے، یوں ہے کہ تقیہ یعنی دشمن سے محافظت دو قسم ہے اس لیے کہ دشمن دو ہیں ایک دین کا دشمن اور دوسرا دنیاوی دشمن۔

پس شریعت کا حکم یہ ہے کہ جب مسلمان کسی ایسی جگہ میں ہو کہ جہاں مخالفوں کے روکنے سے اپنے دین اور مذہب کو ظاہر نہیں کر سکتا تو اس پر واجب ہے کہ وہاں کی سکونت چھوڑ کر دوسری جگہ جا رہے جہاں اپنے دین اور مذہب کے ظاہر کرنے پر قادر ہو تا کہ حقوقِ الٰہی اَدا ہوں اور اس انتقال مکانی کو شرع میں ہجرت سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ بالکل ناجائز ہے کہ اسی جگہ بود و باش رکھ کر مخالفوں سے ملا جُلا رہے اور تقیہ کر کے اپنا طریق اور مذہب چھپا یا رکھے۔ اگر ایسا کرے گا تو قیامت کے دن عذاب الیم میں گرفتار ہوگا۔

خدا تعالیٰ سورۂ نساء پانچویں پارہ کے تیسرے پاؤ کے تیسرے رکوع کے ابتدا میں فرماتا ہے:

> اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَ تْ مَصِیْرًا. (سورۂ نساء:۴/۹۷)
>
> یعنی تحقیق جن لوگوں کی جان نکالتے ہیں فرشتے اُس حال میں کہ وہ بُرا کر رہے ہیں اپنا فرشتے کہتے ہیں کہ تم کس بات میں تھے تو وہ کہتے ہیں ہم مغلوب اس ملک میں کہتے ہیں کیا نہ تھی زمین اللہ کی کشادہ کہ وطن چھوڑ جاؤ وہاں۔ سو ایسوں کا ٹھکانہ ہے دوزخ اور بہت بُری جگہ پہنچے۔

فائدہ از موضح القرآن: اس سے معلوم ہوا کہ جس ملک میں مسلمان کُھلا اور ظاہر نہ رہ سکے وہاں سے ہجرت فرض ہے۔ لیکن اگر وہ مسلمان ایک ہو یا بہتے جب اس مصیبت میں مبتلا ہو کر دراصل معذور ہو جیسا کہ اندھے، لُولے، لنگڑے، جاماندی عورتیں، لڑکی، لڑکے کہ یہ ہجرت نہیں کر سکتے اور ان کو مخالف لوگ قتل وغیرہ سے جس پر وہ قادر بھی ہیں ڈراتے اور دھمکاتے ہیں بلکہ ایذا پہنچاتے ہیں تو اب ان کو ہجرت کے ترک کرنے میں اُمید معافی کی ہے، مگر ان پر واجب ہے کہ ہجرت کی سعی میں اور اس کے اسباب سے متعلق رہیں اور جب تک مخالفوں میں ہیں اُن سے بقدر

ضرورت موافقت رکھنی بھی جائز ہے۔ ہجرت نہ کرنے کی معافی کی سند وہ آیت ہے جو اوپر کی آیت کے پیچھے خدا تعالیٰ فرماتا ہے :

اِلَّا الۡمُستَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالۡوِلۡدَانِ لاَ یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ حِیۡلَةً وَّ لَا یَهۡتَدُوۡنَ سَبِیۡلاً فَاُولٰٓئِکَ عَسَی اللّٰهُ اَنۡ یَّعۡفُوَ عَنۡهُمۡ وَکَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوۡرًا . (سورۂ نساء:۹۸/۴،۹۹)

یعنی مگر ناتواں مردوں سے اور عورتوں سے اور لڑکوں سے کہ نہ کر سکتے ہیں تلاش اور نہ جانتے ہیں راہ، سو ایسوں کو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کرے اور اللہ ہے معاف کرنے والا بخشتا۔

فائدہ از موضح القرآن: اگر ناچار ہیں پرائے بس میں ہیں تو اُمید ہے کہ معاف ہوں۔

اور اس حالت میں مخالفوں سے بقدر ضرورت مل جانے کی سند وہ آیت ہے جو سورۃ نحل چودہویں سیپارہ کے چوتھے پاؤ کے دوسرے رکوع میں ہے :

مَنۡ کَفَرَ بِاللّٰهِ مِنۡ بَعۡدِ اِیۡمَانِهٖۤ اِلَّا مَنۡ اُکۡرِهَ وَ قَلۡبُهٗ مُطۡمَئِنٌّ بِالۡاِیۡمَانِ وَ لٰکِنۡ مَّنۡ شَرَحَ بِالۡکُفۡرِ صَدۡرًا فَعَلَیۡهِمۡ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ لَهُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ . (سورۂ نحل:۱۶/۱۰۶)

یعنی جو کوئی منکر ہوا اللہ تعالیٰ سے ایمان لانے کے پیچھے (مگر وہ نہیں جس پر زبردستی کی اور اس کا دل برقرار ہے ایمان پر) لیکن جو کوئی دل کھول کر منکر ہوا سو ان پر غضب ہے اللہ کا اور ان کو بڑا عذاب ہے۔

فائدہ از موضح القرآن: جو کوئی کافروں کے شبہے سن کر ایمان سے پھر جائے اُس کا یہ حال ہے مگر ظالم زبردستی سے اگر منہ سے کفر کا لفظ کہلوائے اور دل میں ایمان برقرار ہے اُس کو گناہ نہیں مگر جب ڈر کا وقت جا چکے تو پھر توبہ استغفار کر کے ثابت ہو جائے۔ لیکن اگر مرنا قبول کرے اور لفظ بھی منہ سے نہ کہے تو شہید اکبر ہے۔

سورۃ آل عمران چوتھے سیپارہ کے تیسرے پاؤ کے دوسرے رکوع میں ہے:

اَلَّذِیۡنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدۡ جَمَعُوۡا لَکُمۡ فَاخۡشَوۡهُمۡ فَزَادَهُمۡ

اِیْمَاناً وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ . (سورۂ آل عمران:۱۷۳/۳)

یعنی جن کو کہا لوگوں نے کہ انہوں نے جمع کیا اسباب تمہارے مقابلے کو سو تم اُن سے خطرہ کرو پھر اُن کو زیادہ آیا ایمان اور بولے بس ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے۔

اس لیے بہت سے خدا کے دوستوں نے صحابہ کبار وغیرہم سے مجبوری کی حالت میں کفار سے موافقت نہ کی اور مذہب اپنا نہ چھپایا چاہے جان جاتی رہے جیسا کہ حضرت بلال اور عامر بن فہیرہ اور بی بی زبیرہ اور اُس کی بیٹی مہدیہ اور ام عبیدہ رضی اللہ عنہم کہ یہ سب غلامی کی حالت میں کافروں کے ہاتھ میں گرفتار تھے ہر چند ان کے مالکوں نے اسلام لانے کے سبب سے ان پر نہایت ظلم اور ستم کئے جان تک مار دینے تک نوبتیں پہنچائیں لیکن ان خدا کے مقبولوں نے نہ اسلام چھوڑا اور نہ تقیہ کر کے دین کے ظاہر کرنے سے منہ موڑا۔ مار پیٹ سہتے تھے اور اسی اسلام کی حالت پر رہتے تھے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق نے ان سب کو اور کئی اور ایسوں کو بڑے بڑے مول دے کر خرید لیا اور خدا کی راہ میں آزاد کر دیا عاقبت کا بڑا بھاری ذخیرہ جمع کر لیا پھر خدا ان پر کیوں راضی نہ ہو(۱) اور جس صورت میں مسلمان ضعیف جو ہجرت نہیں کر سکتا ہے کافروں کی ایذاء کو تحمل کر سکے تب بھی اس کو اُن مخالفوں سے موافقت کرنی ناجائز ہے کیونکہ نفع کے ہاتھ سے جاتے رہنے اور مصیبت کے آ جانے پر صبر کرنا مومنوں کی عادتوں اور عبادتوں سے ہے۔

سورۃ بقرہ دوسرے سیپارہ کے پہلے پاؤ کے تیسرے رکوع میں ہے :

وَ لَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْ ءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ . (سورۂ بقرہ:۱۵۵/۲،۱۵۶)

یعنی اور البتہ ہم آزمائیں گے تم کو ڈر اور بھوک اور نقصان سے مانو گے اور جانوں کے اور میووں کے اور خوشی سنا ثابت رہنے والوں کو کہ جب ان کو پہنچے کچھ مصیبت کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھر جانا ہے۔

---

(۱) اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ان کو کیوں نہ سراہیں اور اپنی جگہ پر امام اور خلیفہ کیوں نہ بنائیں۔ حق تعالیٰ بھی قدر دان ہے اور اس کا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے جاں نثاروں اور حامیان دین پر از بس مہربان ہے۔ دیکھو سورہ واللیل کی تفسیر کو خصوص تفسیر فتح العزیز میں۔ ۱۲ منہ کان اللہ له

یہاں تک پہلی قسم کے تقیہ کا بیان تھا۔ اب دوسری قسم کا بیان یہ ہے کہ مسلمان دُنیوی دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار نہ ہو جائے تو وہاں پر علما کا ہجرت کی بابت اختلاف ہے۔ بعض علما کہتے ہیں کہ یہاں بھی ہجرت واجب ہے کیونکہ خدا نے فرمایا ہے :

وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ ... (سورۂ بقرہ: ۲/۱۹۵)

یعنی اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اور اس دلیل سے کہ مال کا ضائع کرنا منع ہے بحکم اس آیت کے جو سورۃ نساء کے پہلے رکوع کے چوتھے سیپارہ کے چوتھے پاؤ میں ہے :

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَکُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَکُمْ قِیَامًا ... (سورۂ نساء: ۴/۵)

یعنی اور مت بگڑ واور بے عقلوں کو اپنے مال جو بنائی اللہ نے تمہارے گذران۔

اور ظاہر ہے کہ جب دشمن قوی غالب ہوا تو مال اس ضعیف کا ضرور تلف کر دے گا پس یہ ہجرت جان اور مال کی صیانت کے واسطے واجب نہیں ہے۔

اور بعض علما کہتے ہیں کہ یہاں ہجرت واجب نہیں ہے کیونکہ یہ ہجرت صرف مصلحت وقت کے واسطے ہے کیونکہ دشمن دنیوی جب دین میں متفق ہے تو اس ضعیف کے دین میں کچھ خلل نہ کرے گا جب دین میں خلل نہ آیا تو ہجرت کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔

اور محقق علما نے ان دونوں فرقوں کے قول میں یوں فیصلہ کیا ہے کہ اگر دنیاوی دشمن کے غلبہ میں ہلاک جان یا بہت سے ہتک عزت کا گمان ہے تو اب مصلحتاً ہجرت واجب ہو جائے گی لیکن یہ وجوب شرعی مستوجب ثواب اُخروی کا نہیں ہے۔

اب جو تقیہ کا مسئلہ قرآن شریف سے بیان ہو چکا ہے تو یہ بھی معلوم رہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تینوں خلفا کی خلافت میں کبھی تقیہ نہیں کیا اور اپنے دین اور مذہب کے اظہار پر بخوبی قادر تھے اور دین کے حکم بیان کرنے میں کسی سے نہیں ڈرتے تھے، ورنہ آپ پر بحکم قرآن ہجرت واجب ہو جاتی۔

پس جب آپ پچیس (۲۵) برس زمانہ خلافت خلفائے ثلثہ میں کہیں ہجرت کر کے نہ گئے اور

ہمیشہ ان کے پیچھے نماز فرض ادا کرتے رہے اور حضرت عمر سے اپنی پاک بیٹی کا نکاح کر دیا اور ان سے کبھی خلاف نہ کیا اور ان کی وفات کے بعد اپنی خلافت میں اصحاب ثلثہ کی ثنا اور ان پر دعا کرتے رہے اور بارہا خطبوں میں یوں بھی ارشاد کرتے تھے کہ اگر مجھ کو کسی نے شیخین پر فضیلت دی تو اُس کو بہتان کی حد شرع میں جو چالیس (۴۰) کوڑے ہیں ماروں گا۔ (۱)

پس صاف ثابت ہوا کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ صاحب تدبیر کے یہ معاملات تقیہ کی راہ سے نہیں تھے بلکہ اخلاص اور حسن عقیدت سے تھے اور کیوں نہ ہو جب آپ نے اپنی خلافت میں امیر شام سے تقیہ نہ فرمایا حالانکہ قاضی نور اللہ نے مجالس المومنین میں لکھا ہے کہ قریشیوں کے صرف پانچ آدمی حضرت امیر کے ہمراہ تھے اور امیر شام کی رفاقت میں تیرہ قبیلے تھے تو باوصف اس قلت کے آپ نے تقیہ نہ کیا بلکہ امیر شام کو معزول کر دیا اور کئی صحابہ کبار حضرت امیر کے جان نثار یوں مشورہ دے رہے تھے کہ امیر شام کو ایک مہینے تک معزولی کا حکم نہ کیجیے پھر ہمیشہ کے واسطے معزول فرما دیجیے، تب بھی آپ نے نہ مانا اور یہ معزولی تیسرے خلیفہ کے قصاص لینے کے توقف سے مل کر حرج عظیم کا سبب ہو گئے اور کشت وخون تک نوبت پہنچی۔

پس اگر حضرت امیر نے خلفائے ثلثہ کی خلافت میں تقیہ کیا تھا تو یہاں پر کیوں نہ کیا!۔ یہاں سخت معرکہ اور خون ریزیاں ہو گئیں تو بے شک ثابت ہوا کہ حضرت امیر نے کبھی بھی تقیہ نہیں فرمایا، حق کو نہیں چھپایا۔

اور شیعہ جو کہتے ہیں کہ امام اپنی خلافت میں تقیہ نہیں فرماتے پیش تر از خلافت حق اور دین چھپا جاتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام ہمام سید ہر خاص و عام جناب حسن مجتبیٰ نے حضرت امیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے پیچھے جب مسند خلافت کو سجایا اور امیر المومنین کہلوایا تب چالیس ہزار مسلمان جان نثار نے اپنی جان دینے پر آپ سے بیعت کی اور عہد دیا باوصف اس جمعیت کثیر کے آپ نے چھ مہینے خلافت کر کے امیر شام کو امیر المومنین بنا دیا اور مسلمانوں کی دو جماعت میں صلح

---

(۱) یہ مطلب جیسا کہ کتب معتبرہ اہل سنت میں بیان ہے ویسا ہی شیعہ کی کتابوں میں عیاں ہے۔ تحفہ اثنا عشریہ میں بخوبی اس کا نشان ہے جو صاحب تفصیل کے خواستگار ہیں وہاں دیکھیں۔ ۱۲ منہ کان اللہ لہ

کرا دینے کی نیت سے خلع خلافت کیا، آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی کی تصدیق ہوئی۔(۱)

اب اس واقعہ مسلمہ سُنی وشیعہ سے اہل سنت نے جان لیا کہ ان معاملوں کا مدار تقیہ پر نہیں بلکہ یہ دونوں حضرت مجتہد تھے اور مجتہد کو اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔

پس حضرت امیر المومنین کے اجتہاد میں امیر شام سے قتال اور جدال مستحسن تھا اور آپ کے خلف الرشید امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد میں صلح اور مومنوں کی خون ریزی کا انسداد پسند ہوا پس یہ دونوں حضرت حق اور صواب پر تھے(۲) اور اس صلح نے امیر شام کی معذوری اور ماجوری کو ظاہر کر دیا، پس اہل سنت کسی کو بُرا نہیں کہتے بلکہ سب کو خیر اور خوبی سے درجہ بدرجہ یاد کرتے ہیں۔

اور اس صلح کرنے کی بابت جو شیعہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بے ادبی اور سُبکی کرتے ہیں سو خدا ہم سے ایسی بات نقل بھی نہ کرائے جس کے سننے سے شیطان خوش ہو جائے اور خدا اور اس کے رسول کو خفگی آئے اور یہی تقیہ کی گردن مارنے اور بیخ اُکھاڑنے والا یہ واقعہ ہے جو باجماع مورخین ثابت ہے کہ حضرت سید الشہید زین الاتقیاء خاتم آل عبا سیدنا امام حسین کو جب مکرر سہ کرر یہ پیغام پہنچا کہ اگر آپ کو یزید کو امام برحق جان کر اس کے لیے بیعت فرمائیں تو آپ سے کچھ تعرض نہ ہوگا جہاں چاہیں تشریف لے جائیں، پس آپ جو اس کو باطل پر اور لائق امامت کے نہیں جانتے تھے تو تقیہ کے طور پر بھی بیعت نہ فرمائی اور موذیوں کے مقابلے میں ثابت قدمی فرما کر اپنی ذات با برکات اور ہمراہیاں با سعادت کو خلعت شہادت پہنچائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

---

(۱) جیسا کہ صحیح حدیث میں بحق حضرت امام ہمام وارد ہوا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مسلمانوں کی عظیم جماعتوں میں صلح کروا دے گا۔ ۱۲ منہ کان اللہ لہ

(۲) عقیدۂ اہل سنت یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور امیر شام رضی اللہ عنہ خطا پر، مگر ان کا خطا اجتہادی تھا نہ فسادی اور اس خطا کے رو سے ان کا شکوہ شکایت کرنا ناروا ہے، کیونکہ قرآن اور حدیث صحابہ کی مدح سے پُر ہیں اور ان کے حق میں دعا گوئی اور ثنا خوانی کی طرف بلا رہے ہیں۔ پس اہل سنت ان کے وصف سے رطب اللسان ہیں تاکہ قرآن اور فرمان نبی الانس والجان بے فرمان نہ ہوں۔ خدا کے مقبولوں میں اگر کچھ رنجش ہوگئی تو مغفرتِ الٰہی ان کے شامل حال ہے۔ دیکھو حضرت موسیٰ وہارون کے معاملات باہمی اور پھر اس پر شمولِ مغفرت الٰہی قرآن میں مذکور اور سب کی زبان پر مشہور ہے۔ وہ کون مسلمان ہے جو ان میں سے کسی کو بُرا کہے!۔ العیاذ باللہ بلکہ سارے مؤمنین ان کے ثناخوان ہیں، پس یہی حال ہے معاملات صحابہ کا اہل حق کے نزدیک۔ ۱۲ منہ کان اللہ لہ

پس تقیہ آپ کے نزدیک اگر واجب ہوتا تو اس سے بڑھ کر دشمنوں کا وار کیا ہوگا کہ ستر آدمی کو تیس ہزار فوج مسلح اور جرار نے محاصرہ کرلیا تھا تو اس حالت اشد ضرورت میں تقیہ فرماتے اور جان عزیز کو بچاتے لیکن آپ نے ایسا نہ کیا بلکہ نبیوں علیہم السلام کی طرح سخت تر بلا کا تحمل کر کے خود مع اطفال خورد سال نہایت بھوک اور پیاس کو گوارا فرما کر جام شراب طہور شہادت پی لیا اور صلاے سبز مان کریم یٰٓاَیَّتُھَاالنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً استماع فرما کر ساکنانِ روضۂ رضوان کی پادشاہی کے لیے بموجب فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِی جَنَّتِی (۱) کے تشریف لے گئے۔

پس اس قضیہ کے وقوع سے بڑی صراحت اور بداہت سے ثابت ہوگیا کہ یہ حضرت اپنے والد بزرگوار کی طرح تقیہ کو جائز بھی نہیں جانتے تھے چہ جائے کہ اس کو واجب مانیں۔ پس قرآن محمود اور عترت طاہرہ کے ماندوبود سے یقیناً ثابت ہوگیا کہ تقیہ محض اختراع اور بناوٹ شیعہ کی ہے، قرآن اور ائمہ کے فرمان سے اس کی کچھ اصلیت ثابت نہیں ہوتی ہے۔

اگرچہ شیعہ کے تقیہ کا یہاں تک بڑی خوش اُسلوبی سے رد ہو چکا اور حق ظاہر ہوگیا لیکن اس جہت سے کہ شیعہ لوگ کیا اپنے رسالوں میں اور کیا اپنی قال مقالوں میں بعضے حسن اخلاق اور مدارات کی حدیثوں کو اخذ کر کے تقیہ کی سند بنا لیتے ہیں اور عوام مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں، اس لیے بہتر معلوم ہوا کہ اس امر کی تحقیق میں بھی کچھ قرآن مجید سے لکھا جائے کیونکہ یہ بات بھی مسئلہ تقیہ کے متعلقات سے ہے اور [اس] بارے میں لکھنا ایک روایت سورۂ نون کا انتیسویں سیپارہ کے پہلے پاؤ سے مع عبارت تفسیر فتح العزیز کے کافی وافی متصور ہے۔ بستان تفاسیر میں جو ترجمہ اُردو ہے تفسیر عزیزی کا لکھا ہے :

فَلَا تُطِعِ الْمُکَذِّبِیْنِ. (سورۂ قلم:۶۸/۸)

سو تو کہا نہ مان جھٹلانے والوں کا اور ان کی تابعداری مت کر۔

---

(۱) اے نفس آرام پکڑنے والے! پھر چل اپنے رب کی طرف تُو اس سے راضی وہ تجھ سے، پھر مل میرے بندوں میں اور بیٹھ میری بہشت میں۔

کہتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ اور ابوجہل اور اسود بن عبد یغوث اور اخنس بن شریق رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اگر تجھ کو سوادی غلط ان حرکتوں اور ان باتوں کا باعث ہے تو ہم سے کہہ دے اس واسطے کہ ہم بھی تمہارے خویش اور اقربا میں سے ہیں اور اگر عیش وعشرت کی خواہش ہے تو تُو کہہ دے تا کہ اچھی خوبصورت عورتیں اور خاطر خواہ پوشاکیں اور مزیدار کھانے اور بہت مال واسباب تمہارے واسطے ہم موجود کریں اور اگر حکومت وریاست کی خواہش ہے تو ہم سردار تمہارے فرماں بردار اور تابع دار ہیں تم حکومت کی سند پر بیٹھو اور اپنا حکم جاری کرو اس واسطے کہ تم عقل اور دانائی اور حسب اور نسب میں ہم سب سے زیادہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اِن باتوں میں ایک بھی مجھے منظور نہیں ہے، مجھ کو فقط حق تعالیٰ کی بندگی اور فرماں برداری منظور ہے۔ تب اُن سب نے کہا کہ اگر یہ تم کو منظور ہے تو بہت خوب ہے، ہمارے سر اور آنکھوں پر لیکن ایک بات ہماری مان لو کہ ہمارے بتوں کو بُرا مت کہو اور ان کی عبادت سے ہم کو منع مت کرو اور تم آپ حق تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہو ہم تم کو خدا کی عبادت سے منع نہیں کرتے اور تم پر طعن اور تشنیع بھی نہ کریں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت کیا اور یہ آیتیں نازل ہوئیں اور حکم ہوا کہ بتوں کی برائی اور اِن کی عبادت کی برائی کے بیان سے چپ مت رہو اور اس مقدمہ میں ان کی بات مت سُنو :

> وَدُّوۡا لَوۡ تُدۡهِنُ فَيُدۡهِنُوۡن . (سورۂ قلم:۶۸/۹)
>
> وہ چاہتے ہیں کہ کاش کہ تو اپنی آئین اور وضع سے سستی کرے پھر وہ سست اور بے حمیت ہیں۔

غرض اس کلام سے یہ ہے کہ حقانی آدمی کو مخالفوں کی بات ہرگز سُنا نہ چاہیے اور ان کی رضامندی کو منظور نہ رکھنا، اس واسطے کہ آخر کو یہ بات دین کی سستی کا سبب پڑتی ہے لیکن مدارات یعنی تواضع اور خلق نیک ہر شخص سے بہتر ہے، مگر اس قدر کہ اپنی وضع اور آئین میں فتور نہ پڑے اور دین میں سستی نہ ہونے پائے اور یہ مقام نہایت مشکل ہے اور مدارات اور مداہنت میں فرق کرنا بہت دُشوار ہے۔ اکثر لوگ اس جگہ پر لغزش کھاتے ہیں، بعض خلق اور چاپلوسی اور خاطر داری میں

اس طرح ڈوب گئے کہ دین کی باتوں میں صراحتاً سستی اور ڈھیل کرنے لگے اور بعضے تعصب اور دین کی جانب داری میں اس قدر بڑھ چلے کہ سخت گوئی اور گالی اور بد خلقی کو عین عبادت سمجھے اور سیدھی راہ شریعت کی پہچاننا موقوف ہے مدارات اور مداہنت کے بوجھ نے اور فرق پر سوا اپنے حق کو چھوڑ دینا جیسی تعظیم اور بزرگی اور احسان کسی سے نہ چاہنا اور جس قدر ہو سکے ہاتھ اور زبان سے عیب سب کے چھپانا اور خلق اللہ کی خیر خواہی کرنا اس کو مدارات کہتے ہیں اور یہ بات بہتر ہے اور دین کے حق لینے میں سستی کرنا جیسے اچھی باتوں کو نہ کہنا اور بُری بات سے منع نہ کرنا اور شرع کی حد جاری کرنے میں سستی کرنا اور حق بات کے بیان کرنے میں اگر چہ کسی کو بُری بھی ہووے غفلت کرنا اس کو مداہنت کہتے ہیں اور یہ بات بہت بُری ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ منکروں کے ساتھ موافقت رکھنا اگر چہ ظاہر میں ہو ہدایت عامہ کلیہ میں خلل ڈالتا ہے اور ثواب بے حساب کے مستحق ہونے سے باز رکھتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے :

إذا لقيت الفاجر فالقه بوجه خشن .

جب ملاقات کرے تو فاجر یعنی مشرک یا بدعتی کی تو ملاقات کر ترش روئی سے۔

اور حقائق التنزیل میں مذکور ہے کہ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری فرمایا کرتے تھے :

من صح ایمانه و اخلص توحیده فانه لا یأنس الی مبتدع و لا یجانسه و لا یواکله و لا یشاربه و یظهر له من نفسه العداوة و من داهن بمبتدع سلبه اللّٰه تعالی حلاوة الایمان و من تحبب الی مبتدع نزع نور الایمان من قلبه .

مرد صحیح الایمان کو چاہیے کہ بدعتی لوگوں سے محبت اور اُلفت نہ رکھے اور ان کے ساتھ بیٹھنے اور کھانے اور پینے کی عادت نہ ڈالے اور دل سے ان کے ساتھ عداوت رکھے اور جو شخص بدعتی لوگوں سے ملتا ہے اور اُن کی خاطر سے دین کی بات میں سستی کرتا ہے تو اس سے ایمان کی حلاوت اللہ تعالیٰ لے لیتا ہے اور جو بدعتی لوگوں سے دوستی رکھتا ہے تو اس کے دل سے ایمان کا نور نکال لیا جاتا ہے۔

علیٰ الخصوص ایسے منکروں سے جن کے نفس رذیل ہیں یعنی شریر اور بدخلق ہیں اُن سے ہرگز موافقت نہ رکھے اگرچہ ظاہری موافقت ہو، اس واسطے کہ اُن سے ظاہری بھی موافقت رکھنا نیک خلق کے کمال کا نقصان پڑتا ہے۔

پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ توفیق نیک عنایت کرے اس شخص کو ایسے لوگوں سے احتراز کرنا اور بچنا ضرور ہے تاکہ بہت ہم نشینی اور مصاحبت ایسے بدبختوں کی اس کے نیک اخلاق میں نقصان نہ ڈالے چنانچہ حکم ہوتا ہے **وَلَا تُطِعِ** اور کہا نہ مان ان سب منکروں میں سے **كُلَّ حَلَّافٍ** ہر بڑی قسم کھانے والے کا الخ یہ ترجمہ عبارت تفسیر عزیزی کا بستان تفاسیر سے منقول ہوا۔

اب ان آیتوں کی تفسیر سے ظاہر ہو گیا کہ 'مدارات' اور 'مداہنت' میں بڑا فرق ہے۔ مدارات کی حدیثوں کو اخذ کر کے تقیہ ثابت کرنا قرآن اور حدیث کو پس پشت رکھنا ہے اور یہ بھی بڑی متانت سے ثابت ہو گیا کہ قرآن شریف میں صحابہ کبار خصوص چہار یار کبار کی تعریف نہایت شد و مد سے کر رہا ہے اور ایسا ہی امامان اہل بیت ان کی خوبیوں ذاتی و صفاتی کا بیان اپنے خلوص اخلاص اور حسن عقیدت سے کر رہے ہیں، تقیہ کا وہم خام خیال ہے۔ پس بموجب ارشاد قرآن و مطابق حکم ائمہ والا شان بڑی صراحت اور بداہت سے واضح ہو گیا کہ بہشت پاس خاطر آل اور صحابہ کے پیدا کیا گیا ہے اور ان میں سے حضرات چہار یار کبار بہت بلند مرتبوں اور اعلیٰ درجوں پر فائز ہیں اور دوزخ کی پیدائش ان کے دشمنوں اور بدگوؤں کے لیے ہوئی ہے۔ **فهو المقصود والحمد للّٰه الودود.**

اور قرآن اور ائمہ کے فرمان سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس قسم کے مضامین جو اہل سنت کی دینی کتابوں میں مسطور ہیں جیسا کہ ابوبکر قطعی بہشتی ہے عمر قطعی بہشتی ہے عثمان قطعی بہشتی ہے علی قطعی بہشتی ہے حسن اور حسین بہشت کے جوانوں کے سردار ہیں بی بی فاطمہ اور عائشہ اور خدیجہ بہشت کی عورتوں کی سردار ہیں سعد، سعید، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، عبیدہ بن جراح، یہ سب بہشتی ہیں اور بدری اصحاب اور بیعت رضوان کی بیعت کرنے والے جو پندرہ سو تھے سارے بہشتی ہیں بے شک مطابق قرآن اور آنخضرت کے صحیح فرمان ہیں۔ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وازواجہ وسلم

ہر چند یہاں تک اللہ تعالیٰ کی مدد سے بہت عمدہ طور سے حق حق ہو گیا اور باطل باطل ٹھہر

گیا ہے، مگر اس نظر سے کہ کوئی دقیقہ بھی اس کے دقائق سے فروگذار نہ ہو، حدیث ثقلین کو جو سنی اور شیعہ کے اتفاق سے صحیح حدیث ہے یہاں پر تحریر کر کے اس کی رو سے بھی اہل سنت کے مذہب کی حقّیت اور شیعہ کے مشرب کی بطالت ثابت کرتا ہوں۔ **فأقول و باللّٰہ التوفیق .**

زید بن ارقم جو مشاہیر صحابہ اور حضرت مرتضٰی کے خاصوں سے ہے، روایت فرماتے ہیں:

قام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یوما فینا خطیبا بماء یدعی خما بین مکة والمدینة فحمد اللّٰہ و اثنی علیه و وعظ و ذکر ثم قال اما بعد الا ایها الناس انما انا بشر یرشک ان یاتینی رسول ربی فاجیب و انا تارک فیکم الثقلین اولهما کتاب اللّٰہ فیه الهدی والنور فخذوا بکتاب اللّٰہ واستمسکوا به فحث علی کتاب اللّٰہ و رغب فیه ثم قال و اهل بیتی اذکرکم اللّٰہ فی اهل بیتی اذکرکم اللّٰہ فی اهل بیتی .(۱)

آنحضرت ﷺ ایک دن خطبہ پڑھنے کو درمیان ہمارے کھڑے ہوئے اور اس جگہ میں جو مکہ اور مدینہ کے مابین خُم کے نام سے مشہور ہے پس آپ نے خدا کی حمد اور ثناء بیان کی اور وعظ فرمایا اور ثواب عذاب یاد دلایا پھر کہا لیکن بعد اس کے اے لوگو! خبردار ہو کہ میں بھی ایک آدمی ہوں قریب ہے کہ خدا کا ایلچی یعنی ملک الموت میرے پاس آئے اور میں اُس کی بات مان لوں اور میں چھوڑتا ہوں درمیان تمہارے دو گراں بہا چیزیں جن میں سے ایک تو قرآن ہے جس میں رہنمائی اور روشنائی ہے پس تم عمل کرو قرآن پر اس کو بڑی مضبوطی سے پکڑو پس آپ نے قرآن پر عمل کرنے کے واسطے لوگوں کو برانگیخت کی اور رغبت دی پھر فرمایا دوسری چیز میری اہل بیت ہیں میں اہل بیت کے حق میں تم کو خدا یاد دلاتا ہوں میں اہل بیت کے حق میں خدا یاد دلاتا ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے :

کتاب اللّٰہ هو حبل اللّٰہ من اتبعه کان علی الهدی و من ترکه کان علی ضلالة .

---

(۱) صحیح مسلم: ۱۳۴/۱۲ حدیث: ۴۴۲۵ ...... مسند احمد بن حنبل: ۲۶۴/۳۹ حدیث: ۱۸۴۶۴۔

قرآن خدا کی امان ہے جس نے اس کی پیروی کی سیدھا راہ قبولا اور جس نے اس پر عمل نہ کیا وہ راہ سے بُھولا۔(۱)

اور دوسری روایت اس حدیث کی یوں ہے:

انی تارک فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدی احدهما اعظم من الاخر کتاب اللّٰه حبل ممدود من السماء الی الارض فانظروا کیف تخلفونی فیهما .(۲)

بے شک میں چھوڑتا ہوں تم میں وہ چیز کہ اگر تم اس کو محکم پکڑو گے تو میرے پیچھے گمراہ نہ ہو گے اُن دونوں سے ایک چیز دوسری سے بہت بزرگ ہے اور وہ قرآن ہے کہ وہ طناب آسمان سے زمین تک کھینچی گئی ہے، دوسرے میرے اہل بیت اور یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے تا کہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے پس دیکھو کہ میرے پیچھے تم ان کے حق میں کیسا معاملہ کرتے ہو۔(۳)

اب اس حدیث سے جو بالاتفاق صحیح ہے ثابت ہوا کہ جس نے قرآن پر عمل کیا اور اہل بیت سے محبت اور متابعت کی وہ سیدھے راستے پر ہے اور جو ایسا نہیں ہے وہ گم راہ ہے پس اس رسالہ کے مطالب مذکورہ بالا کو پڑھنے والا یقین کر لیتا ہے کہ بے شک اہل سنت قرآن پر عمل کرنے والے اور تابع اور محبّ اہل بیت کے ہیں اور شیعہ کو ان دونوں باتوں سے کچھ لگاؤ بھی نہیں ہے اگرچہ اوپر کا ذکر ہی کافی وافی تھا مگر اتنا یہاں پر بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ اہل سنت کا مدار شریعت اور طریقت

---

(۱) صحیح مسلم: ۱۲/۱۳۴ حدیث: ۴۴۲۵...... مصنف ابن ابی شیبہ: ۷/۱۷۶۔

(۲) سنن ترمذی: ۱۲/۲۵۸ حدیث: ۳۷۲۰...... معجم صغیر طبرانی: ۱/۴۱۱ حدیث: ۳۷۷۔

(۳) بعض سادات زمان نے بیان کیا تھا کہ سید اور قرآن برابر ہیں بدلیل حدیث ثقلین۔ فقیر نے مسلمانوں کے دلوں سے یہ واہمہ دُور کر دیا بدلیل فقرہ ''**احدهما اعظم من الآخر**'' جو حدیث ثقلین میں مروی ہے اور یہ بھی سمجھا دیا کہ اہل بیت نبوت جن کے مناقب قرآن اور حدیث میں مذکور ہیں جب ان سے قرآن اعظم اور بزرگ ٹھہرا تو سادات زمان سے تو اعظم سے بھی اعظم ہوا۔ الحمد للہ تعالیٰ کہ مسلمانوں کو بخوبی سمجھ آ گئی، اللہ تعالیٰ سب کو تکبر اور فخر بالا ان سے بچائے اور سیدھے راستہ اسلام و تواضع پر چلائے، اتباع حق بڑی نعمت ہے ہمارے اور سب محبوں کے نصیب رہے۔ ۱۲ منہ کان اللہ له

پر ہے اور یہ لوگ ان دونوں کو اپنی بزرگی کا ذریعہ سمجھتے ہیں پس شریعت کے بزرگ تو چار امام صاحب مذہب ہیں اور طریقت کے پیشوا صوفی لوگ اصحاب خانوادہ ہیں۔ (۱)

اب ان مجتہدوں اور صوفیوں کا رجوع اہل بیت کی ہی طرف ہے اور ان کے ہی فیض سے کامیاب ہوئے ہیں۔ دیکھو سارے مجتہدوں کا سردار حضرت ابوحنیفہ جناب شیر خدا مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کی دعا سے پیدا ہوئے کیونکہ یہ بات صحت کو پہنچ گئی ہے کہ حضرت امام کے والد بزرگوار کو خوردسالی میں اُن کا باپ حضرت امیر المومنین کی زیارت سے مشرف کرنے کو لے گیا اور ان کی حسن خدمت اور خلوص عقیدت سے حضرت نے ان کے حق میں برکت اولاد کی دعا فرمائی اور مجیب الدعوات نے قبول پائی کہ اُن کی اولاد میں ایسا امام چراغ دین اسلام پیدا ہوا اور امام اعظم کو جو حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق اور امام زید شہید سلام اللہ علیہم وعلی ابائہم الکرام سے صحبت اور شاگردی ہے وہ ظاہر ہے محتاج بیان نہیں ہے۔

شیعہ اس موقع پر اگر ہماری بات نہ مانیں تو اپنے ہی اکابروں کی سنیں۔ ابن مطہر نہج الحق اور منہج الکرامہ میں جو ان کے معتبرات سے ہیں، لکھتا ہے کہ حضرت امام محمد باقر اور حضرت زید شہید اور حضرت امام جعفر صادق سلام اللہ علیہم وعلی ابائہم الکرامہ نے امام ابوحنیفہ کو فتوی کی اجازت دی :

> روی ابو المحاسن الحسن ابن علی باسناده الی ابی البختری انه قال
> دخل ابو حنیفة علی ابی عبداللّٰه علیه السلام فلما نظر الیه الصادق
> قال کانی انظر الیک و انت تحیی سنت جدی بعد ما اندرست
> وتکون مضرا لک ملهوف و غیاثا لکل مهموم بک یسئلک

---

(۱) واضح رہے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحفہ اثنا عشریہ میں بخوبی اس امر کو ثابت فرمایا ہے کہ مدار اہل سنت شریعت اور طریقت پر ہے۔ شریعت کے پیشوا ائمہ مذاہب اربعہ ہیں اور طریقت کے رہنما صوفیاء کرام ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ فرقہ اہل سنت و جماعت یہ چاروں مذاہب والے مسلمان اور چاروں طریقے والے ہیں اور یہ مطلب صدہا دینی کتابوں سے ثابت ہے۔ پس سخت محرومی ہے ان لوگوں کو جو مقلدوں اور اصحاب طریقت کو بدعتی اور گروہ جانتے ہیں اور ان کے رد میں رسائل لکھ کر اپنا نامہ سیاہ کر رہے ہیں اور خود سخت بدعتی بن رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کی مصاحبت سے بچائے۔ اگر توفیق الٰہی رفیق ہوئی تو ان کا رد بلیغ لکھوں گا۔ ۱۲ منہ کان اللہ له

المتحيرون اذا وقفوا و تهديهم الى واضح الطريق اذا تحيروا فلک من الله العون والتوفيق حتى يسئلک الربانيون بک الطريق.

ابوالمحاسن حسن بن علی ابوالبختری تک سند پُہنچا کر روایت کرتا ہے کہ ابوحنیفہ حضرت امام جعفر کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت امام نے جب ابوحنیفہ کو دیکھا تو فرمایا کہ میں تجھے اس حالت میں دیکھتا ہوں کہ تُو میرے جدامجد کی سنت مردہ کو زندہ کر رہا ہے اور تُو ہر بےکس کے واسطے جائے پناہ ہوگا اور ہر غم زدہ کے لیے فریادرس حیرت سے کھڑے ہوئے تیری دستگیری سے چل نکلیں گے اور حیرت زدوں کو سیدھے راستہ کی طرف تُو رہنمائی کرے گا۔ پس تجھے خدا تعالیٰ کی جانب سے مدد اور توفیق ہوگی تاکہ طالبان حق تیری ہدایت سے راستہ پائیں گے۔

اور شرح تجرید میں جو شیعہ کے یہاں عقائد میں نہایت مستند کتاب ہے حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی تفصیل کے ذیل میں لکھا ہے کہ ابوحنیفہ جب منصور عباسی کے دربار میں گئے تو اُس وقت بادشاہ کے پاس عیسیٰ بن موسیٰ حاضر تھے اُس نے بادشاہ سے کہا:

يا امير المومنين هذا عالم الدنيا اليوم .

آج کے دن ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری دنیا کا عالم ہے۔

بادشاہ نے پوچھا:

يا نعمان ممن أخذت العلوم ؟

اے نعمان تو نے علم کس سے پڑھا؟

ابوحنیفہ بولے:

عن أصحاب على عن على و عن اصحاب عبدالله بن عباس رضى الله عنهم .

علی مرتضیٰ کے شاگروں سے اور عبداللہ بن عباس کے شاگردوں سے۔

اور پھر منصور بولا:

لقد استوثقت من نفسک یافتی .

او جوان تو نے بڑی محکم سند حاصل کی ۔

اور اُسی شرح تجرید میں یہ بھی لکھا ہے:

ان اباحنیفة کان جالسا فی المسجد الحرام و حوله زحام کثیر من کل الافات قد اجتمعوا یسئلونه من کل جانب فیجیب هم و کانت المسائل فی کمه فیخرجها فینا ولها فوقف علیهم الامام ابو عبداللّٰه ففطن به ابوحنیفة فقام ثم قال یا ابن رسول اللّٰه لو شعرت بک اولا ما وقفت لارانی اللّٰه جالسا و انت قائم فقال له ابوعبداللّٰه جالسا و انت قائم فقال له ابوعبداللّٰه اجلس ابا حنیفة واجب الناس فعلی هذا ادرکت ابائی .

ایک دن مسجد حرام میں ابوحنیفہ بیٹھے تھے اور اُن کے گرد اگرد ہر طرف کے بہت آدمی جمع ہو کر مسائل پوچھ رہے تھے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سب کو جواب دے رہے تھے اور ابو حنیفہ کی آستین میں مسائل لکھے ہوئے رکھے تھے جس سے وہ نکال کر لوگوں کو دے رہے تھے، اس حالت میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی آ کھڑے ہوئے ۔ جب ابو حنیفہ نے ان کو دیکھا تو فوراً تعظیم کے لیے اُٹھے اور عرض کیا اے فرزند دل بند رسول مقبول! اگر میں آپ کو اول سے دیکھ لیتا تو ہرگز نہ بیٹھا رہتا، خدا مجھے بیٹھنے کی جرأت نہ دے جب آپ کھڑے ہوں ۔ پس حضرت صادق نے فرمایا: ابوحنیفہ آپ بیٹھ جائیں اور لوگوں کو مسائل بتائیے، میں نے اپنے آباؤ اجداد کو اسی کام میں اہتمام کرتے پایا ۔

یہاں تک ترجمہ ہے شیعہ کے معتبرات کی عبارات کا ۔(۱)

---

(۱) اگر شیعہ کہیں کہ ابوحنیفہ و دیگر ائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم کو غیر مقلد لوگ واجب الاطاعت نہیں جانتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ غیر مقلد اہل سنت سے نہیں ہیں، علماے عرب و عجم کے اتفاق سے ثابت ہے کہ خارج از مذاہب اربعہ، بدعتی اور ناری ہیں ۔ کما حقق فی موضعه

پس یہ لوگ بھی شیعہ صاحبوں کے یار و دل دار ہیں، اہل سنت میں شمار نہیں ۔ خدا تعالیٰ ان کو ہدایت فرمائے ۔ آمین ۱۲ منہ کان اللہ لہ

اب ان سے بخوبی متحقق ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ ائمہ اہل بیت سلام اللہ علیہم کے سامنے شرائط اجتہاد حاصل کر کے فتویٰ دیا کرتے تھے اور ائمہ اہل بیت سے اس میں مجاز تھے اور شیعہ کے اُصول کا بڑا پکا مسئلہ ہے کہ جو مجتہد اجتہاد کی شرطوں کو جمع کر لے تو وہ واجب الاطاعت ہو جاتا ہے پس اگر شیعہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو جو ائمہ کے یہاں سے اجازت یافتہ تھے واجب الاطاعت نہ مانیں تو آئمہ معصومین کی شہادت کو مردود جانتے ہیں۔ اور یہ اُن کے مذہب میں کفر ہے اور سب کے نزدیک یہ بات بھی صحیح ہے کہ جب حضرت زید بن علی سلام اللہ علیہ نے مروانیوں پر فوج کشی کی تو امام ابو حنیفہ نے بارہ ہزار اشرفی سے اُن کی مدد دی اور کوفہ میں اہل بیت کے مناقب اور مدائح سب کو سنائے اور یہ بھی کہا کہ اس وقت میں ان حضرت کی تائید اسلام کی نصرت ہے اور یہی اخلاص اور محبت امام ابو حنیفہ کی اہل بیت کے ساتھ منصور عباسی کی پرخاش کا سبب ہو گیا کہ اس نے امام اعظم کو قید کر دیا اور زہر دلوا کر شہید کیا۔

امام اعظم کی متابعت اور محبت کا حال ائمہ اہل بیت سے یہ تھا کہ جو مختصر طور پر مذکور ہوا۔ اب آگے کی سنیے کہ امام مالک بھی باتفاق سُنی و شیعہ یاران خاص اور شاگردان بااختصاص حضرت امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ وعلی اباءٔ الکرام سے ہیں اور امام محمد بن حسن شیبانی گو امام اعظم اور امام مالک کے شاگردان رشید سے ہیں مگر بلاواسطہ ائمہ اہل بیت سے بھی شاگردی اور استفادہ رکھتے تھے۔

بہت سی کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم ہارون رشید کی قید میں تھے تو اُن دنوں میں بھی امام محمد اور قاضی ابو یوسف اُن کی زیارت کے لیے جاتے اور مسائل مشکلہ آپ سے سوال کرتے تھے اور وہ ایسا نازک وقت تھا کہ حضرت امام کی خدمت میں جانا بڑے مخلصوں اور ارادت مندوں کا کام تھا اور یہ قصہ امامیہ کی کتابوں میں بھی مروی ہے جیسا کہ صاحب فصول جو امامیہ کے یہاں بڑا معتبر عالم ہے، حضرت امام کاظم کے خوارق جو قید کے زمانہ میں سرزد ہوتے تھے امام محمد اور قاضی ابو یوسف کی روایت سے لکھتا ہے اور امام شافعی، امام مالک اور امام محمد کے شاگرد تھے اور امام احمد حنبل امام شافعی کے شاگرد ہیں۔ پس یہ دونوں صاحب ہی بالواسطہ ائمہ اہل بیت کے شاگرد ٹھہرے۔

اہل سنت کی شریعت کے پیشواؤں کا یہ حال ہے اب اہل سنت کی طریقت کے مقتداؤں کا حال سُنیے کہ سارے سلسلے صوفیوں کے ائمہ اہل بیت کی طرف منتہی ہوتے ہیں۔ پس یہ حضرات اہل

سنت کے سارے طریقوں کے پیر ہیں اور ظاہر ہے کہ اہل سنت پیر کی تعظیم وتوقیر کس درجہ کی کرتے ہیں اور ان کی محبت کی راہ میں پرلے سرے پر قدم دھرتے ہیں ان کی اطاعت کو بحکم قرآن فرض جانتے ہیں اور ان کی خصومت اور بغض اور اہانت کو کفر طریقت مانتے ہیں۔

حدیث ثقلین کے ذیل میں جو یہ ساری تقریر لکھی گئی ہے معین الدین قزوینی اثنا عشری نے انوار العرفان میں اس کا خلاصہ یوں لکھا ہے:

> فقہ کے علم میں سارے فقیہ حضرت مرتضی رضی اللہ عنہ کی عیال ہیں اور بے شک امام مالک نے ربیعہ سے پڑھا اور ربیعہ نے عکرمہ سے اور عکرمہ نے ابن عباس سے اور ابن عباس حضرت علی کا شاگرد تھا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔
>
> اور امام احمد بن حنبل نے امام شافعی سے پڑھا اور شافعی امام محمد شاگرد ابوحنیفہ سے اور ابوحنیفہ حضرت امام جعفر صادق سے اور انتہا حضرت علی تک ہوا۔ رضی اللہ عنہم۔
>
> اور علمائے طریقت علم باطن کو بھی حضرت مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں جنید اور شبلی اور معروف کرخی اور بایزید بسطامی نے صاف کہا ہے کہ ہم دونوں طریقوں میں حضرت علی سے فیض یاب ہیں۔
>
> ”نوریہ“ ابوالحسن نوری کی طرف منسوب ہے اس نے کمیل بن زیاد خادم حضرت مرتضٰی سے یہ طریقہ حاصل کیا اور جنید یہ جنید بغدادی کی جانب منسوب ہیں اس نے حسن بصری حضرت علی کے شاگرد سے فیض لیا۔ یہ لوگ حضرت مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی پاکی اور عبادت کے پیرو اور تابع ہیں اور ان میں فیض باطنی کے چشمے آپ کے اسی علم کے تالاب سے جاری ہوئے۔

یہاں تک ترجمہ ہے عبارت انوار العرفان شیعہ کی معتبر کتاب کا۔

پس باتفاق سُنّی وشیعہ ثابت ہوگیا کہ اہل سنت ہی شریعت اور طریقت میں اہل بیت کے پیرو اور محبّ ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ارشاد بموجب جو حدیث ثقلین میں گزرا ہے اہل سنت ہدایت پر ہیں۔ **فالحمد للّٰہ تعالیٰ** .

اب اگر کوئی سوال کرے کہ جب اہل سنت کے مجتہد جیسا کہ ابو حنیفہ اور مالک وغیرہ ائمہ اہل بیت کے شاگرد تھے تو بعضے مسئلوں میں انہوں نے ائمہ اہل بیت اپنے اُستادوں سے خلاف کیوں کیا اور اُن کے مخالف فتوی کیوں دیا؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ مجتہد پر فروع فقہیہ میں اپنے اجتہاد کی پیروی ضروری ہوا کرتی ہے اور درصورت تخالف اجتہاد دوسرے مجتہدوں سے خواہ اُستاذ ہی ہوں مختلف ہونا لازم پڑ جاتا ہے کیونکہ مجتہد کو اپنی دلیل کی تقلید اور اتباع ضروری ہے۔ اگر اہل سنت کی اس بات پر ایمان نہ لائیں گے تو قاضی نور اللہ شوستری کا کہنا ضرور ہی مان جائیں گے کہ وہ ’’مجالس المومنین‘‘ میں لکھتا ہے کہ ابن عباس حضرت امیر المومنین کو برخلاف چلا جاتا ہے اور آپ اس بارے میں اُس پر کچھ تعرض نہیں فرماتے تھے۔ یہ ترجمہ ہے قاضی جی کی عبارت کا۔

اب صورت اختلاف میں یہ ضرور کہا جائے گا کہ ایک مجتہد صواب پر ہے اور دوسرا خطا پر مگر مجتہد کو خطا پر بھی ایک ثواب ملتا ہے۔ پس اُس کا خطا احتمالی ثواب کی صورت میں یقین کیا جائے گا کہ اس سے نہ خود مجتہد کو اور نہ اُس کے مقلد کو کسی طرح کا ضرر و خطر لاحق ہوا، شیعہ کے معالم الاصول میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

رہا یہ کہ اگر کوئی کہے کہ جب شیعہ کے مذہب کا مدار بھی اہل بیت کی روایتوں پر ہے جیسا کہ وہ ہر بات اور فصل اپنی کتابوں میں بہت سی روایات سے ائمہ اہل بیت سے نقل کر کے سُنا دیتے ہیں اور شبہ مٹا دیتے ہیں پس اہل سنت ان کے مذہب کو باطل کیوں جانتے اور ان کی بات کو نہیں مانتے ہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ شیعہ کے سارے راوی ان ہی کے نزدیک نا قابل اعتبار ہیں کیونکہ حضرت امیر کے لشکری جنگ صفین کے بعد جو حضرت امیر کے قول وفعل نقل کرنے والے اور شیعہ کے پیشوا اور مقتدا ہیں ان کا حال اور چلن چال آپ کو خطبوں سے جو نہج البلاغۃ میں مسطور ہیں، یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ پرلے درجے کے خیانتی اور گناہ گار اور اپنے امام کے بے فرمان اور جھوٹے اور ظالم تھے اور سب باتوں میں منافقوں کا سا حال رکھتے تھے اور خود حضرت امیر ان کو منافق فرمایا کرتے تھے۔ اگر خوف طوالت کا نہ ہوتا تو ایک دو خطبے یہاں پر نقل کر دیتا۔

اب اختصار کی رو سے اتنا ہی پتہ دیتا ہوں جس کا جی چاہے تحفہ اثنا عشریہ کے تیسرے اور چوتھے باب میں میرے دعوی کی تصدیق دیکھ لے اور اس مذہب سے تبری فرمائی سیدھے راستہ پر

آئے اور بعض شیعہ کے راوی خدا کے جسم اور جہت کے قائل تھے (۱) اس لیے حضرات ائمہ ان کو مفتری اور بہتانی جان کر لعنت اور بد دعا سے یاد کرتے تھے اور اپنے حضور میں آنے نہیں دیتے جیسا کہ شیخ مقتول نے لکھا ہے اور بعض شیعہ کے راوی ایسے تھے جن کا ایمان ہی ثابت نہیں ہوا جیسا کہ ذکریا بن ابراہیم نصرانی جیسے ابوجعفر طوسی وغیرہ روایت کرتے ہیں اور اکثر شیعہ کے راوی عباسیوں کے خوف سے جب وہ اماموں کو قید کر دیتے تو یہ لوگ اُن کی خدمت میں حاضر ہونے سے بند ہو جاتے تھے اور اپنا رابطہ اُن بزرگوں سے ظاہر ہی نہیں کر سکتے تھے۔ (۲)

پس اب ظاہر بات ہے کہ ایسے راویوں کی روایتوں پر ادنیٰ دانش مند بھی اعتبار نہیں کرتا اور اُن کی کسی بات کو قابل اعتبار نہیں جانتا چہ جائے کہ سارا مذہب ان کا قرآن کے برخلاف ہو جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے اور یہود و نصاریٰ صائبین مجوس و ہنود سے بڑی کامل مشابہت اور تمام موافقت رکھتا ہے جیسا کہ تحفہ اثنا عشریہ کی گیارہویں باب میں اس بات کا مدلل بیان موجود ہے۔

پس سب اہل اسلام خواص و عوام پر فرض و واجب ہو گیا کہ اہل سنت و جماعت کے مذہب پر عمل درآمد رکھیں کیونکہ ان کا راہ و رسم شرع یعنی قرآن اور اہل بیت کے فرمان کے مطابق ہے اور نیز

---

(۱) اب ان دنوں میں غیر مقلد لوگوں نے بھی حق تعالیٰ کے واسطے اعضاء اور مکان ثابت کرنا شروع کیا ہے بلکہ رسائل بنانا شروع کیے ہیں۔ فقیر نے رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل میں ان کا رد آیت اور حدیث و فقہ سے لکھا ہے۔ یہ لوگ سلف صالح کے قطعاً مخالف بلکہ کتب دینیہ پر افترا کرتے ہیں۔ دیکھو مولوی صدیق حسن صاحب جو نواب بھی ہیں اپنی تفسیر فتح البیان جلد۲ کے صفحہ ۲۸، ۲۹ میں لکھتے ہیں کہ 'عرش بمعنی تخت ہے اور استوی بمعنی استقر ہے کما فی البخاری' اور حالانکہ یہ بخاری پر بہتان ہے اس میں ہرگز ایسا نہیں ہے۔ پس ان بہتانات سے مذہب ناحقہ کو ثابت کرنا اور علماء دین معتبرین اہل سنت کو لعن طن کرنا مسلمانوں کا کام نہیں ہے۔ تفسیر کے اس مقام پر۔۔۔۔ نواب صاحب۔۔۔۔ جو ریاست۔۔۔۔ تھے فقر۔۔۔۔ سخت شرمندہ اور لاجواب کیا تھا مگر یہ لوگ تائب نہیں ہوتے، نہایت قساوت قلبی میں گرفتار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔ ۱۲ منہ کان اللہ لہ

(۲) پس شیعہ جو اپنے مذہب کو جعفری کہتے ہیں خلاف واقعہ ہے کیونکہ غیر معتبر راویوں سے جو کچھ مروی ہو وہ قابل اعتبار نہیں ہوتا اور ان کے راویوں کی۔۔۔ نہج البلاغۃ شیعہ کی نہایت معتبر کتاب سے تحفہ اثنا عشریہ میں مفصل مذکور ہے جس کا جی چاہے دیکھ۔ پس دراصل اور فی الحقیقت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب جعفری ہے کہ امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ کی اجازت سے بلکہ اور بھی کئی امامان اہل بیت اطہار کی اجازت سے رائج ہوا ہے اور یہی وجہ ہے اس کے شرقاً و غرباً اشتہار اور قبولیت کی۔ اللہ تعالیٰ سب اہل اسلام کو مذہب اہل سنت کی طرف ہدایت فرمائے اور دیگروں کو انکار سے باز لائے۔ آمین ۱۲ منہ کان اللہ لہ

ان کے راوی اور مجتہد متقی اور عدل اور دین دار ہیں شیعہ بھی جو ان کو طعن کیا کرتے ہیں تو بسبب اہل سنت ہونے کے ہے نہ بباعث فسق اور جھوٹ دنیا داری کے کہ یہ لوگ بالاتفاق ان باتوں سے مبرا ہیں اور علمائے اہل سنت ایسے دین دار اور ائمہ پر جان نثار گذرے ہیں کہ سخت خطرناک حالتوں میں بھی ائمہ کی خدمت میں آنے جانے سے نہیں رُکتے تھے جیسا کہ امام محمد اور امام ابو یوسف کا حال لکھا گیا ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم کی خدمت میں جب وہ ہارون رشید کی قید میں تھے آیا جایا کرتے تھے اور شیعہ بھی ان سے ہی حضرت امام کے خوارق جو اس قید میں ظاہر ہوتے تھے روایت کرتے ہیں۔

اور بھی دیلمی اور ابن اثیر اہل سنت کے محدثین سے اور صاحب فصول شیعہ کے معتبرین سے روایت ہے کہ جب حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ نیشا پور میں تشریف لائے تو چہرہ مبارک پر دیبائی پردہ ڈالے ہوئے سبز خنگ خچر پر سوار تھے، شقیق بلخی جو کبار صوفیہ اہل سنت سے ہیں آپ کی سواری کے آگے آگے نقیب بنے جاتے اور دوسرے صوفی اپنی چادروں سے حضرت کو دھوپ سے چھپاتے تھے ابو ذرعہ رازی، محمد بن اسلم طوسی، یحییٰ بن یحییٰ، احمد بن حرب، اسحٰق بن راہویہ، محمد بن رافع جو اکابر محدثین اور فقہا سے ہیں سارے طالب علموں اور حدیث کے لکھنے والوں کو ہم راہ لے کر حضرت کی زیارت کو آئے بڑی دُھوم دھام سے خلق اللہ کا ہجوم ہوا۔ اہل سنت کے بعض محدثوں نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ اگر کوئی حدیث اپنے آبائی سلسلہ سے جس کو ’سلسلة الذهب‘ کہا جاتا ہے روایت فرمایئے تو اس مجمع میں سارے مسلمانوں پر حضور کا بڑا احسان ہوگا۔ تب آپ اپنے آبائی سلسلہ سے یہ حدیث قدسی روایت کی:

لا اله الا اللّٰه حصنی فمن قالها دخل حصنی و من دخل حصنی أمن من العذاب .

ترجمہ: خدا فرماتا ہے کہ کلمہ طیبہ میرا قلعہ ہے جس نے کلمہ پڑھا میرے قلعہ میں داخل ہوا اور جو میرے قلعے میں آیا وہ عذاب سے بچ گیا۔

اور اس موقع پر حضرت کے زائروں میں سے بیس ہزار آدمی اہل علم دوات وقلم والے شمار کیے

گئے تھے اور امام احمد حنبل اس سند حدیث کے بارے میں فرماتے تھے :

لو قرء هذا على مجنون لأفاق او على مريض لبرء .

اگر یہ سند بے ہوش پر پڑھی جائے تو اُس کو ہوش آئے اور اگر بیمار پر پڑھی جائے تو وہ تندرست ہو جائے۔

اور حضرت سعید بن مسیّب سے جو بعضوں کے نزدیک 'خیر التابعین' ہیں مشہور ہے:

كان عنده رجل من قريش فاتاه على ابن الحسين فقال له الرجل القرشى يا ابا عبدالله من هذا قال سعيد هذا الذى لا يسع مسلما يجهله هو على ابن الحسين ابن على ابن ابى طالب رضى الله عنهم.

آپ کے پاس ایک قریشی بیٹھا تھا اُس وقت حضرت امام زین العابدین تشریف لے آئے قریشی نے سعید بن مسیّب سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ اُنہوں نے کہا یہ وہ شخص ہے کہ جس سے نادان رہنا مسلمانوں کو شایان شان نہیں ہے یہ امام زین العابدین بن امام حسین ختم الشہداء خاتم آل کا بیٹا اور شیر خدا علی مرتضٰی کا پوتا ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

اگر چہ آیات قرآنی اور روایات ائمہ اہل بیت جو اوپر اس رسالہ میں مذکور ہوئے ہیں منصفوں کی نظر میں اہل سنت کے مذہب کی حقیقت پر ادلہ ساطعہ اور حجج قاطعہ ہیں مگر پھر بھی اسی نظر سے کہ خاتمہ سخن کا قرآن شریف پر ہی ہونا چاہیے دو آیت اور لکھ دیتا ہوں جن سے یہ مطلب صاف تر ثابت ہوتا ہے سورۃ براءۃ دسویں سیپارہ کے دوسرے پاؤ کے پانچویں رکوع میں ہے :

هُوَ الَّذِىٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَ دِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَ لَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ . (سورۂ توبہ:۹/۳۳)

یعنی وہ خدا جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر تا کہ اُس کو غالب کرے ہر دین پر اور پڑے بُرا مانیں مشرک۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ دین اسلام ہمیشہ مشہور اور منصور رہے گا پس یہی حال ہے

مذہب اہل سنت و جماعت کا کہ ہمیشہ سارے دوسرے مذہبوں اور دینوں پر غالب رہتا ہے برخلاف مذہب شیعہ کے کہ وہ خود قائل ہیں کہ ہمارا مذہب ہمیشہ مقہور اور مستور رہا جیسا کہ تفسیر صافی سے اس بارے میں نقل گذر چکی ہے۔

دوسری آیت سورۃ انبیاء ستر ہویں سیپارہ کے دوسرے پاؤ کے اخیر میں ہے :

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ . (سورۂ انبیاء:۲۱/۱۰۵)

عنی اور ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں نصیحت یعنی تورات کے پیچھے کہ آخر زمین پر مالک ہوں گے میری نیک بندے۔

اس آیت سے بالاجماع یہی مراد ہے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت زمین کی مالک ہو جائے گی۔ پس تواریخ دانوں پر بخوبی ظاہر ہے کہ اول اس امت کے پیشواؤں اصحاب ثلاثہ کی بادشاہت مشرق سے مغرب تک پھیل گئی تھی اور کفر کی تاریکی دُور ہو کر اسلام کے نور سے چاروں طرف دنیا کے منور ہو گئی تھی پھر ان سے پیچھے دیار عرب اور عجم اور شام اور روم اور مصر اور مغرب کے مالک ہمیشہ اہل سنت ہی رہے، عراق اور خراسان میں شامت اعمال سے کفار تاتار اور خاندان چنگیز یہ مسلط ہو گئے اور اُن کے ہاتھ سے شیعہ نے بیشتر شہر لے لئے تو ٹھیک ثابت ہوا کہ اہل سنت تو دولت محمدی کی وارث ہیں اور شیعہ سلطنت چنگیز یہ کی پس خوردہ کھانے والے۔

اب یہاں سے قیاس کرنا چاہیے کہ اہل سنت بے شک خدا کے نیکوکار بندے ہیں جن کے حق میں زمین کے وارث ہونے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اب میں خدا کا نام لے کر حضرات شیعہ کو دعوت اسلامیہ کرتا ہوں کہ خدا اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر سے ان آیات قرآن اور احکام فرقانی سے سرسری نہ گزر جائیں بلکہ اس رسالے کے اوّل آخر کو بخوبی پڑھ کر سُن کر خدا کے حکموں میں تامل اور غور فرمائیں اور سیدھے راستہ کی طرف آ جائیں۔ دنیا چندروزہ مکان فانی ہے۔ خدا کے دوستوں سے دشمنی کر کے کیونکر بیڑا پار ہو گا۔ عمر چندروزہ پر کیا غرور ہے، نجات اُخروی کا ساز و سامان کرنا پر ضرور ہے۔ دین کے کام

میں ضد اور ہٹ بہت بڑی بات ہے، دل سے حق کی تابع داری میں ہی نجات ہے۔ (۱)

اے خدائے کریم، رحمٰن، رحیم اس میری دلسوزی کی تحریر کوکسی کے غیظ وغضب کا ذریعہ نہ بنانا بلکہ دین اسلام کی صلاح اور فلاح کا سبب فرمانا۔ اس قدر میری عاجزی اور فروتنی پر بھی اگر شیعہ نہ مانیں اور اہل سنت کے مذہب کوحق نہ جانیں تو خدا کے لیے مجھ سے گالی گلوچ کا راستہ نہ چلیں اور خدا کی ناراضگی کے ڈھنگ پر مباحثہ نہ کریں بلکہ خدا کے ارشاد کے بموجب ہم سے مباہلہ کر لیں، اپنے بڑے بڑے مجتہدوں کو لے کر ایک میدان میں تشریف لائیں اور اس امت محمدی کے ذرّہ بے مقدار کو بھی بلائیں پھر قادر ذوالجلال سے دعا کر کے دیکھیں کہ کون سرور عالم ﷺ اور آپ کے اتباع کی برکت سے غالب اور سرخرو ہوتا ہے اور منصور ہوتا ہے اور کون مغلوب اور مقہور اور چکنا چور۔

وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ .

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ .

---

(۱) شیعہ ماتم میں بڑا اہتمام کر کے ثواب عظیم کے امیدوار ہوتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ حکم قرآنی یوں ہے: و لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون. دیکھو عوام شہداء کو مردہ کہنا زبان سے بحکم قرآن داخل بے ادبی ہے تو سید الشہداء کو مردہ کہنے سے قطع نظر یقیناً مردہ بنا دکھانا کس قدر ظلم اور بے ادبی ہے اور قرآن کے برخلاف چلنا ہے اور نیز یہ سخت بے صبری ہے اور قرآن میں عوام اور خواص کو صبر کے واسطہ اس قدر تاکیداً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تک پہنچا تا ہے بلکہ جہاد اور قیام لیل وغیرہ سب عبادات سے افضل ہے جب کہ تفسیر میر فتح اللہ شیرازی اور دوسری معتبرات شیعہ میں لکھا ہے مگر افسوس کہ ان سب کا عشر عشیر قرآن میں مذکور نہیں بلکہ متعہ کا رد قرآن میں کئی جگہ پر موجود ہے تفاسیر معتبرہ میں۔۔۔۔۔۔چار عورت کرنے کی ساری عمر میں اجازت ہے اور شیعہ کے یہاں ایک عورت کو ایک رات میں دس بارہ مرد سے خوشی کر لینی جائز ہے۔۱۲ منہ کان اللہ لہ

(☆) فی الحقیقت مقابلہ روافض وخوارج باہم نہایت مناسب ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کے مقتداؤں کو لعن طعن کر کے دل کا بخار نکالتے ہیں اور اہل سنت تو سب کو درجہ بدرجہ مانتے ہیں اور خدا کے دوست جانتے ہیں، قرآن مجید سے اپنے عقائد ثابت کر دکھاتے ہیں۔۔۔۔۔شیعہ کہتے ہیں کہ آیت انما ولیکم اللّٰہ و رسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ و یوتون الزکوۃ و ھم راکعون باتفاق سُنّی وشیعہ۔۔حق علی مرتضٰی نازل شدہ پس خلیفہ حق ہمیں ست وبس جواب ایں در تفاسیر مبسوطہ وغیرہ بخوبی مبسوطت و دریں جا ایں قدر کافیت کما در تفسیر ابوبکر نقاش۔

خاتمہ

اس میں ذکر اہل بیت کے مناقب اور فضائل کا قرآن وحدیث سے ہے۔ واضح رہے کہ آل اور اہل گھر کے لوگوں کو کہتے ہیں اور شریفوں اور بڑے لوگوں کے گھر والوں پر 'آل' کا لفظ بولا جاتا ہے جیسا کہ آل یٰسین، آل عمران، آل فرعون، اور اہل کا لفظ عام ہے سب پر اطلاق کیا جاتا ہے، شریف ہو یا وضیع اور آں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اہل بیت تین قسم ہیں :

(۱) ایک تو آپ کی اولاد امجاد مگر ان سب سے حضرت امامین اور فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہم بہت بزرگی اور کرامت سے مخصوص ہیں۔

(۲) دوسرے آپ کے گھر کے لوگ جن سے عرفاً وعادتاً ازواج مطہرات مراد رکھی جاتی ہیں۔

(۳) تیسرے آپ کے خاندانی یعنی بنی ہاشم جن کو مال زکوۃ کا لینا ناجائز ہے اور یہ پانچ گھرانے ہیں حضرت علی، جعفر، عقیل تینوں بھائیوں کی اولاد اور حضرت عباس اور حارث دونوں بھائیوں کی اولاد۔

اور حکیم ترمذی نوادر الاصول میں لکھتے ہیں کہ اہل بیت ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے گھر کے لوگ اور اولاد ظاہری سے مراد ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور دوسرے علما اور متقی لوگ جو یہ آپ کی اولاد معنوی ہیں اور جن میں یہ دونوں صفتیں جمع ہو کر نسبت دینی اور عینی مل جائیں تو یہ لوگ سب سے اول درجہ کے اہل بیت ہوں گے جیسے بعضے اولیا جو علم اور سیادت تقویٰ وولادت کے جامع ہیں ان کی تعظیم وتوقیر بہت لازم اور سخت واجب ہے۔ یہ اہل بیت کی تقسیم شیخ عبدالحق دہلوی نے مشکوۃ کی شرح میں لکھی ہے۔

اگرچہ سارے اہل بیت بڑے اونچے درجوں اور بلند مرتبوں پر فائز ہیں قرآن اور حدیث سے ان کی فضیلتیں بہت ہی ثابت ہیں لیکن چونکہ خارجی لوگ پنجتن پاک سے آنحضرت ﷺ کے سوا باقی کے چار بزرگوار کے حق میں بے ادبی اور گستاخی سے پیش آتے ہیں، اس لیے واجب پڑ گیا کہ کسی قدر ان حضرات کے فضائل اور مناقب قرآن اور احادیث سے لکھے جائیں اور اگر ان کے ضمن میں دوسرے اہل بیت لوگوں کا بھی ذکر آ جائے تو مضائقہ نہیں۔ قرآن اور حدیث ان بزرگوار

کے ذکر خیر سے پُر ہے مگر بطور مشتے نمونہ خروار چار آیت قرآنی اور پانچ حدیث کے لکھنے پر کفایت کی جاتی ہے۔

پہلی سورۃ احزاب بائیسویں سیپارے کے پہلے رکوع میں ہے :

اِنَّـمَـا يُـرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا

(سورۂ احزاب:۳۳/۳۳)

یعنی اللہ یہی چاہتا ہے کہ دُور کرے تم سے گندی باتیں اس گھر والوں سے اور سُتھرا کرے تم کو ایک سُتھرائی سے۔

صحیح مسلم اور دوسری صحاح میں حضرت صدیقہ معصومہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن سرور عالم ﷺ کالا کمبل اوڑھے ہوئے باہر تشریف لائے، پھر حضرت سبط اکبر امام حسن آئے آپ نے ان کو اس کمبل میں داخل کر لیا سبط اصغر حضرت امام حسین بھی آ کر اس میں داخل ہو گئے پھر سیدۃ النساء فاطمہ زہرا تشریف لائیں آپ نے اُن کو بھی اس میں داخل کر لیا پھر حضرت ابن عم رسول زوج بتول شیر خدا علی مرتضیٰ آئے آپ نے ان کو بھی اس کمبل میں داخل کر کے فرمایا :

اِنَّـمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا .

(سورۂ احزاب:۳۳/۳۳)

اللہ یہی چاہتا ہے کہ دُور کرے تم سے گندی باتیں اے اس گھر والو اور سُتھرا کرے تم کو خوب سُتھرائی سے۔

اور صحیح ترمذی و دیگر صحاح میں بھی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس آیت کے اُترنے سے پیچھے ان چاروں کو کمبل میں جگہ دی اور دعا کی :

اللّٰهم هؤلاء أهل بيتي فاذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهيرا .

بارخدایا یہ میرے گھر کے لوگ ہیں ان سے گندگی اور پلیدی دُور کر اور خوب سُتھرا فرما۔

اس پر حضرت اُم المومنین اُم سلمہ نے عرض کی کہ مجھے بھی اس میں شریک کیجیے تب آپ نے فرمایا :

انت علی خیر و انت علی مکانک .

تم تو مع الخیر اپنے مرتبہ پر ہو۔

یعنی تمہارے حق میں تو یہ آیت ہی نازل ہوئی ہے۔ پس اس حدیث اور اس آیت کے ماقبل اور مابعد کے لحاظ سے ثابت ہے کہ یہ ازواج مطہرات کے حق میں اُتری تھی کیونکہ اس کے ماقبل اور مابعد میں ازواج مطہرات کو ہی خطاب ہے مگر خواجہ ہر دوسرا علیہ التحیہ والثناء نے ان چار بزرگوار کو بھی بروے کمال شفقت و تمام رحمت اپنی دعاے مستجاب کے ذریعہ سے اس وعدہ الٰہی میں داخل فرمایا۔

اور محققین اہل سنت بھی اس کے قائل ہیں کہ یہ آیت ہر چند ازواج مطہرات کے حق میں اُتری ہے مگر اس قاعدے '**العزۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب**' کے رو سے کہ عمومی لفظ کا اعتبار کیا جاتا ہے اور خصوص سبب پر مدار نہیں ہوتا یہ حکم طہارت کا ساری اہل بیت کے حق میں شامل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی کمال خصوصیت کی نظر سے ان کو اپنی دعا سے مخصوص فرمایا(۱) اور آپ نے جب خصوصیت اس حکم کے قرینے ازواج مطہرات سے معلوم کیے تو اس سے اندیشہ فرمایا کہ مبادا ازواج مطہرات سے ہی خاص ہو جائیں اور ایسا معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت عباس اور ان کے فرزندوں سے بھی صحت کو پہنچا ہے جیسا کہ بیہقی نے روایت کی:

یا رب هذا عمی وصنوأبی هولاء أهل بیتی استرهم من النار کستري إیاهم بملاء تی هذه .(۲)

---

(۱) دلائل النبوۃ بیہقی: ۲۱۸/۶ حدیث: ۲۳۲۲...... معجم کبیر طبرانی: ۱۶۴/۱۴ حدیث: ۱۵۹۲۷۔

(۲) شیعہ آیت تطہیر کو مخصوص ان چار بزرگ وار سے کرتے ہیں بدلیل ان احادیث کے اور قرآنی قرینوں کی طرف لحاظ نہیں کرتے اور ضمیر مذکر سے ازواج مطہرات خارج جانتے ہیں۔ یہ محض غلط فہمی ہے اصطلاح قرآن سے کیونکہ قرآن میں جہاں اہل بیت کسی نبی کا ذکر ہے تو لقب اس نبی کو داخل کر کے بطریق ان کے گھر والوں کو ضمیر مذکر یاد کیا ہے جیسا کہ ''**واتوا تعجبین من امر اللّٰہ رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ علیکم اھل البیت**'' اس میں حضرت سارا کو خطاب ہے اور اہل بیت میں حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کو داخل کر کے ضمیر مذکر مخاطب سے یاد فرمایا ہے پس ایسا ہی آیت تطہیر میں ارشاد ہے۔ ۱۲ منہ کان اللہ لہ

آپ نے ایک دن اپنے چچا عباس اور ان کے فرزندوں کو اپنی چادر مبارک میں لے کر دعا کی کہ اے میرے پروردگار! یہ میرا چچا اور میرے باپ کی جزو ہے اور یہ لوگ میری اہل بیت ہیں ان کو دوزخ کی آگ سے چھپایئے۔ جیسا کہ میں نے اِن کو اپنی چادر سے چھپایا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ آپ کی اس استدعا پر اس گھر کی دہلیز اور دیواریں آمین آمین پکار رہی تھیں اور اس حدیث کو ابن ماجہ اور دوسرے محدثوں نے بھی کئی طریقوں سے باب علامات نبوت میں روایت کیا ہے۔ الغرض! قرآن اور احادیث سے ثابت ہوگیا کہ حضرت علی اور حسنین اور فاطمہ خصوصاً اور دوسرے اہل بیت کی بزرگوار عموماً پاک اور جنتی ہیں۔ رضی اللہ عنہم

دوسری آیت سورہ آل عمران تیسرے سیپارہ کے چوتھے پاؤ کے ابتداء میں ہے :

فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَ کَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَ اَبْنَآءَ کُمْ وَ نِسَآءَ نَا وَ نِسَآءَ کُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ . (سورۂ آل عمران:۶۱/۳)

یعنی پھر جو جھگڑا کرے تجھ سے اس بات میں بعد اُس کے کہ پہنچ چکا تجھ کو علم تو تُو کہہ کہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان پھر دعا کریں اور لعنت ڈالیں اللہ کے جھوٹوں پر۔

صحیح مسلم اور دوسری صحاح میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس آیت کے اُترنے سے پیچھے علی اور فاطمہ اور حسنین کو بلایا اور کہا بار خدایا یہ میرے اہل بیت ہیں۔

پس قرآن اور حدیث سے نہایت درجہ کی بزرگی اور فضیلت ان چاروں کی ثابت ہوگئی اس وجہ سے کہ آپ نے جب ان چاروں کو اپنے ہم راہ لے جانے کے واسطے خاص فرمایا تو اس میں بے شک ثابت ہوا کہ ان کا معاملہ دو بات سے خالی نہیں تھا یا تو حضور کو یہ سب سے بڑھ کر عزیز تھے کہ ان کو مباہلہ کے موقع پر خاص کیا جہاں بہ حسب ظاہر موت کا خطرہ بھی تھا اور مخالفوں کو اپنی نبوت کے حق ہونے اور اپنے دعویٰ کی کمال تصدیق پر یقین کرایا کیونکہ جب تک کسی دانش مند کو اپنی راستی کا یقین نہیں ہو لیتا تب تک اپنے آپ اور اپنے خویشوں اور عزیزوں کو ہلاکت اور موت میں نہیں ڈالتا

اوران پر قسمیں نہیں کھاتا۔ اکثر اہل سنت کا مختار یہی قول ہے۔

پس جب ثابت ہوا کہ یہ چاروں بزرگ وار آنحضرت ﷺ کے نزدیک بہت عزیز تھے اور یہ بھی ظاہر بات ہے کہ انبیا علیہم السلام محبت اور بغض نفسانی سے پاک ہوتے ہیں تو آپ کی محبت ان سے بہ سبب ان کے کمالِ دین داری اور پرہیزگاری کے تھی تو ان کی دوستی کمال ایمان اور ان سے دشمنی ایمان کا زوال ہے۔ اور دوسری وجہ مباہلہ میں ان کے خاص کرنے کو یہ ہوسکتی ہے کہ آپ جب کفار پر بددعا فرمائیں اور یہ بزرگ وار آمین کہہ کر ہاتھ اُٹھائیں تو اس ہیئت مجموعی سے دعا جلد تر قبول ہو جائے، غیب سے تاثیر احادیث بہت شتاب نظر آئے۔

پس اس صورت میں بھی ان کے کمال فضیلت اور نہایت بزرگی ہوئی جیسا کہ کئی معتبر تفسیروں میں یوں ہی لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مباہلہ کرنے کو جانے کے وقت میں حضرت امام حسین کو گود میں اُٹھا لیا اور حضرت امام حسن کا ہاتھ پکڑا اور حضرت فاطمہ زہرا کو پیچھے لگا لیا اور حضرت علی کو بھی ہم راہ کیا اور فرمایا کہ میں جب دعا کروں گا تو تم سب آمین کہنا۔

پس جب آپ مکان معہود پر پہنچے تو نجران کے نصاری کا سردار جن سے مباہلہ کرنے کا اقرار تھا اپنی قوم سے بولا صاحبو! اِن بزرگوں سے ہرگز مباہلہ اور مقابلہ نہ کرنا اور خلاف کے میدان میں قدم نہ دھرنا، کیوں کہ میں ان کو خدا کے ایسے مقبول دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ خدا سے دعا اور التجا کریں تو ان کے کہنے پر خدا پہاڑ کو اُکھاڑ دے گا تو جب تم اُن سے مباہلہ کرو گے تو بے شک تم سے ایک بھی روے زمین پر زندہ نہ رہے گا پس نصاری مباہلہ کرنے سے باز آئے اور صلح مغلوبانہ کر کے دو ہزار پوشاک اور تیس زرّہ سالانہ جزیہ دینا مقرر کر گئے۔ تیسری آیت سورۃ دھر اُنتیسویں سیپارہ کے چوتھے پاؤ میں ہے :

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ يَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لاَ نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لاَ شُكُوْرًا اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا فَوَقَاهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا وَ جَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لاَ يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّ لاَ زَمْهَرِيْرًا . (سورۂ انسان:۶/۷تا۱۳)

> یعنی پورے کرتے ہیں منت اور ڈرتے ہیں اُس دن سے کہ اس کی برائی پھیل پڑے گی اور کھلاتے ہیں کھانا باوصف یہ کہ خود محتاج ہیں اس کے محتاج کو اور بن باپ کے لڑکے کو اور قیدی کو پھر کہتے ہیں ہم جو تم کو کھلاتے ہیں نری اللہ کی خوشی حاصل کرنے کو نہ تم سے ہم بدلہ چاہیں اور نہ شکر گذاری ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے ایک دن اُداس کی سختی سے پھر بچایا اُن کو اللہ نے بُرائی اُس دن کی سے اور ملائی اُن کو تازگی اور خوشی اور بدلا دیا اُن کو اس پر کہ وہ صبر کرتے رہے باغ اور ریشمی کپڑے تکیہ لگائے بیٹھیں اُس میں تختوں پر نہیں دیکھتے وہاں دُھوپ اور نہ جاڑا۔ ☆

تفسیر مدارک اور بیضاوی اور معالم التنزیل اور حسینی میں لکھا ہے کہ یہ آیتیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہیں، اور امام فخر الدین رازی نے بھی تفسیر کبیر میں امام واحدی کی کتاب البسیط سے ایسا ہی لکھا ہے اور پھر اسی تفسیر کبیر میں تفسیر کشاف سے بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا قصہ نقل کیا ہے اور وہی قصہ مفتی الثقلین علامہ ابوالسعود حنفی بھی اپنی تفسیر میں لایا ہے اور مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں اس کا ترجمہ یوں فرمایا ہے چنانچہ بستان تفاسیر ترجمہ اُردو تفسیر عزیزی کی عبارت نقل کرتا ہوں :

> واحدی اور دوسری تفسیروں میں مذکور ہے کہ حضرت حسنین رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ بیمار ہوئے، سو رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کی عیادت اور بیمار پرسی کے واسطے تشریف فرما ہوئے اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام بھی بہت آئے ان میں سے ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہارے فرزندوں کو سخت بیماری ہے

(☆) شیعہ کہتے ہیں کہ مراد **الـقـنـا** سے آیت مباہلہ میں علی ہیں پس وہ برابر آں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اور سب دوسروں سے برتر ہیں۔ اہل سنت جواب دیتے ہیں کہ حضرت ابناء نا میں داخل ہیں کیونکہ عرب داماد کو بیٹا بولتے ہیں اور اگر مانا جائے کہ **الـقـنـا** میں داخل ہیں تو برابری جمیع صفات ہرگز متصور نہیں جیسا کہ تفصیل اس کی تحفہ اثنا عشریہ وغیرہ تفاسیر معتبرہ میں موجود ہے۔ شیعہ برابر سے بھی بڑھا دکھاتے ہیں۔ دیکھو اذانوں میں **اشھد ان محمد رسول اللّٰہ** کہہ کر **اشھد ان امیر المومنین و امام المتقین علیا ولی اللّٰہ و وصی رسول اللّٰہ** وغیرہ بڑھاتے اور ترک ادب نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے نہیں شرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عقل سلیم اور امر حق کی تسلیم بخشے اور افراط و تفریط سے بچائے۔ ۱۲ منہ کان اللہ له

تم کو چاہیے کہ حق تعالیٰ کی نذر اپنے اوپر مقرر کرو، حضرت علی نے کہا کہ میں تین روزے خدا کے واسطے اپنے اوپر نذر مقرر کئے حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے بھی یہی تین روزے نذر مانی آپ کی لونڈی جس کا فضہ نام تھا اس نے بھی تین روزے نذر مقرر کئے پھر حق تعالیٰ نے اپنے کرم اور فضل سے دونوں صاحب زادوں کو شفا دی تو تینوں شخص موافق نذر مقرری کے روزے دار ہوئے اُس دن گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ شمعون خیبری غلہ فروش یہودی کے پاس تشریف لے گئے اور کچھ قرض اُس سے مانگا اُس نے اسلام کی عداوت کے سبب سے قرض دینے میں تامل کیا آخر کو بڑی تکرار اور فہمائش سے بارہ سیر جَو آپ کو قرض دیے آپ نے گھر میں لا کر دیے۔ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے اُس میں سے چار سیر جَو چکی میں پیسے اور لونڈی نے گھر کے آدمیوں کی گنتی کے برابر پانچ روٹیاں پکا کر تیار کیں پھر افطار کے وقت وہی پانچ روٹیاں لا کر ان سب حضرات کے سامنے رکھیں اُنہوں نے چاہا کہ اس میں سے لقمہ توڑ کے منہ میں ڈالیں اتنے میں دروازے پر ایک فقیر نے آ کر سوال کیا اور کہا کہ حق تعالیٰ کا سلام تم پر ہو اے اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم! ایک فقیر مسلمان تمہارے دروازے پر آیا ہے اور اس کے گھر میں پانچ آدمی ہیں کچھ اس کو کھلاؤ حق تعالیٰ تم کو جنت کے خوانوں سے کھلائے گا۔ ان پانچوں حضرات نے پانچوں روٹیاں اس فقیر سائل کے حوالہ کر دیں اور آپ سب پانی پی کر سو رہے اور پھر صبح کو روزہ رکھا اور اسی طرح اس دن بھی چار سیر جَو پیس کر پانچ روٹیاں پکائیں افطار کے وقت ایک یتیم آیا اُس کو وہ روٹیاں دے دیں تیسرے دن پھر اتنے جَو پیس کر پانچ روٹیاں پکائیں افطار کے وقت ایک قیدی آیا اُس کے حوالے کیں۔ چوتھے دن صبح کو جو اُٹھے تو بھوک کی شدت سے طاقت چلنے کی نہ تھی اور مرغ کے چوزہ کی طرح بدن کانپتا تھا اُس دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو دیکھنے کو جو تشریف لائے یہ حالت سب کی دیکھ کر آپ کو بہت بیتابی ہوئی پوچھا کہ میری بیٹی فاطمہ کہاں ہے؟ حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم! اپنے مصلے پر نماز میں مشغول ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لے گئے دیکھا کہ پیٹ پیٹھ سے لگا ہے اور آنکھیں اندر کو گھس گئی ہیں یہ حالت دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو جاری ہوئے اُسی وقت حضرت جبرئیل علی نبینا وعلیہ السلام یہ سورت لے کر نازل ہوئے اور کہا کہ لوا ے پیغمبر اس سورت کو تم اور تمہاری اہل بیت کو مبارک ہو اور یہ آیتیں پڑھ کے سنائیں پھر بعد اُس کے حضرت رب العزت نے ظاہری فتوح عنایت کی اور پھر کبھی ایسے فقر کی شدت میں مبتلا نہ ہوئے۔ کہتے ہیں کہ ان تینوں دنوں میں فقیر اور یتیم اور اسیر کی شکل بنا کے حضرت جبرئیل آئے تھے اہل بیت کے صبر کے امتحان کے واسطے۔ اسی جگہ سے کہا ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے دنیا کے ملک کو اپنی سناں یعنی نیزہ کے جہاد سے لیا اور ملک عقبی کو سہ نان یعنی تین روٹی سے خرید کیا۔ یہاں تک عبارت بستان تفاسیر کی ہے۔(۱)

اب ان آیات سے اُن حضرات کی کمال دین داری اور پرہیزگاری اور صبر اور شکر اور مقبولیت بارگاہ رب العزت ثابت ہوئی۔ پس ان کے دوستوں کے اور ثنا خوانوں کے لیے نعیم ہیں اور ان کے دشمنوں اور بدگوؤں کے واسطے نار جحیم۔ چوتھی آیت سورہ حٰم شوریٰ جو پچیسویں سیپارہ کے پہلے پاؤ کے آخر میں ہے :

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی . (سورۂ شوریٰ:۴۲/۲۳)

یعنی تُو کہہ نہیں مانگتا ہوں تم سے اس پر یعنی قرآن کے پہنچانے پر کچھ بدلا مگر دوستی قرابت میں۔

---

(۱) چونکہ نذر تین شخص نے مقرر کر کے وفا کی تھی اس لیے قرآن مجید میں جمع کے صیغے آئے مگر ان سب سے سابق جو حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اس لیے آپ اس کے شان نزول قرار دیے گئے اور آیت ’و لا یاتل اولوا الفضل‘ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے اس میں الفاظ جمع بطور تعظیم ہیں کیونکہ انفاق بعض صحابہ سے سوائے ان حضرت کے کسی دوسرے قسم نہیں کھائی تھی۔ پس وہاں پر واحد کو جمع سے تعبیر کرنا تعظیم کے روسے ہے۔ کما مر فی الباب الاول۔ ۱۲ منہ کان اللہ لہ

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لائے ہیں کہ قرابتی جن سے مسلمانوں کو دوستی کرنی واجب ہے وہ لوگ ہیں جن سے آں حضرت ﷺ کی قرابت ہو اور بہت سی مشہور اور معتبر تفسیروں میں جیسا کہ تفسیر کبیر اور تفسیر مفتی الثقلین علامہ ابوالسعود اور تفسیر کشاف اور تفسیر بیضاوی وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس آیت کے اُترنے سے پیچھے صحابہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پوچھا کہ حضور آپ کے قرابتوں سے وہ کون لوگ ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ علی اور فاطمہ اور حسنین ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے :

> اس حدیث کو امام احمد حنبل اور طبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے مگر اکثر محدثوں نے اس حدیث کو اس وجہ سے ضعیف جانا ہے کہ سورۂ شوریٰ جس میں یہ آیت مکہ میں اُتری تھی اور وہاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جناب مرتضٰی سے نکاح نہیں ہوا تھا اور نہ حسنین پیدا ہوئے تھے۔ پس اس کی توجیہ محدثین محققین یوں کرتے ہیں کہ اس حدیث میں آپ نے غالباً ''اھل بیتی'' فرمایا ہوگا وہ شیعہ جو اس کی سند میں راوی ہے اُس نے روایت بالمعنی کر کے اہل بیت کو ان چار بزرگ وار میں حصہ کر دیا اور یہ بات جھوٹ نہیں اور نہ وہ راوی محدثوں کے نزدیک جھوٹا ہے۔ یہاں تک ترجمہ ہے خلاصہ عبارت تحفہ کا۔

اور اس آیت میں بعض مفسروں نے اعتراض کیا ہے کہ تبلیغ احکام الٰہی پر آپ نے اُجرت کیوں مانگی، حالانکہ قرآن میں سارے نبیوں کے قصوں میں یہی آیا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم تم سے اجر نہیں مانگتے، ہم کو اجر خدا دے گا اور آنحضرت ﷺ تو سب کے سردار تھے، نیز آپ نے بھی اجر کے مانگنے سے دوسری آیتوں میں انکار کیا ہے جیسا کہ

قُلْ مَا سَئَلْتُكُمْ مِنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ . -اور- **قُلْ مَا سَئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ .**

یعنی جو میں نے تم سے اجر مانگا ہے وہ تم ہی لے لو۔

پس اس آیت میں اجر کے مانگنے کی کیا وجہ ہے؟۔ تو اس کا جواب یوں دیا ہے کہ بیشک تبلیغ

احکام اور رسالت پر اجر کا مانگنا ناجائز ہے۔ اس لیے سارے نبیوں نے اس سے انکار کیا ہے اور اس آیت میں جو اِلَّا الْمَودَّ ۃَ فِی القُربٰی فرمایا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دوستی کا قرابت میں سوال کرنا اجر کے طور پر نہیں ہے بلکہ چونکہ سارے مؤمنوں میں دوستی ہونی ضروری بات ہے جیسا کہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے تو خدا کے مقبولوں سے دوستی کرنی بہت ضروری ہوئی، پس اس کا مانگنا اجر میں داخل نہ ہوا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ یہ استثنا منقطع ہے قُل لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْراً کلام تمام ہوگئی۔ قرابت کی دوستی کے یاد دلانے کو اِلَّا الْمُوَدَّۃَ فِی الْقُربٰی فرمادیا تو لفظوں کی رو سے اَجر پایا جاتا ہے اور درحقیقت اجر نہیں ہے جیسا کہ تفسیر کبیر وغیرہ میں اس کی مفصل تحقیق موجود ہے۔ پس ان آیت مذکورہ بالا کے حکم سے فرقہ ناجیہ اہل سنت سارے اہل بیت نبوی سے عموماً اور چار بزرگ وار سے خصوصاً دوستی کرنی اور تعظیم سے پیش آنا واجب جانتے اور فرض مانتے ہیں۔

تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ بیہقی اور ابوالشیخ اور دیلمی آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

لا یومن احد حتی اکون احب الیه من نفسه و یکون عترتی احب الیه من نفسه.(۱)

کوئی کافی ایمان دار نہیں ہوتا ہے جب تک میں اُس کو اُس کی جان سے محبوب تر نہ ہوں اور میری اہل بیت بھی اس کو اپنی جان سے محبوب تر نہ ہوں۔

اور شیخ بہاؤالدین عطاملی سے یہ اشعار عربی نقل کیے ہیں ؎

فلا تعدل بأهل البيت خلقا
فأهل البيت هم أهل السعادة

فبغضهم من الإنسان خسر
حقيقي وحبهم عبـــــــادة

---

(۱) شعب الایمان بیہقی: ۳۶/۴ حدیث: ۱۴۷۸..... معجم اوسط طبرانی: ۳۰/۱۳ حدیث: ۵۹۵۲۔

جن کا ترجمہ یہ ہے: اہل بیت کے ساتھ خلقت سے کسی کو برابر نہ کر، کیونکہ یہ لوگ ایسے سعادت مند ہیں کہ جس نے ان سے دشمنی کی اُس کا سخت نقصان اور کمال زیاں ہوا اوران کی محبت تو عبادت ہے ہی۔

پھراسی کشکول میں حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ سے یوں نقل کیا ہے کہ یہ فرماتے تھے:

من امن بمحمد ولم يؤمن بأهل بيته فليس بمؤمن .

جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مانا اور آپ کے اہل بیت کی قدر ومنزلت کو نہ پہچانا تو وہ کامل الایمان اورسچا مسلمان نہیں ہے۔

اوراہل سنت کے مجتہد اور مشائخ طریقت جس قدر کہ اہل بیت نبوت سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں اُس کا تھوڑا سا بیان اس رسالہ کے تیسرے باب میں مذکور ہو چکا ہے اورامام شافعی علیہ الرحمۃ سے اہل بیت کی محبت میں بہت اشعار عربی منقول ہیں ؎

يا أهل بيت رسول الله حبكم
فرض من الله فی القرآن أنزله

يكفيكم من عظيم الفخر أنكم
من لم يصل عليكم لا صلوٰة له

یعنی فرماتے ہیں اے رسول مقبول کے گھر والو! تمہاری محبت سب پر فرض ہے کیونکہ قرآن میں یہی فرمان ہے اورتم کوکمال فخر سے اتنا ہی کافی ہے کہ جب تک مسلمان نماز میں تم پر درود نہ بھیجے تو اس کی نماز ادا نہیں ہوتی۔

اورامام شافعی کا یہی مذہب ہے کہ نماز میں ایسا درود پڑھنا فرض ہے جس میں آل کا ذکر بھی ہو۔ اور یہ بھی ان کے اس شعر کا مضمون ہے ؎

الام الام و حتی متی   اعاتب فی حب هذا الفتی
فهل زوجت فاطمته غيره   و فی غيره هل اتی هل اتی

میں کہاں تک حضرت مرتضیٰ کی محبت میں ملامت اورعتاب کیا جاؤں، کیا لوگ نہیں

جانتے کہ حضرت فاطمہ کا شوہر کون تھا اور سورۃ ھل اتٰی کس کی شان میں اُتری ہے۔

اور یہ بھی اُن کے شعر کا مطلب ہے ؎

قالوا ترفضت قلت کلا
ما الرفض دینی و لا اعتقادی
لکن توالیت من غیر شک
خیر امام و خیر هاد
ان کان حب الوصی رفضا
فانی أرفض العباد

لوگ کہتے ہیں تو رافضی ہے میں جواب دیتا ہوں کہ رافضی ہونا ہرگز ہرگز میرا دین اور عقیدہ نہیں ہے، لیکن بے شک میں نے دوست پکڑا اچھے پیشوا اور بہتر رہنما کو، اگر یہ محبت ہی رفض ہے تو بے شک میں سب سے بڑھ کر رافضی ہوں۔

اور یہ بھی ان کے شعر کے معنی ہیں ؎

إن کان رفضا حب آل محمد
فلیشهد الثقلان انی أرفض

اگر خواجہ ہر دوسرا علیہ الصلوٰۃ والثناء کے اہل بیت کی محبت کا نام رفض ہو تو سب بنی آدم اور جن گواہ رہیں اس پر کہ بلا شبہ میں سب سے بڑھ کر رافضی ہوں۔(۱)

اور یہ بھی ان کے شعر کی مراد ہے ؎

إذا فتشوا قلبی اصابوا به
سطرین قد خطا بلا کاتب

---

(۱) یعنی اہل بیت کی محبت رفض نہیں سو ہمارا نصیب ہے بلکہ لعن وطعن صحابہ کبار کا نام رفض ہے سو ہم اس سے بیزار ہیں اور اس بداعتقاد سے جان و دل سے دست بردار ہیں، اہل بیت اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے فرماں بردار ہیں۔۱۲ منہ کان اللہ لہ

العلم والتوحید فی جانب
وحب أهل بیت فی جانب

جب لوگ میرے دل کو چاک کرائیں گے تو غیب سے اُس میں دو سطریں لکھی ہوئی پائیں گے ایک طرف تو علم اور ایمان کی سطر ہو گی اور دوسری طرف اہل بیت کی محبت سر بسر ہو گی۔

اور نہایت اخلاص اہل بیت کی نشانی ہے کہ ہمیشہ علماے اہل سنت خارجیوں کے ساتھ مقابلے کرتے اور اُن کے ہذیانات اور واہیات کے جواب دیتے رہے اور اس باب میں یہاں تک اُن کی بے ادبیوں سے تنگ آئے کہ اُن کی دعاے ہلاک کے واسطے ہاتھ اُٹھائے جیسا کہ کثیر غرہ شاعر مشہور معروف نے اُن خدا کے دشمنوں کے مقابلہ میں ناچار شعری مضمون سے گزر کر نوبت لعنت اور بد دعا تک پہنچا دی چنانچہ اس کا شعر مشہور ہے ؎

لعن الله من یسبّ حسینا   و اخـاه من سوقة و إمام
و رمی الله من سیّب علیا   بصـدام و اولـق و جذام

خدا اپنی رحمت سے محروم رکھے اُس کو جو امامین کو بُرا کہے اور کچھ پروا نہیں اُس سے کہ وہ بدگور عایا سے ہو یا سردار اور ہلاک کرے خدا اُس کو جو علی مرتضیٰ کو بُرا کہتا ہے صدمہ اور پھسلنے اور مرض جذام سے۔

یہاں تک مختصر بیان ہے اہل سنت کی محبت اور فرط عقیدت کا حضرات اہل بیت سے۔ اب تھوڑا سا ذکر ان کی محبت کا صحابہ کبار خصوصاً چہار یار سے بھی سُن لیجیے۔ اگر نجات اُخروی منظور ہے تو ان کا ہی مذہب اختیار کیجیے، اگر چہ اُو پر قرآن سے مدائح اور مناقب چہار یار کبار کے بہت لکھے گئے مگر تبرکاً یہاں بھی کچھ لکھتا ہوں۔

حافظ ابو طاہر سلفی کتاب المشیخت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے لائے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے :

حب أبی بكر و شكره واجب علی كل أمتي .

محبت اور شکر گزاری ابو بکر صدیق میری تمام اُمت پر واجب ہے۔

اور ابن عساکر نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت کی ہے اور دوسرے طریق سے حضرت سہل بن سعد ساعدی سے لائے ہیں اور حافظ عمر بن محمد خضر مُلا اپنی کتاب سیرۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے لائے ہیں کہ آپ نے فرمایا :

إن اللّٰه تعالى فرض عليكم حب ابى بكر و عمر و عثمان و على كما فرض عليكم الصلوة و الزكوة و الصوم و الحج .

تحقیق اللہ تعالیٰ نے تم سب پر ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی کی محبت فرض کر دی ہے جیسا کہ نماز پنج وقتی اور زکوٰۃ اور روزہ اور حج فرض کیا ہے۔

اور ابن عدی بروایت حضرت انس آنحضرت ﷺ سے لائے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

حب أبى بكر و عمر إيمان و بغضهما نفاق .

ابوبکر اور عمر کی محبت اور دوستی ایمان ہے اور ان کی دشمنی نفاق یعنی سبب عذاب جاوداں ہے۔

اور ابن عساکر نے بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا :

حب أبى بكر و عمر إيمان و بغضهما كفر .

ابوبکر اور عمر کی محبت ایمان سے ہے اور ان سے دشمنی وعداوت کفر ہے۔

اور ترمذی لکھتے ہیں:

اتى بجنازة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يصل عليه و قال انه كان يبغض عثمان فأبغضه الله .

حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جناب میں ایک جنازہ حاضر کیا گیا آپ نے اس پر نماز نہ پڑھی اور اس کا سبب یہ ارشاد کیا کہ یہ شخص عثمان کا دشمن تھا پس خدا اس کا دشمن بن گیا۔ یعنی اس لیے یہ راندۂ درگاہ ٹھہرا۔

اوپر کی یہ حدیثیں اور اشعار تحفہ اثنا عشریہ سے نقل کیے گئے ہیں اور حضرت امام ربانی مجدد

الف ثانی رسالہ ردروافض میں جو اُن کے مکتوبات شریف کو شامل ہے، ابن عساکر سے حدیث اس باب میں نقل فرماتے ہیں :

> **و عن انس مرفوعا انی لارجو لامتی فی حبهم لابی بکر و عمر ما ارجوبهم فی قول لا اله الا اللّٰه .**
>
> حضرت انس آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا بے شک میں امیدوار ہوں اپنی امت کے واسطے کہ ابوبکر اور عمر کی دوستی کی جزا میں وہ نجات اور ثواب بے حساب اور حسنات حاصل کریں گے جو کلمہ طیبہ کو پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں۔

حاصل کلام کا یہ ہے کہ حضرت حق جل وعلا اور اُس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جیسا کہ سب مسلمانوں پر اہل بیت کی محبت واجب اور لازم فرمائی ہے ویسا ہی چہار یار کبار کی محبت اور متابعت فرض بتائی ہے۔ پس مبارک پر مبارک ہے اہل سنت کے لیے جو محبت اور متابعت اہل بیت کو کمال ایمان کا ذریعہ اور دونوں جہان کی نجات کو وسیلہ جانتے ہیں اور دوستی اور پیروی خلفاے راشدین کو بھی سر آنکھوں پر رکھ کر اُس کو تعویذ سلامت ایمان اور حرز جان مانتے ہیں، برخلاف شیعہ اور خارجیوں کے کہ ان دونوں فرقوں نے افراط اور تفریط کو مدنظر کر کے حق کو پس پشت ڈالا اور قرآن اور حدیث کے مخالف اپنا مذہب نکالا۔

پس خداے رحیم کی خوشی اور رسول کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی رضامندی میانہ روی اور صراط مستقیم کی اتباع میں منحصر ہے جو بفضلہٖ اہل سنت کے نصیب ہوئی۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِي هَدانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِ يَ لَو لَا اَنْ هَدانَا اللّٰه .**

اب اہل بیت سلام اللہ علیہم کے مناقب کی آیتوں کے لکھنے سے فراغت ہوگئی اور وہ شبہے جو ان آیتوں پر خارجی لوگ کر کے حضرات اہل بیت کی شان کو بٹا لگاتے ہیں شیعہ لوگوں کے شبہوں (جو مناقب صحابہ پر کرتے ہیں) کی طرح واہی تباہی اور محض ہٹ دھرمی ہیں۔ اس پر بھی اہل سنت کے علما نے خدا تعالیٰ ان کو جزاے خیر عطا فرمائے اور اُن کی شوکت بڑھائے مثل امام قرطبی اور دوسرے اکابر کی- جنہوں نے شام اور مغرب کے خارجیوں سے مناظرے کر کے جواب دندان

شکن دیے ہیں اور آخرت کے ذخیرے جمع کیے ہیں، اس لیے اس مختصر تحریر میں اُن کے رد و جواب کی تسطیر کو ضروری نہ جان کر احادیث فضیلت شان اہل بیت لکھتا ہوں:

پہلی حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دوسری صحاح میں حضرت سہل بن سعد کی روایت سے آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خیبر کے محاصرے کے دن یوں فرمایا:

> **لأعطين هذه الرأية غدا رجلا يفتح اللّٰه على يديه يحب اللّٰه و رسوله و يحبه اللّٰه و رسوله.**(۱)
>
> یہ اسلام کا جھنڈا میں کل [کے] دن اُس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر خدا تعالیٰ اس قلعہ کی فتح کرے گا وہ دل سے خدا اور اس کے رسول مختار کا دوست دار ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مقبول اس کو دوست رکھتے ہیں۔

پس دوسرے دن صبح کو صحابہ حضور میں حاضر ہوئے اس امید پر کہ جھنڈے کے لینے سے ممتاز ہوں۔ حضور انور ﷺ نے حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا کہ کہاں ہیں؟ صحابہ نے عرض کی کہ ان کے دیدہ رمد رسیدہ ہیں، اس لیے حضور سے پوشیدہ ہیں۔ حضور نے ان کو بلایا اور لعابِ دہن مبارک ان کی آنکھوں پر لگایا۔ پس ایسا ہوا کہ آنکھیں کبھی بھی دُکھنے نہیں آئی تھیں، تب وہ جھنڈا اُن کو دیا۔

تب شیرِ خدا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خیبر والوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں حکم ہوا کہ اپنی نرمی سے جاؤ اُن کے میدان میں اُتارا فرماؤ پھر اُن کو اسلام کی طرف بلاؤ اور خدا کے حق اور واجبات جو اُن پر ہیں اُن کو جتلاؤ، خدا کی قسم ہے کہ اگر تمہارے سبب سے کوئی ہدایت پائے، بُھولا ہوا راستی پر آئے تو اس سے بہت بہتر ہو گا کہ دنیا کا بیش قیمت مال تمہارے ہاتھ لگ جائے۔ بخاری کی شروح وغیرہ میں ایسا ہی لکھا ہے۔

اب اس حدیث صحیح سے صریح ثابت ہو گیا کہ حضرت مرتضیٰ اُن لوگوں میں سے ہیں جو خدا اور رسول سے دوستی کرنے والے اور ان کے پیارے ہیں۔

---

(۱) صحیح بخاری: ۱۹۸/۱۰ حدیث: ۲۷۸۷...... صحیح مسلم: ۱۳۱/۱۲ حدیث: ۴۴۲۲۔

دوسری حدیث سنن ترمذی اور مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت زید بن ارقم کی روایت سے آیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے :

من كنت مولاه فعلي مولاه .(۱)

جس کا میں دوست اور پیارا ہوں علی بھی اس کا دوست اور پیارا ہے۔

اور امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں حضرت براء بن عازب اور زید بن ارقم سے لائے ہیں کہ خواجہ ہر دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب غدیر خم میں فروکش ہوئے تو شیر خدا کا ہاتھ پکڑ کے صحابہ سے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں تم سب کی جانوں سے محبت کے واسطے بہتر ہوں؟

صحابہ نے عرض کی ہاں ضرور، حضور ہماری جانوں سے بڑھ کر محبت کرنے کے لائق اور فائق ہیں، پھر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کی جان سے محبت کے لیے بہتر ہوں صحابہ نے اس کی بھی تصدیق کی تب فرمایا :

اللّٰهم من كنت مولاه فعلي مولاه .

بارخدایا جس مومن کا میں مولیٰ (یعنی صاحب اور پیارا ہوں) تو علی بھی اس کا صاحب اور پیارا ہے۔(۲)

بارخدایا دوستی کر اُس سے جو علی سے دوستی کرتا ہے اور دشمن ہو اس کا جو علی سے دشمنی رکھتا ہے۔ اس معاملہ کے پیچھے حضرت عمر فاروق جناب مولا علی سے ملے اور کہا مبارک ہو تجھ کو اے ابن ابو طالب! کہ تو ہمیشہ کے واسطے سب اہل اسلام کا مولی ہو گیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مشکوٰۃ کی شرح میں یہ لکھا ہے :

---

(۱) سنن ترمذی:۱۷۵/۱۲ حدیث:۳۶۴۶......سنن ابن ماجہ:۱۳۴/۱ حدیث:۱۱۸۔

(۲) اس حدیث سے جو شیعہ حضرت امیر کی خلافت بلا واسطہ ثابت کرتے، نیز حدیث ’انت من بمنزلة هارون من موسیٰ‘ سے ظاہر کرتے ہیں، سو وہ برخلاف الفاظ حدیث وشان نزول حدیث ہے۔ ان حدیثوں سے مقصود بیان علوشان واطمینان حضرت امیر رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا جیسا کہ علمائے اہل سنت نے شروح احادیث میں بخوبی اس کی تحقیق فرمائی ہے۔ اگر دوسری کتابوں پر دسترس نہ ہو تو ترجمہ فارسی مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق اور منصفانہ بیان دیکھ کر مومن کی تسلی ہو جاتی ہے۔ واللہ ہو الموفق۔ ۱۲ منہ کان اللہ لہ

پس اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ حضرت خاتم الخلفاء کی محبت مثل محبت خاتم الانبیاء کے سارے ایمان والوں پر فرض ہے اور ایسا ہی ان کی دشمنی حضور انور کی دشمنی کی طرح سب پر حرام ہے۔

فصل اللّٰهم عليه و على آله وصحبه وسلم و ارحمنا معهم برحمتك يا أرحم الراحمين .

تیسری حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت اُم المومنین پاک دامن عائشہ صدیقہ **رضی اللّٰہ عنها و عن أبيها و صلى اللّٰه عليه وسلم على بعلها و الها** کی روایت سے آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قریب اپنی وفات مبارک کے فرمایا ہے :

يا فاطمة ألا ترضين أن تكوني سيدة نساء أهل الجنة أو نساء المومنين .(۱)

اے فاطمہ! کیا تُو اس پر خوش نہیں کہ بہشت کی یا مومنوں کی سب عورتوں پر سردار بن جائے (یعنی اُن کی پیشوا کہلائے)

اور اسی حدیث کے اخیر میں ترمذی نے حضرت حذیفہ کی روایت سے یہ فقرہ بھی بڑھایا ہے یعنی اوپر کی حدیث کے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یوں بھی فرمایا ہے :

و ان الحسن و الحسين سيدا شباب أهل الجنة .

حسن اور حسین دونوں بہشت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

اور دوسرے باب کے اخیر میں سورۂ مومنون میں لکھا گیا ہے کہ بہشتیوں کے دشمن دوزخ میں جائیں گے اپنے کیے کی یہ سزا پائیں گے۔ پس جو لوگ بہشتیوں کے پیشواؤں کے دشمن ہیں وہ بالضرور دوزخیوں کے پیشوا اور سخت عذاب میں پیش رو ہو جائیں گے۔

اللّٰهم اهد أعداء أهل البيت و الأصحاب فإنهم لا يعلمون وليسوا من أولى الألباب .

---

(۱) صحیح بخاری:۴۵۴/۱۱ حدیث:۳۳۵۳......صحیح مسلم:۲۰۸/۱۲ حدیث:۴۴۸۸۔

چوتھی حدیث ترمذی وغیرہ حضرت زید بن ارقم کی روایت سے لائے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت شیر خدا اور فاطمہ زہرا اور حسن مجتبیٰ اور حسین رضا کی شان میں فرمایا ہے :

> **أنا حرب لمن حاربهم و سلم لمن سالمهم .** (۱)
>
> میں دشمن ہوں اُن کا جوان چاروں سے دشمنی رکھتے ہیں اور دوست ہوں ان کا جوان کے دوست دار ہیں۔(۲)

پس رسول ﷺ کے دوستوں کے واسطے مبارک پر مبارک ہے اور آپ کے دشمنوں کے لیے تدارک پر تدارک۔

پانچویں حدیث امام بخاری وغیرہ حضرت ابوبکرہ کی راویت سے لائے ہیں کہ سرور عالم ﷺ منبر پر ایک دن خطبہ پڑھ رہے تھے اور حضور کے پاس امام حسن مجتبیٰ بیٹھے تھے تو آپ کبھی تو لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حضرت امام کی طرف التفات فرماتے تو اس حال میں آپ نے فرمایا :

> بے شک یہ میرا بیٹا سید ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے دو مسلمانوں کی بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔

پس ہر دانش مند واقف ہے کہ پیشین گوئی حضور کی ان کے بارے میں سچی ہوئی کہ اُن حضرت نے اپنی خلافت کے عہد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے خلافت سے خلع کیا اور مسلمانوں کی خون ریزی کو موقوف کر دیا، اُمت مرحومہ سے وہ خیر خواہی فرمائی جو حضور انور ﷺ کی رحمت کا نمونہ ہے۔

یہاں تک پانچوں حدیثیں لکھی گئیں اب اور دو حدیث کا مضمون لکھ کر اور مسلمانوں کو تنبیہ کر کے خدا کے نام پر کلام تمام کرتا ہوں۔

---

(۱) سنن ترمذی:۳۷۱/۱۲ حدیث:۳۸۰۵......مسند احمد بن حنبل:۳٦۴/۱۹ حدیث:۹۳۲۱۔

(۲) اس حدیث کی رو سے ان صحابہ کبار کی تحقیر کرنی جو بغرض نیک حضرت امیر کے متعرض ہوئے اور قتال جدال تک نوبت پہنچ گئی محض قرآن اور حدیث کی مخالفت ہے اور یہی معنی ہیں 'یومنون ببعض الکتب و یکفرون ببعض' کے۔اللہ تعالیٰ کے مقبولوں میں نیک نیتی سے کچھ تقابل درمیان آجاتا ہے اور وہ سب مغفور ہوتا ہے 'ان اللہ مع المحسنین' کے یہی معنی ہیں۔۱۲ منہ کان اللہ لہ

پہلی حدیث امام احمد حنبل اپنی مسند میں حضرت ابو ذر غفاری سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے :

> **ألا إن مثل أهل بيتى فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجى ومن تخلف عنها هلك .** (۱)
>
> خبردار رہو میرے اہل بیت تم لوگوں میں ایسے ہیں جیسی کہ حضرت نوح کی کشتی میں جو اُس میں سوار ہو گیا طوفان خونخوار سے بچ رہا اور جو اس میں نہ چڑھا ہلاک ہوا۔

اور دوسری حدیث رزین وغیرہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے :

> **أصحابي كالنجوم فبأيهم اقتديتم اهتديتم .** (۲)
>
> میرے اصحاب تاروں کی مانند ہیں تم جس کی ان میں سے پیروی کرو گے منزل مقصود کو پہنچ جاؤ گے۔

یہ دونوں حدیث مشکوۃ میں ہیں۔ اب اظہر من الشّمس ہے کہ دریا کے سفر میں جیسا کہ جہاز کی سواری سے ناچاری ہے ویسا ہی منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے تاروں کی متابعت اور نگہداشت کی بھی ضرورت بھاری ہے۔ یعنی مسافر کو بدونِ رعایت ان دونوں امروں کے منزل مقصود کو پہنچنے سے قطع نظر جان کے بچانے میں بھی سخت دشواری ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اہل بیت اطہار اور اصحاب اخیار دونوں فریق کی محبت اور متابعت سے نجات اُخروی حاصل ہو گی۔ اور یہ بات خدا کے فضل وکرم سے اہل سنت کو نصیب ہے، رحمت خاص وعام ان کے ہی قریب ہے۔ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۔ ہادی حقیقی ساری اُمت کو صراط مستقیم کی طرف راہ دکھائے اور اہل سنت کے راستہ پر جو قرآن اور حدیث اور اقوال عترت کی شہادت سے حق ہے سب کو چلائے اور عاقبت کی خوار سے بچائے۔ آمین یا رب العالمین۔

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح: ۳/ ۳۴۸ حدیث: ٦١٧۴...... مستدرک حاکم: ۷/ ۴۵۱ حدیث: ۳۲۷۰۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح: ۳/ ۳۱۰ حدیث: ٦٠٠٩۔

اے ٹوٹے دلوں کے قریب! اے مضطربوں کی دعاؤں کے مجیب!! اس پرلے درجے کے شکستہ خاطر اور مضطر پر رحم فرما اور عفو اور عافیت دارین سے پیش آ۔

اے حنان، اے منان!!! اس نالائق سے وہ کام کرنا جس کے تُو لائق ہے اور ایسا نہ کرنا جس کے یہ خوار سزاوار ہے اور اس تحریر دل پذیر کو میری اور میرے خویشوں اور محبت پیشوں خیر اندیشوں کی نجات کا ذریعہ فرمانا، عذاب اُخروی سے بچانا، سارے عیبوں کو چھپانا۔

ربنا لا تواخِذنا اِن نسینا أو أخطأنا و آخر دعوانا أن الحمد للّٰه رب العٰلمین و صلی اللّٰه تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و آلهٖ و صحبه و أزواجه أمهات المومنین وارحمنا معهم برحمتک یا راحم الراحمین . آمین . آمین . آمین

تمت

شکر بے انداز اس کارساز کے لیے ہے جس کی رحمت اور تائید سے رمضان شریف کے اخیر عشرہ سن ۱۲۹۴ ہجری میں یہ ترجمہ تمام ہوا۔ اس میں آیتوں اور حدیثوں کا صرف پتہ لکھ کر ترجمہ لکھ دیا گیا ہے، کیونکہ جب وہ آیتیں اور حدیثیں فارسی عبارت میں موجود تھیں تو اُردو عبارت میں پھر ان کا تحریر کرنا بے سُود معلوم ہوا اور حقیر باشندۂ پنجاب اردو زبان سے بھی کم ماہر ہے، اس پر یہ ترجمہ بھی قلم برداشتہ لکھا ہے یعنی اول فارسی عبارت لکھ کر اس کے محاذات میں اردو ترجمہ لکھ دیا۔ پہلے مسودہ کر کے پھر صاف کرنے کا کچھ التزام نہیں کیا گیا۔ اگر زبان دانوں کو پسند آ جائے تو بہتر، ورنہ احقر کو کسی مدح و ذم سے سروکار نہیں۔ خداوند حقیقی اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خوشنودی درکار ہے۔ چونکہ سارا معاملہ صرف بروے اخلاص للہ فی اللہ کیا گیا ہے تو غالب امید بلکہ قرین الیقین ہے کہ جناب الٰہی اور حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جناب میں مقبول ہوگا اور موجب حصول مامول۔

اور نواب صاحب بہادر والی کوٹلہ مالیر کی خوشنودی کے واسطے جو اب تک (یعنی رمضان ۱۲۹۴ھ تک) میں مقیم رہا تو وہاں کے مسلمانوں کو ایک یہ بڑا فائدہ حاصل ہوا کہ دو تین مولوی غیر مقلد جنہوں نے بہت سے کوٹلہ کے مسلمانوں کو لا مذہب بنا دیا تھا، نکالے گئے۔ فالحمد للہ علی ذالک وصلی اللہ علی رسولہ والہ وصحبہ وسلم اجمعین۔

موضع للیانی علاقہ قصور کے ڈاک منشی نے کچھ دلائل حصر امامت و خلافت کے جناب امیر المومنین رضی اللہ عنہ میں تحریر کر کے فقیر کے پاس بھیجے۔ فقیر نے اسی ورق کے حاشیہ پر اس کے مختصر جواب لکھوا دیے من جملہ ان دلائل کے یہ آیت مبارکہ ہے :

> اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ
> يُؤتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رَاكِعُوْنَ .

اس کے ذیل میں لکھا تھا کہ یہ آیت حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے۔ فقیر نے جواب میں لکھوا دیا کہ اس آیت مبارکہ میں سات لفظ جمع ہیں، پس اتنے الفاظ جمع سے ایک شخص مراد کیونکر ہو سکتا ہے۔ پس اس کا جواب تو ان سے کچھ نہ بن پڑا۔ پھر لاہور میں ملاقی ہوئے اور کہنے لگے کہ تمام اہل سنت کی تفسیروں میں موجود ہے کہ یہ آیت حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے، ہم دکھا سکتے ہیں۔

میں نے کہا کہ دو عالم منصف کر کے مجمع عام میں جو کچھ دکھانا ہو دکھایئے۔ وہ بولے کوئی ہندو یا نصرانی منصف چاہیے کہ بے غرض ہوگا۔ فقیر نے کہا کہ قرآن کی آیات کی تحقیق سے غیر اسلامیوں کو کیا غرض ہے! مسلمان عالم درمیان ہوں تا کہ بروے علم سچ کو سچ فرماویں گے۔

اس مجلس سے ایک شخص نے ڈاک منشی صاحب سے پوچھا کہ آپ نے تفسیر بیضاوی میں بھی دیکھا ہے؟ وہ بولے ہاں تفسیر بیضاوی کی تیسری جلد میں یوں ہی موجود ہے۔

فقیر نے کہا کہ بیضاوی کی دو جلد پندرہ پندرہ سیپارہ کی ہیں، تیسری جلد کہاں سے آئی؟ خاص کر کے یہ آیت تو چھٹے سیپارہ میں ربع اوّل تفسیر میں ہے تو پہلی جلد کے اِبتدا میں ہوئی، تیسری جلد کے کیا معنی!!!

تو اس سے دریافت ہوا کہ ان کو کچھ بھی علمیت سے مساس نہیں ہے۔ پھر وہ بولے کہ ہم یوں ہی لاہور میں آئے۔ فقیر نے کہا تمہاری خود درخواست تھی کہ لاہور میں چل کر گفتگو ہو، میں نے آپ کو کوئی درخواست نہیں کی تھی۔ اس پر وہ چلے گئے۔

اب مناسب ہے کہ کچھ تھوڑا سا شان نزول اس آیت شریف کی بابت لکھا جاوے۔ واضح رہے کہ اس آیت میں مفسرین کے دو قول ہیں :

اوّل بہت معتبر قول تو یہ ہے کہ یہ آیت مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم کے حق میں ہے اور یہی قول موافق ہے الفاظ قرآنی کے، جو جمع ہیں، اور یہی مروی ہے حضرت امام ابو جعفر محمد باقر سلام اللہ علیہ وعلی اباہ الکرام سے۔ جیسا کہ تفسیر ابوبکر نقاش اور تفسیر محی السنۃ بغوی وغیرہما میں لکھا ہے۔ پس جب امام معصوم سے یہی مروی ہوا تو شیعہ کے واسطے واجب القبول ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر یا حضرت علی یا عبادہ بن صامت کے حق میں ہے جیسا کہ زاہدی ومعالم التنزیل وبیضاوی ولباب التفسیر وتفسیر کبیر وتفسیر ابوالسعود واحمدی وتفسیر ابوبکر وغیرہا میں موجود ہے۔

باقی رہا یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں آئی جب آپ نے نماز کے رکوع میں انگوٹھی صدقہ کی تھی تو یہ روایت صرف ثعلبی سے منقول ہے اور اہل سنت کے محدثوں کے نزدیک ثعلبی کی روایت بے اعتبار ہے، کیونکہ وہ تر اور خشک میں امتیاز نہیں رکھتا ہے اور اس کی اکثر روایات از ابی صالح ہیں اور یہی سخت واہی ہیں اور بعض روایات ثعلبی کی سدی صغیر میں منتہی ہوتی ہے اور وہ سلسلہ وضع اور کذب کا ہے۔ اصول حدیث کی کتابوں میں اس کی تشریح موجود ہے اور صحاح ستہ کی شرح مجمع بحار الانوار میں بھی اس کی بہ خوبی تحقیق ہے۔ اللہ تعالیٰ ضد نفسانیت اور بہتان اور ہٹ دھرمی سے سب کو نجات دے۔ آمین

تمت

۱۲۹۹ ہجری مقدسہ